# پاکستان میں ہوم فنانسنگ: روایتی و اسلامی بینکاری کا تجزیہ و تقابُل

## تحقیقی مقالہ برائے ایم فل علومِ اسلامیہ

**مقالہ نگار**

حافظ محمد حماد

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

**نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، ایچ نائن، اسلام آباد**

مئی، ۲۰۲۲ء

# پاکستان میں ہوم فنانسنگ: روایتی و اسلامی بینکاری کا تجزیہ و تقابُل

تحقیقی مقالہ برائے **ایم فل علومِ اسلامیہ**

مقالہ نگار

**حافظ محمد حماد**

شہادۃ العالمیۃ (وفاق المدارس العربیہ)، ملتان، ۲۰۱۷ء

یہ مقالہ ایم فل علوم اسلامیہ کی جزوی تکمیل کے لیے پیش کیا گیا ہے

**ایم۔ فل علوم اسلامیہ**

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

**نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد**

© حافظ محمد حماد، ۲۰۲۳

بسم الله الرحمن الرحيم

# فہرستِ موضوعات

| نمبر شمار | موضوعات | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| ۱ | منظوری فارم برائے مقالہ ودفاع ومقالہ(Thesis and Defence Approvl Form) | I |
|  | حلف نامہ فارم(Candidate Decalaration Form) | II |
|  | انتساب(Dedication Form) | III |
|  | (A Word of Thanks)اظہارِ تشکّر وامتنان | IV |
|  | ملخص مقالہ(Abstract) | V |
|  | مقدمہ | VI |
| ۲ | **باب اوّل: پاکستان میں ہوم فنانسنگ کی ضرورت واہمیت** | 1 |
| ۳ | فصلِ اوّل: ہوم فنانسنگ کا مفہوم اور اُس کی ضرورت | 2 |
| ۴ | فصلِ دوم: ہوم فنانسنگ کا پس منظر اور اُس کی اہمیت | 7 |
| ۵ | **باب دوم: ہوم فنانسنگ سے متعلق روایتی بینکاری** | 25 |
| ۶ | فصلِ اوّل: روایتی اداروں کا تعارف اور اُن کی کارکردگی | 26 |
| ۷ | فصلِ دوم: روایتی اداروں اور بینکوں کا طریقۂ کار | 38 |
| ۸ | **باب سوم: ہوم فنانسنگ سے متعلق اسلامی بینکاری** | 48 |
| ۹ | فصلِ اوّل: اسلامی اداروں اور بینکوں کا تعارف | 49 |
| ۱۰ | فصلِ دوم: اسلامی اداروں اور بینکوں کا طریقۂ کار | 57 |
| ۱۱ | **باب چہارم: ہوم فنانسنگ سے متعلق روایتی اور اسلامی بینکاری کا تقابل** | 101 |
| ۱۲ | فصلِ اوّل: روایتی اور اسلامی بینکاری میں ہوم فنانسنگ کے طریقہ ہائے کار کا تقابل | 102 |
| ۱۳ | فصلِ دوم: روایتی اداروں کے ہوم فنانسنگ کے طریقۂ کار کو اسلامی بنانے کے اقدامات | 119 |
| ۱۴ | نتائج مقالہ | 132 |

| | | |
|---|---|---|
| ۱۵ | سفارشات | 134 |
| ۱۶ | فہرستِ آیات | 136 |
| ۱۷ | فہرستِ احادیث | 137 |
| ۱۸ | **فہرست مصادر و مراجع** | 138 |

# نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد فیکلٹی آف سوشل سائنسز

## منظوری فارم برائے مقالہ ودفاع مقالہ

زیر دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انھوں نے مندرجہ ذیل مقالہ پڑھا اور مقالے کے دفاع کو جانچا ہے، وہ مجموعی طور پر امتحانی کارکردگی سے مطمئن ہیں اور فیکلٹی آف سوشل سائنسز سے اس مقالے کی منظوری کی سفارش کرتے ہیں۔

مقالہ بعنوان: **پاکستان میں ہوم فنانسنگ: روایتی واسلامی بینکاری کا تجزیہ وتقابُل**

**Home Financing in Pakistan: An Analysis and Comparison of Traditional and Islamic Banking**

نام ڈگری: ایم فل آف فلاسفی علومِ اسلامیہ

نام مقالہ نگار: حافظ محمد حماد رجسٹریشن نمبر: 1805Mphil/IS/F19

**ڈاکٹر محمد ریاض محمود**

(نگران مقالہ)

دستخط نگران مقالہ

**ڈاکٹر نور حیات خان**

(صدر، شعبہ علوم اسلامیہ)

دستخط صدر، شعبہ علوم اسلامیہ

**پروفیسر ڈاکٹر خالد سلطان**

(ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز)

دستخط ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز

**بریگیڈیر سید نادر علی**

(ڈائریکٹر جنرل، نمل)

دستخط ڈائریکٹر جنرل، نمل

تاریخ ________________

# حلف نامہ فارم

# (Candidate Declaration Form)

میں حافظ محمد حماد ولد حافظ محمد رفیق

رول نمبر:MP-F19-523 رجسٹریشن نمبر: 1805 Mphil/IS/F19

طالب، ایم فل علوم اسلامیہ، شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز (نمل)، اسلام آباد

حلفاً اقرار کرتا ہوں کہ مقالہ بعنوان: **پاکستان میں ہوم فنانسنگ: روایتی واسلامی بینکاری کا تجزیہ وتقابل**

**Pakistan Mein Home Financing : Rwaii'ti o Islami Bankaari ka Tajzia o Taqabul**

**Home Financing in Pakistan: An Analysis and Comparison of Traditional and Islamic Banking**

ایم فل علوم اسلامیہ کی ڈگری کی جزوی تکمیل کے سلسلہ میں پیش کیا گیا ہے، اور **ڈاکٹر محمد ریاض محمود** کی نگرانی میں تحریر کیا گیا ہے، راقم الحروف کا اصل کام ہے، اور یہ کہ مذکورہ کام نہ تو کہیں اور جمع کرایا گیا ہے، نہ ہی پہلے سے شائع شدہ ہے اور نہ ہی مستقبل میں کسی بھی ڈگری کے حصول کے لئے کسی دوسری یونیورسٹی یا ادارے میں میری طرف سے پیش کیا جائے گا۔

میں اس بات کو سمجھتا ہوں کہ ایچ ای سی اور نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز (نمل)، اسلام آباد علمی سرقہ کے حوالے سے عدم برداشت کی پالیسی پر سختی سے عمل پیرا ہیں۔ اس لیے میں بطور مقالہ نگار اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ یہ میرا ذاتی علمی کام ہے۔ اس مقالہ کا کوئی حصہ بھی سرقہ شدہ نہیں ہے۔ اور میں نے جہاں سے بھی کسی علمی کام کو لیا ہے اس کا باقاعدہ حوالہ دیا ہے۔ میں اس بات کا بھی اقرار کرتا ہوں کہ اگر میرے مقالے میں کسی بھی قسم کا باقاعدہ علمی سرقہ پایا جائے تو یونیورسٹی میری ڈگری کو ختم کرنے / واپس لینے کا اختیار رکھتی ہے۔

نام مقالہ نگار: حافظ محمد حماد

دستخط مقالہ نگار: ______

# Abstract

## Home Financing in Pakistan: An Analysis and Comparison of Traditional and Islamic Banking

It is a fact that house includes in the basic necessities of a human to live in today’s world. Its shortage is a major problem in whole world especially in less developed countries including Pakistan. A man uses all his resources and life-savings to build his own house. Now-a-days, building a house is a difficult task as it requires a lot of money. Man seeks this money and resources to meet his need. One of the most important of these resources is the bank and people resort to the bank to meet this need. In Pakistan, both islamic and traditional type of banks provide the facility of home financing. However, their methods of home financing are different from each other. Islamic banks provide interest free loans, which are convenient for a common man and also fulfills the principles of Islam.

At present, home financing in Islamic banks has become a controversial issue. Some Islamic scholars support it while others are not satisfied with its method. Due to this reason, people are hesitant about these two different views that either they can choose Islamic home financing or not. This research work is focusing on home financing needs in Pakistan and analyzes the existing model of Islamic home financing along with comparison of traditional home financing in the light of Quran and Hadith.

This thesis has four chapters. The first chapter states the meaning and background of home financing. It also describes the need and importance of home financing in Pakistan. The second chapter states the home finance facilities, Their Method and their Shariah point of view. The third chapter deals with Islamic banks and their method of home financing. The fourth and last chapter of thesis addresses the comparison between method of home financing in Islamic and traditional banking. It also narrates the steps to harmonize home financing of traditional institutions with Islamic banking.

The research uses the qualitative research method. After studying the relevant material the researcher has come to the conclusion that the current method of home financing in Islamic banks has been introduced in the form of Musharaka, Mutanaqsa and Ijara, in view of modern requirements, which are correct from Shariah point of view.

**Keywords: Home Financing, Islamic Banking, Pakistan, Traditional Banking**

# فہرستِ موضوعات

| نمبر شمار | موضوعات | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| ۱ | منظوری فارم برائے مقالہ ودفاع ومقالہ(Thesis and Defense Approval Form) | I |
| ۲ | حلف نامہ فارم(Candidate Declaration Form) | II |
| ۳ | ملخص مقالہ(Abstract) | III |
| ۴ | اظہارِ تشکّر وامتنان(A Word of Thanks) | VI |
| ۵ | انتساب(Dedication Form) | VII |
| ۶ | مقدمہ | VIII |
| ۷ | **باب اوّل: پاکستان میں ہوم فنانسنگ کی ضرورت واہمیت** | 1 |
| ۸ | فصلِ اوّل: ہوم فنانسنگ کا مفہوم اور اُس کی ضرورت | 2 |
| ۹ | فصلِ دوم: ہوم فنانسنگ کا پس منظر اور اُس کی اہمیت | 7 |
| ۱۰ | **باب دوم: ہوم فنانسنگ سے متعلق روایتی بینکاری** | 25 |
| ۱۱ | فصلِ اوّل: روایتی اداروں کا تعارف اور اُن کی کارکردگی | 26 |
| ۱۲ | فصلِ دوم: روایتی اداروں اور بینکوں کا طریقۂ کار | 38 |
| ۱۳ | **باب سوم: ہوم فنانسنگ سے متعلق اسلامی بینکاری** | 48 |
| ۱۴ | فصلِ اوّل: اسلامی اداروں اور بینکوں کا تعارف | 49 |
| ۱۵ | فصلِ دوم: اسلامی اداروں اور بینکوں کا طریقۂ کار | 57 |
| ۱۶ | **باب چہارم: ہوم فنانسنگ سے متعلق روایتی اور اسلامی بینکاری کا تقابل** | 100 |
| ۱۷ | فصلِ اوّل: روایتی اور اسلامی بینکاری میں ہوم فنانسنگ کے طریقہ ہائے کار کا تقابل | 101 |
| ۱۸ | فصلِ دوم: روایتی اداروں کے ہوم فنانسنگ کے طریقۂ کار کو اسلامی بنانے کے اقدامات | 118 |

| | | |
|---|---|---|
| ۱۹ | نتائجِ مقالہ | 131 |
| ۲۰ | سفارشات | 133 |
| ۲۱ | فہرستِ آیات | 135 |
| ۲۲ | فہرستِ احادیث | 136 |
| ۲۳ | **فہرست مصادر و مراجع** | 137 |

# اظہار تشکّر (A Word of Thanks)

تمام تعریفیں اللہ تعالی کے لئے ہیں جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ وہ کائنات کا خالق ومالک اور علیم و قدیر ہے۔ اللہ تعالی کا شکر ادا کرتا ہوں جس کی توفیق نے ہر مرحلہ زندگی پر حق کی راہنمائی نصیب فرمائی۔ مجھے حضرت محمد ﷺ کے امتی ہونے کا شرف بخشتے ہوئے بے شمار نعمتوں کے ساتھ حصول علم کے شوق سے بھی نوازا۔ اپنی لا زوال نعمتوں سے بہرہ ور فرمایا اور اس قابل بنایا کہ یہ علمی کاوش بخیریت پایۂ تکمیل تک پہنچا سکوں۔ میں کروڑوں مرتبہ اس ذات باری تعالیٰ کے آگے سر بسجود ہوں اور اس کے آگے نہایت ادب اور عجز وانکساری کے ساتھ شکر گزار ہوں کہ اس نے میرے قلم پر احسان کیا، طاقت بخشی اور توفیق عطا کی جس کی بدولت آج ایک چھوٹی سی علمی کاوش پوری ہونے جا رہی ہے۔ اَن گنت درود وسلام پیش کرتا ہوں حضرت محمد ﷺ کی ذات بابرکات پر جو فخر موجودات اور رہبر برکات ہیں۔

میں اپنے والدین کا نہایت شکر گزار ہوں جن کے مخلصانہ تعاون نے مجھے علم کے زیور سے آراستہ کیا، ہر مشکل میں ساتھ دیا اور میرے واسطے دعاؤں کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ اللہ کا فضل اور ان کی دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ آج مجھے ایم فل کا مقالہ مکمل کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

میں اس تحقیقی کاوش کو اپنے مقالہ کے نگران ڈاکٹر محمد ریاض محمود (ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد)، ڈاکٹر ریاض احمد سعید اور ڈاکٹر حافظ راؤ فرحان علی کی معاونت، راہنمائی اور تعاون کا ثمر سمجھتا ہوں۔ اِن اساتذہ کی علمی سرپرستی اگر مجھے نہ ملتی تو آج مجھے اس تحقیقی مقالہ کو لکھنے کی سعادت نصیب نہ ہوتی۔ مقالہ نگاری کے دوران ان کی لمحہ بہ لمحہ نگرانی، معاونت، انتہائی قیمتی ہدایات اور مشوروں سے یہ مقالہ تکمیل کے مراحل تک پہنچا۔ علاوہ ازیں میں اپنے ان تمام اساتذہ کرام کا شکر گزار ہوں جنہوں نے مقالہ ہٰذا کی تکمیل میں میری ہر قدم پر مدد کی۔ میں نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد کی پوری انتظامیہ کا ممنون ہوں کہ مجھے اس مقالہ کو لکھنے کا موقع دیا اور اس کی تکمیل کے لئے نہایت قابل، مخلص و مشفق، محنتی، باذوق اور خوش اخلاق شخصیت کے حامل اساتذہ فراہم کئے۔

حافظ محمد حماد

# انتساب

میں اپنی تحقیقی کاوش اپنے واجب الاحترام والدین کے نام منسوب کرتا ہوں جنکی دعائیں میری زندگی کا سرمایہ ہیں۔

# مقدمہ

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

## موضوع کا تعارف:

گھر انسان کی بنیادی ضرورتوں میں سے ایک ہے۔ قرآن مجید نے بھی اس کی اہمیت کو جا بجا مختلف انداز میں بیان کیا ہے۔

انسان کا اپنا گھر اس کے لیے راحت اور خوشی کا سامان مہیا کرتا ہے جبکہ اپنا گھر نہ ہو تو انسان کو ایک پریشانی ستائے رکھتی ہے اور دربدر رہنا پڑتا ہے، مختلف اوقات میں مختلف جگہوں پر سکونت اختیار کرنا پڑتی ہے۔ آجکل جبکہ مہنگائی کا بول بالا ہے اور کرائے آسمانوں سے باتیں کر رہے ہوں تو یہ مشکل اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی گھر کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَلَقَد مَكَّنَّاكم فِی الاَرض﴾[1]

**ترجمہ: اور بے شک ہم نے تمہیں زمین میں ٹھکانا دیا**

اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے اچھے گھر کو انسان کی خوش بختی میں شمار کرتے ہوئے فرمایا کہ

((اربع من السعادة: المرأة الصالحة، والمسكن الواسع، والجار الصالح، والمركب الهنئ))[2]

**ترجمہ: چار چیزیں خوشبختی کی علامت ہیں، نیک بیوی اور بڑا گھر، نیک پڑوسی اور آرام دہ سواری**

دورِ حاضر میں گھر کا حصول بینک کی بدولت ممکن ہوا ہے۔ اس حوالے سے یہ جانکاری ضروری ہے کہ بینکوں کا گھر کی فراہمی کا موجودہ طریقۂ کار شریعت کے مطابق بھی ہے یا نہیں؟

---

[1] ۔الاعراف: ۱۰

[2] ۔القشیری، مسلم بن حجاج، الصحیح المسلم، کتاب النکاح، باب اربع من السعادۃ

## موضوع کی اہمیت:

گھر جو انسان کی بنیادی ضرورت ہے اور انسان اپنی اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے مختلف ذرائع استعمال کرتا ہے۔ موجودہ دور میں گھر کی تعمیر ایک مشکل معاملہ ہے کیونکہ گھر کی تعمیر کے لیے بھاری رقم درکار ہوتی ہے۔ انسان اس رقم اور اپنی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے وسائل تلاش کرتا ہے۔ ان وسائل میں ایک اہم وسیلہ بینک ہے اور لوگ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے بینک کی مدد لیتے ہیں۔ موجودہ دور میں بینکوں کی اہمیت وافادیت سے انکار ممکن نہیں۔ لیکن بینک کی ہوم فنانسنگ کے متعلق جاننا ضروری ہے کہ شرعی تقاضوں کے مطابق ہے یا نہیں۔

## موضوع پر سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ:

زیرِ بحث موضوع پر براہِ راست کوئی کام تا حال نہیں ہوا۔ البتہ اِس موضوع سے ملتے جُلتے موضوعات پر جزوی طور پر جو کام ہوئے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ **"جدید اسلامی بینکاری میں اسلامی طریقۂ تمویل کا اطلاق: تحقیقی وتنقیدی جائزہ"** کے عنوان سے **حافظ راؤ فرحان علی صاحب** نے پی۔ ایچ۔ ڈی کی سطح پر نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز (نمل) سے ۲۰۱۴ء میں مقالہ پیش کیا۔

اس مقالے میں اس بات پر تحقیق کی گئی ہے کہ اسلامی بینکوں میں فنانسنگ کن بنیادوں پر کی جاتی ہے۔ اور جن شرعی بنیادوں کا ذکر کیا جاتا ہے آیا اسلامی بینک اُسی طرح فنانسنگ کر رہا ہے یا غیر اسلامی طرز پر فنانسنگ کرتا ہے۔

2۔ Topic: **Demand and Supply Conditions of Islamic Housing Finance in the United Kingdom: Perceptions of Muslim Clients**

Writer: **Mohammad Elkhatim Maoun Tameme**

Level: PHD

Institute: University of Durham England

Date: July, 2009

اس مقالے میں اولاً ہوم فنانسنگ کی ضرورت و اہمیت کو انگلینڈ کی سطح پر اُجاگر کیا گیا ہے اور پھر ہوم فنانسنگ کی سہولت فراہم کرنے والے اسلامی بینکوں کے طریقے کو ذکر کیا گیا ہے۔ اس طریقے کے انگلینڈ میں متعارف ہونے کے بعد اسلامی ہوم فنانسنگ کی طلب و رسد کے حوالے سے تحقیق کی گئی ہے۔

3. Topic: **Benchmarking of Financial Solutions offered by Islamic Banks**

Writer: **Junaid Ahmed**

Level: Masters (MBA)

Institute: Institute of Technology, Sweden

Date: 2012

اس مقالے میں KIBOR اور LIBOR کا تعارف اور اِنکے قواعد کا ذکر ہے۔ اُس کے بعد KIBOR کے اصول و پالیسی بنانے کے لیے LIBOR کو کیوں بنیاد بنایا جاتا ہے، اس بات کو ذکر کیا گیا ہے اور اس بات پر تحقیق کی گئی ہے کہ KIBOR اور LIBOR کے اصولوں اور قواعد کے مطابق کس طرح فنانسنگ کے مسائل حل کیے جا سکتے ہیں۔

4. Topic: **Issues and Challenges of consumer financing in Pakistan**

Writer: **Noor Hassan**

Level: Masters in International Business

Institute: University West, Sweden

Date: 2011

اس مقالے میں فنانسنگ سے متعلق جو مسائل پاکستانی عوام کو در پیش ہیں اُن کا ذکر کیا گیا ہے اور بینکنگ سیکٹر کو اس حوالے سے جن چیلینجز کا سامنا ہے اور اُن کا کیا حل ہے، اس حوالے سے تحقیق کی گئی ہے۔

5. Topic: **An Investigation into Factors Affecting Housing Finance supply in Emerging Economies: A case study of Nigeria**

Writer: **Adeboye A. Akinwunmi**

Level: PHD

Institute: University of Wolverhampton, England

Date: 2009

اس مقالے میں ہوم فنانسنگ سے متعلق نائیجیریا پر ایک کیس سٹڈی کی گئی ہے جس میں ان عناصر پر تحقیق کی گئی ہے جو ہنگامی بنیادوں پر ہوم فنانسنگ پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

6. Topic: **A Comparison between Islamic and Conventional Home Financing in Kuwait: Client Perception of the Faculty Offered by the National Bank of Kuwait and Kuwait Finance House**

Writer: **Humoud Awad Al- Mutairi**

Level: PHD

Institute: University of Durham, England

Date: 2010

اس مقالے میں صرف کویت کے بینکوں اور کویت کے ہوم فنانسنگ کے طریقوں کا تجزیہ کیا گیا ہے۔

نیز اس عنوان کے متعلق مختلف میگزین میں مختلف لوگوں نے آرٹیکلز پیش کیے۔ جو مندرجہ ذیل ہیں۔

1. Topic: **Islamic Home Financing in Pakistan. A SFM based approach using modified TPB model**

   Writer: **Ali Muhammad, Syed Ali, Chin-Hong Push**

   Institutes: Iqra University, University of Malaysia, Sarawak

   Date: September, 2015

2. Topic: **House Financing in Pakistan**

   Writer: **Dr. Ishrat ul Ibad**

۳۔ **"اسلامی بینکوں کے ذریعے ہاؤس فنانسنگ کے بارے میں فقہی مباحث کا ایک جائزہ"** کے عنوان سے **شازیہ کیانی** نے مجلہ **"فکر و نظر"** سے ۲۰۱۶ء میں آرٹیکل پیش کیا۔

۴۔ **"اسلامی ہاؤس فنانسنگ کے مروجہ طریقے اور مشکلات کا جائزہ پاکستان کے تناظر میں"** کے عنوان سے **محمد اصفر شہزاد** صاحب نے مجلہ **"ہزارہ اسلامکس"** سے ۲۰۱۵ء میں آرٹیکل پیش کیا۔

۵۔ **"نان بینکنگ ہوم فنانسنگ کمپنیاں"** کے عنوان سے **مولانا غلام عباس صاحب** نے ایم۔ بی۔ اے کی سطح پر ۲۰۱۵ء میں مجلہ **"شریعہ اینڈ بزنس"** میں آرٹیکل پیش کیا۔

6۔ **"مروجہ اسلامی ہوم فنانسنگ کی چند خرابیاں"** کے عنوان سے **مولانا عبدالرحمٰن مدنی** نے ۲۰۰۸ء میں **"ماہنامہ المحدث"** سے آرٹیکل پیش کیا۔

7.Topic:**Liquidity Management by Islamic Banks in Paksitan**

Writers:**Sheikh Rafiullah ,Atiquzzafar Khan,Fazal Rabbi Mumtaz**

Institute:Rifah centre of Islamic Business

**8. Islamic Modes of Financing**

کے عنوان سے **محمد اعجاز صاحب** نے ۲۰۱۰ء میں **"مجلہ الدعویٰ"** سے آرٹیکل پیش کیا۔

## تحقیق میں موجود خلا:

ابھی تک اس موضوع پر جو سابقہ تحقیقی کام پیش کیا گیا ہے اُس کے مطابق جو مقالہ جات پیش کیے گئے وہ محض تمویل (فنانسنگ) سے متعلق ہیں۔

کہیں پر ہوم فنانسنگ کی ڈیمانڈ اور سپلائی اور اس سے متعلق پیش آنے والے مسائل سے بحث کی گئی ہے۔ کہیں ہوم فنانسنگ سے متعلق صارف کو جو مسائل پیش آتے ہیں اُن کو اُجاگر کیا گیا ہے۔ مختلف مجلّات میں جو مقالات لکھے گئے ہیں اُن میں سے کسی حد تک ہوم فنانسنگ سے متعلق بات ہوئی ہے مگر یہ ابحاث انتہائی مختصر ہیں۔ مختلف مجلّات میں جو مقالات لکھے گئے ہیں اور بعض مضامین جو مختلف رسائل میں شائع ہوئے ہیں اُن میں نان بینکنگ کمپنیوں اور بینکوں میں صارفین کو پیش آنے والے مسائل کا ذکر کیا گیا ہے۔ بعض رسائل میں مختصراً ہوم فنانسنگ سے متعلق بات ہوئی ہے۔ اِسی طرح اس موضوع پر جو کتب لکھی گئی ہیں اُن میں پاکستان کی سطح پر ہوم فنانسنگ کا ذکر نہیں کیا گیا بلکہ مطلقاً ہوم فنانسنگ کے لیے دَر پیش مسائل کو اُجاگر کیا گیا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستان میں ہوم فنانسنگ کی موجودہ ضرورت اور اس کی شرعی حیثیت پر کماحقہ تفصیلاً بحث کی جائے۔ مروجہ اور اسلامی بینکاروں کی ہوم فنانسنگ کا اس حیثیت سے جائزہ لیا جائے کہ یہ شریعت کے مطابق ہے یا نہیں؟

## مقاصدِ تحقیق:

۱۔ پاکستان میں ہوم فنانسنگ کے روایتی طریقوں کا جائزہ لینا۔

۲۔ پاکستان میں ہوم فنانسنگ کے لیے اسلامی بینکوں کے طریقہ ہائے کار کا تجزیہ کرنا۔

۳۔ پاکستان میں ہوم فنانسنگ کے لیے روایتی اور اسلامی بینکوں کے طریقہ ہائے کار کا تقابل کرنا۔

۴۔ روایتی اداروں کے ہوم فنانسنگ کے طریقۂ کار کو اسلامی بنانے کے اقدامات تجویز کرنا۔

## تحقیقی سوالات:

۱۔ پاکستان میں ہوم فنانسنگ کیوں ضروری ہے؟

۲۔ پاکستان میں ہوم فنانسنگ کے روایتی ادارے کون کون سے ہیں؟ اُن کی کارکردگی کیسی ہے اور اُن کا طریقۂ کار کیسا ہے؟

۳۔ ہوم فنانسنگ کے لیے کون کون سے اسلامی ادارے خدمات انجام دے رہے ہیں اور اُن کا طریقۂ کار کیسا ہے؟

۴۔ ہوم فنانسنگ سے متعلق اسلامی بینکوں کا طریقۂ کار روایتی اداروں سے کس طرح مختلف ہے؟

۵۔ روایتی اداروں کے ہوم فنانسنگ کے طریقۂ کار کو کس طرح اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ کیا جا سکتا ہے؟

## ذرائع تحقیق:

۱۔ موضوع سے متعلقہ بنیادی و ثانوی کتب اور رسائل و جرائد سے استفادہ کرتے ہوئے مواد حاصل کیا گیا ہے اور پھر شرعی نقطۂ نظر سے اس کا تجزیہ کیا گیا ہے۔

۲۔ شریعہ ایڈوائزرز، بینک کے عملے کے اراکین سے انٹرویوز بھی کیے گئے ہیں اور ان کا دائرہ کار راولپنڈی، اسلام آباد تک محدود ہے۔

## اسلوبِ تحقیق:

۱۔ مقالہ ہٰذا کا اسلوبِ تحقیق تجزیاتی اور تقابلی ہے۔

۲۔ حاصل شدہ مواد کا قرآن وسنت کی روشنی میں تجزیہ کر کے اس کے جواز وعدم جواز کو بیان کیا گیا ہے۔

۳۔ بنیادی اور ثانوی مآخذ سے بقدرِ ضرورت استفادہ کیا گیا ہے۔

بنیادی مصادر (الفقہ الاسلامی وادلتہ، المختصر القدوری، کنزالدقائق)، ثانوی مصادر (بلاسود بینکاری، معیشت و تجارت کے اسلامی احکام، دورِ حاضر کے مالی معاملات کا شرعی حکم، نام نہاد اسلامی بینکاری)، متعدد لائبریریز (www.) اور جدید تحقیق کے ذرائع کا استعمال

# ابواب بندی

**باب اوّل: پاکستان میں ہوم فنانسنگ کی ضرورت واہمیت**

**فصلِ اوّل:** ہوم فنانسنگ کا مفہوم اور اُس کی ضرورت

**فصلِ دوم:** ہوم فنانسنگ کی اہمیت اور اس کا ارتقاء

**باب دوم: ہوم فنانسنگ سے متعلق روایتی بینکاری**

**فصلِ اوّل:** روایتی اداروں کا تعارف اور اُن کی کارکردگی

**فصلِ دوم:** روایتی اداروں اور بینکوں کا طریقۂ کار

**باب سوم: ہوم فنانسنگ سے متعلق اسلامی بینکاری**

**فصلِ اوّل:** اسلامی اداروں اور بینکوں کا تعارف اور اُن کی کارکردگی

**فصلِ دوم:** اسلامی اداروں اور بینکوں کا طریقۂ کار

**باب چہارم: ہوم فنانسنگ سے متعلق روایتی اور اسلامی بینکاری کا تقابل**

**فصلِ اوّل:** روایتی اور اسلامی بینکاری میں ہوم فنانسنگ کے طریقہ ہائے کار کا تقابل

**فصلِ دوم:** روایتی اداروں کو اسلامی بینکاری سے ہم آہنگ کرنے کے لیے اقدامات

# بابِ اوّل

# پاکستان میں ہوم فنانسنگ کی ضرورت و اہمیت

## فصلِ اوّل: ہوم فنانسنگ کا مفہوم اور اُس کی ضرورت

## فصلِ دوم: ہوم فنانسنگ کی اہمیت اور اس کا ارتقاء

# فصلِ اوّل

# ہوم فنانسنگ کا مفہوم اور اُس کی ضرورت

## ہوم فنانسنگ کا مفہوم

ہوم فنانسنگ(Home Financing) انگریزی زبان کے دو الفاظ سے مرکب ہے یعنی ہوم(Home)اور (Financing)-ہوم فنانسنگ سے مراد وہ سرمایہ کاری ہے جو گھر کی تعمیر یا گھر کی مرمّت وغیرہ کے لیے کی

فنانسنگ

جائے۔ ہوم انگریزی زبان کا لفظ ہے۔ مختلف زبانوں میں اِس کے لیے مختلف الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں مثلاً عربی زبان میں اِس کے لیے تین مختلف الفاظ مستعمل ہیں۔

- "**بیت**" ایسا گھر جس میں صرف رات گزرا جائے عرف میں جائے کمرہ نما گھر کہتے ہیں۔
- "**منزل**" ایسا گھر جس میں کمروں کے علاوہ تھوڑی کھلی جگہ ہو جسے عام عرف میں فلیٹ بولتے ہیں۔
- "**دار**" ایسا گھر جس میں کمروں صحن کے علاوہ کچھ کھلی جگہ (باغیچہ گاڑی کھڑی کرنے کی جگہ وغیرہ) ہو۔ عام عُرف میں جسے کوٹھی یا بنگلہ بولا جاتا ہے۔

تینوں طرح کے گھروں کے لیے ایک مشترک لفظ ہوم (گھر) بولا جاتا ہے۔

## ہوم فنانسنگ کی ضرورت

انسان کی بنیادی ضروریات میں سے ایک ضرورت انسان کا اپنا گھر ہے۔ ہر انسان اپنی استطاعت کے مطابق گھر کے حصول کے لیے کوشش کرتا ہے۔ ملکی سطح پر حکومتوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ ملک کے باسیوں کے لیے اچھی، معیاری اور سستی رہائش کا انتظام کریں۔ بعض ترقی پذیر ممالک اِس کے لیے کوشاں ہیں کہ وہ اپنے لوگوں کو گھر جیسی سہولت فراہم کریں تاکہ ہر بندہ خوش وخرم زندگی بسر کرے۔ ذیل میں چند ترقی پذیر ممالک کا ذکر کیا گیا ہے جو ہوم فنانسنگ کی سہولت فراہم کرنے اور اِس کو مزید آسان بنانے میں کوشاں ہیں۔ بین الاقوامی طور پر ہوم فنانسنگ ایک اہم معاملہ ہے۔ اعلٰی تعلیم کے حصول، شہری زندگی کی سہولیات اور دیہی علاقوں میں پیداواری انتظامات میں عام کمی اور

خصوصاً نوجوانوں کی شادی میں فرمائشی طور پر الگ گھر کا مطالبہ کرنا یہ وہ تمام اسباب ہیں جس کی وجہ سے لوگ گاؤں سے شہروں کا رُخ کرتے ہیں۔ ۲۰۰۷ء کی ورلڈ بینک کی رپورٹ کے مطابق خلیجی ممالک میں شادی شدہ جوڑوں میں سے ۷۷٪ جوڑے وہ تھے جنہوں نے شادی کے آغاز ہی سے اپنے الگ گھر حاصل کرنا چاہا۔ خلیجی ممالک میں مکمّل شادی کے اخراجات کا تقریباً ۳۸٪ نئے گھر کا تخمینہ ہوتا ہے۔ اِن ممالک میں اپنے گھر کا ہونا شادی کی شرائط میں ایک اہم شرط ہے۔ اِس لیے لوگوں نے گھر کے حصول کے لیے بغیر کسی نقشے کے گھر بنانے شروع کیے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اپنا گھر آباد کرتے کرتے دوسرے کی زمین کا نقصان ہونے لگا اور گھروں کی ڈیمانڈ زیادہ ہونے کے وجہ سے ۲۰۰۹ء سے ۲۰۱۱ء تک کے اِس انتہائی کم عرصے میں زمینوں کی قیمتیوں میں ۴۷٪ اضافہ ہوا ہے۔ ذاتی رہائش کے بغیر اِن ممالک میں رہائش ناگزیر ہے اور زمین کی قیمتوں میں اضافہ اِن ممالک کے مزدور طبقے کی لیے مزید مسائل بنا رہا تھا۔ افریقہ کے بعض شمالی علاقوں میں بھی لوگوں کو اِن مسائل کا سامنا تھا۔ اِسی وجہ سے وہاں کی حکومتوں نے ملکی سطح پر ہوم فنانسنگ کا آغاز کیا اور ابتدائی طور پر لوگوں کو تین مختلف گروپس میں تقسیم کیا۔

۱۔ مزدور طبقہ
۲۔ نوکری پیشہ ملازم
۳۔ چھوٹے پیمانے پر کاروبار کرنے والے حضرات

لوگوں کے معیار اور ضروریات کو دیکھتے ہوئے ملکی سطح پر مختلف علاقوں میں سکیمیں شروع ہوئیں جن کا مقصد عام آدمی کو ذاتی گھر تک رسائی دینا تھا۔

بنگلہ دیش ایک ترقی پذیر ملک ہے۔ بنگلہ دیش نے بھی ہوم فنانسنگ کے حوالے سے اہم اقدامات کیے ہیں۔ یہ ملک ۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ء کو وجود میں آیا۔ کھانے پینے اور رہائش سے متعلق بہت سے مسائل سے دوچار تھا۔ غربت کی وجہ سے غریب لوگ گھر بنانا تو دور بطور کرائے گھر میں رہنے کے استطاعت نہیں رکھتے تھے۔ ہاؤسنگ فنانس سے متعلقہ اداروں کا ایک پورا مافیا تھا جو اپنی مرضی سے زمین کی قیمتوں کو بڑھا دیتا تھا۔ رہائش جو نہ صرف بندے کو جسمانی پناہ فراہم کرتی ہے بلکہ آمدنی میں اضافے، تحفظ، صحت، خود اعتمادی اور انسانی وقار کے لحاظ سے مکینوں کی زندگیوں پر بھی نمایاں اثر ڈالتی ہے۔ ایسی رہائش کا حصول امیروں کے لیے آسان تھا اور غریبوں کے لیے ناگزیر تھا۔[1] ان حالات میں ۱۹۷۳ء میں بنگلہ دیش نے ہاؤسنگ فنانس ڈویلپمنٹ کی بنیاد رکھی۔ جس کا مقصد حالات زندگی کو بہتر بنانا، درمیانی اور

---

[1] -M. Siddiquee, S.F. Rehan, *Real Estate Financingin Bangladesh: Problems, Programs and Prospects.*

کم آمدنی والی آبادیوں کو با اختیار بنانا اور کمیونیٹز کو مضبوط کرنا تھا۔ تاکہ مساوی اقتصادی ترقی کو مزید بڑھایا جائے اور غربت کو کم کرنے میں نمایاں کردار ادا کرے۔ یہ ادارہ چھوٹے پیمانے پر قرضے فراہم کرتا ہے۔ شروع میں قرضے کے حاصل کرنے کے لیے سرکاری ملازم ہونا شرط تھا مگر پھر بعد میں عوام الناس کی سہولت اور ضرورت کے پیشِ نظر یہ شرط ختم کر دی گئی اور ایک مخصوص آمدنی تک کے افراد کے لیے اس کا دائرہ کار بڑھا دیا گیا۔ [1]

ہوم فنانسنگ کے بارے میں ہندوستان کے تجربات بھی قابلِ غور ہیں۔ ۱۹۸۱ء کی مردم شماری کے مطابق ہندوستان کی آبادی ۱۰۹ ملین تھی۔ جو ۲۰۱۱ء کی مردم شماری کے مطابق ۳۷۷ ملین ہو گئی تھی۔ ماہرین کی جاری کردہ رپورٹ کے مطابق اگر آبادی ایسے ہی بڑھتی ہی تو ۲۰۳۰ء تک ہندوستان کی آبادی ۶۰۰ ملین تک پہنچنے کا امکان ہے۔ موجودہ آبادی کا تقریباً ۴۸ فیصد وہ ہے جو شہروں میں آباد ہے اور ہر سال مسلسل اِس تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ جس کی وجہ سے شہروں میں پانی کی قلت، بجلی وغیرہ کی فراہمی میں رکاوٹ، معیاری ہسپتالوں کی کمی جیسے مسائل جنم لے رہے ہیں۔ اسکے ساتھ ساتھ زمین اور مکانات کی قلت کو بھی محسوس کیا گیا ہے۔ ۲۰۱۳ء میں انڈین وزارتِ فنانس کی جانب سے ۱۲ ویں سالانہ پیش کردہ رپورٹ کے مطابق مجموعی طور پر ۱۸۰۷۸ ملین گھروں کی کمی کا ذکر کیا گیا تھا[2]۔ ان بے گھر لوگوں میں ۹۶ فیصد وہ عوام ہے جو اقتصادی طور پر کمزور تھے یا ان کے پاس اتنی آمدنی نہیں تھی کہ وہ گھر بنا سکیں۔ قومی سطح پر سستی رہائش فراہم کرنا انتہائی ضروری ہے۔ قوم کی ترقی انفرادی ترقی سے ممکن ہے۔ اگر لوگ انفرادی طور پر پُر سکون ہوں گے تو ملکی ترقی میں مکمّل کردار ادا کر سکیں گے۔ ورنہ ملکی معیشت کامیابی کو یقینی نہیں بنا سکتی ہے۔ ان تمام مسائل کے حل کے لیے ہندوستان نے دیہی اور شہری علاقوں میں علاقائی سطح پر مسائل کے حل کے لیے مختلف سکیمیں متعارف کروائیں۔ جن کا مقصد عام آدمی کے لیے سستے اور معیاری گھروں کا حصول تھا۔ [3]

ہوم فنانسنگ کے ضمن میں ملائیشیا کی کارکردگی قابلِ تحسین ہے۔ ۲۰۱۲ء کے بعد سے ملائیشیا میں مکانات کی قیمتوں میں اضافے آمدنی میں ہونے والے اضافے سے تین گنا زیادہ ہے نتیجتاً درمیانی درجے کے مکان کی قیمت زیادہ تر ملائیشینز کی پہنچ سے دور ہو گئی۔ بنیادی طور پر ہاؤسنگ سپلائی اور ڈیمانڈ کی مجموعی عدم مماثلت کی وجہ سے ایسا ہوا۔ رہائش کی کم فراہمی خاص طور پر سستی رہائش رکھنے والوں کے لیے مسائل پیدا کر رہی تھی۔ سستی اور معیاری رہائش

---

[1] .KK. Rehman, *Development of Housing Finance and its Impact on Socio-Economc in the emerging economy in Bangladesh.*

[2] . Kaplana Gopalan, *Affordable housing: Policy and Practice in India*

[3] .Pablo Shiladitya, *Home and away: Diasporas Developments and displacements in globalizing World.*

کی فراہم ایک بین الاقوامی مسئلہ ہے مگر ملائیشیا میں یہ مسئلہ بنیادی طور پر طلب و رسد کے عدم توازن کی عکاسی کرتا ہے۔ گھر کی طلب و رسد ملائیشیا میں سال ۲۰۱۴-۲۰۱۲ء کی مدت میں مزید متاثر ہوئی۔ نئے گھروں کی طلب کے پیشِ نظر نئے گھروں کی فراہمی میں انتہائی کمی ہوئی اور یہ کمی سال ۲۰۰۷ء-۲۰۰۹ء کے عرصے کی فراہمی سے بھی کم تھی۔ ۲۰۱۵ء میں ملائیشیا نے ہوم فنانسنگ سے متعلق اپنی پالیسی جاری کی۔ اِس پالیسی کا مقصد عام آدمی کے لیے گھر کے حصول کو آسان بنانا تھا۔ اِس نئی جاری کردہ پالیسی میں اہم مقاصد تین چیزیں تھیں۔[1]

۱ - سپلائی میں اضافے اور سستے مکانات کی لاگت کو کم کرنا

۲ - سستی رہائش کی طلب و رسد کی نگرانی اور انتظام کرنے کے لیے منظّم طریقے کے طور پر مرکزی ذخیرہ قائم کرنا۔

۳ - سستے گھروں کی فنانسنگ کے ذرائع کو متنوع بنانا۔

اگرچہ پرائیوٹ سیکٹر میں سستی رہائش فراہم کرنے کے لیے متعدد پروگرام ہیں مگر یہ تمام پروگرام ایک شہر یا صوبے تک محدود ہیں۔ ضرورت اِس امر کی تھی کہ ملکی سطح پر کوئی ایسا پروگرام متعارف کروایا جائے جو تمام شہروں کے لیے برابر ہو اور تمام لوگ اُس سے فائدہ حاصل کرسکیں۔ چنانچہ ۲۰۱۵ء کی جاری کردہ پالیسی سے ملائیشیا نے نہ صرف رہائش سے متعلق مسائل پر قابو پایا بلکہ سستے گھروں اور سستی رہائش کی سہولیات فراہم کرنے کے لیے ہر بندے کو آسان بنیادوں پر قرضہ دیا۔[2]

پس ماندہ اور غربت کے شکار ممالک میں ہوم فنانسنگ ایک اہم مسئلہ رہا ہے۔ افغانستان میں ہوم فنانسنگ کی ضرورت کم آمدنی والے طبقے کے لیے انتہائی اہم ہے اور عوام کی طرف سے اِس کا مطالبہ بھی کیا جاتا رہتا ہے۔ ورلڈ بینک کے ۲۰۱۱ء کے سروے کے مطابق جو رپورٹ جاری کی گئی اُس رپورٹ کے مطابق ۹۴٪ کم آمدنی والے لوگوں نے، خاص کر کابل میں لوگوں نے نئے مکانات کا مطالبہ کرلیا۔ مکانات کی طلب میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ ۲۰۱۵ء کی رپورٹ کے مطابق ۲۰۰۹ء میں افغانستان میں ایک ملین لوگ کو نئے مکانات کی ضرورت تھی اور ۲۰۱۴ء تک اِس مانگ میں ۵.۱ ملین تک نئے گھروں کی ڈیمانڈ میں اضافہ ہوگیا تھا۔ اتنی بڑی مانگ کے پیشِ نظر سستے مکانات کی فراہمی اور لوگوں کی طلب کو پورا کرنے کے لیے ہاؤسنگ فنانس کی فراہمی بلاشبہ ایک بڑا چیلینج ہے۔ خاص طور پر ہاؤسنگ

---

[1] . Mustafa Omar Mohammad, Zaharuddin Abdul Rehman, *Home Financing Pricing in the Bay'Bithaman Ajil(BBA) and Musharakah Mutanaqasah (MMP)*

[2] . Rosylin Yousaf, Norazlina Wahab, *Home Financing Promote affordability of Home Ownership in Malaysia.*

فنانس اداروں اور بینکوں کی عدم موجودگی میں اِس چیلینج سے نمٹنا مشکل امر ہے۔ چنانچہ اِس بڑھتی طلب کے پیش نظر افغانستان نے حکومتی سطح پر ایک مائیکرو فنانس بینک تشکیل دیا جس کا مقصد لوگوں کو ہوم فنانسنگ کی سہولت فراہم کرنا تھا۔ اس بینک کو مارگیج اینڈ کنسٹرکشن بینک کا نام دیا گیا۔ اِس بینک کا بنیادی مقصد ہاؤسنگ فنانس کی فراہمی اور مکانات کی تعمیرِ نو تھی۔ اِس بینک کے قیام سے کچھ فائدہ ضرور ہوا مگر ناقص حکمت عملی کی وجہ سے وہ فوائد و مقاصد اِس سے حاصل نہیں کیے جاسکے جن کو مدِّ نظر رکھ کر اِس بینک کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ اِس لیے حکومت کو ایسی پالیسی متعارف کروانی چاہیے جن پر عوام الناس کے لیے عمل کرنا آسان ہو اور اِس طرح مزید ایسے ادارے بنانے کی ضرورت ہے جو ہوم فنانسنگ کی سہولت آسان بنیادوں پر دے اور فنانسنگ کے مختلف ذرائع فراہم کرے۔ [1]

## خلاصہِ کلام

مذکورہ بالا چند ممالک کے ہوم فنانسنگ سے متعلق ذکر کردہ اقدامات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہوم فنانسنگ کسی ملک کا مسئلہ نہیں بلکہ ایک بین الاقوامی مسئلہ بن چکا ہے۔ اِس مسئلے سے نمٹنے کے لیے ہر ملک ملکی سطح پر کوشش کر رہا ہے کہ کیسے ہوم فنانسنگ کو عام کیا جائے۔ حالانکہ اِس بنیادی مسئلہ کے لیے ممالک کو مل کر کچھ ایسے قانونین اور پالیسیاں بنانی چاہیے جس سے عام آدمی تک یہ سہولت پہنچ سکے۔ رہائش انسان کی بنیادی ضرورت ہے اور ہر بندہ اِس کا حصول ذاتی حیثیت میں چاہتا ہے۔ خلیجی ممالک میں تو اپنا گھر ہونا شادی کے لیے باقاعدہ شرط ہے اِس کے بغیر شادی خلیجی ممالک میں ایک محال امر ہے۔ ایسے ہی ملائیشیا میں ہوم فنانسنگ کی طلب کی وجہ سے زمین کی قیمتیں بہت بڑھ گئی جو عام آدمی کی پہنچ سے باہر تھی۔ اسی طرح ہوم فنانسنگ نہ ہونے کی وجہ سے بعض شہروں کو بنیادی سہولیات میسر نہیں ہوتی حالانکہ کہ اُن سہولیات کو پیشِ نظر رکھ کر لوگ شہروں کی طرف کوچ کرتے ہیں۔ یہ وہ بنیادی مسائل ہیں جو اِس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ ہوم فنانسنگ فردِ واحد کی ضرورت نہیں بلکہ ملک کی معاشی ترقی میں ایک اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اِس لیے حکومت کو چاہیے کہ ہوم فنانسنگ کی ضرورت کے پیشِ نظر ایسے اقدامات کرے کہ ملک کے ہر فرد کو یہ سہولت میسر ہو اور وہ خوش و خرم زندگی بسر کر سکے۔

---

[1] .Idrees Bahadur, *Assessment of the Housing Finance Application in Afghanistan: A case study of Kabul Province*, Feburary 2019

## فصلِ دوم

# ہوم فنانسنگ کی اہمیت اور اس کا ارتقاء

ہر انسان کا فطری خواب ہے کہ اس کے پاس اپنا گھر ہو اور وہ اُس گھر میں پُر سکون زندگی بسر کرے۔ گھر انسان کی بنیادی ضرورتوں میں سے ایک ہے۔ اور قرآن مجید میں بھی اس کی اہمیت کو جابجا مختلف انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اگر انسان کا اپنا گھر ہو تو اُس کے لیے راحت کا سامان میسّر کرتا ہے اور اگر اپنا گھر نہ ہو تو اس کو مسلسل پریشانی رہتی ہے۔ اُسے مختلف اوقات میں مختلف جگہوں پر سکونت اختیار کرنی پڑتی ہے۔ اس موجودہ مہنگائی کے دور میں جب کرائے آسمانوں سے باتیں کر رہے ہوں تو مشکل اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں ارشاد فرمایا:

﴿ وَ لَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِی الْاَرْضِ﴾ [1]

**ترجمہ: اور بیشک ہم نے تمہیں زمین میں ٹھکانا دیا۔**

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین میں بسانے کا مطلب اللہ تعالیٰ نے زمین کو انسان کی رہائش گاہ بنایا ہے۔ گویا اس زمین کی بنیادی خصوصیات میں سے ایک بات یہ ہے کہ اللہ ربّ العزت نے زمین کو انسان کا مسکن بنایا ہے۔ اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے اپنے قول اور عمل دونوں سے گھر کی اہمیت کو اجاگر فرمایا۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَربَع مِنَ السعادة: المرأة الصالحة، والمسكن الواسعُ، والجاز الصالح وَالمَركَب الهنیء)) [2]

**ترجمہ: چار چیزیں خوشبختی کی علامت ہیں، نیک بیوی اور بڑا گھر، نیک پڑوسی اور آرام دہ سواری**

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چار چیزیں خوش بختی کی علامت ہیں یعنی ان کے ہوتے ہوئے انسان کی زندگی پُر سکون رہتی ہے۔ اگر یہ نہ ہوں یا کوئی ایک ان میں سے نہ ہو تو انسان کی زندگی میں وہ راحت و سکون نہیں ہوتا جو ان کے ہوتے ہوئے ہوتا ہے۔ ان چاروں میں نبی اکرم ﷺ نے ایک چیز جو انسان کی خوش بختی کی علامات میں شمار کی ان

---

[1] ۔الاعراف: ۱۰

[2] ۔حاکم، مستدرک حاکم (بیروت: دار الکتب ۲۰۰۱)، باب اربع من السعادۃ، حدیث نمبر ۲۴۹۱

میں "المسکن الواسع "یعنی کشادہ گھر بھی ہے۔ ہجرتِ مدینہ کے موقع پر آپ ﷺ جب مکّہ سے مدینہ ہجرت کر کے گئے تو آپ ﷺ نے مدینہ میں موجود مسلمانوں میں سے کسی کے گھر میں ابتداء میں بھی کچھ دن بطورِ مہمان بھی آرام نہ فرمایا۔ بلکہ اس گھر کے آگے جا کر آپ ﷺ کی سواری رُکی جو آپ کا اپنا گھر تھا۔ یہ گھر بطورِ ہدیہ آپ ﷺ کو ملا تھا۔ آپ ﷺ نے اپنے گھر کو ترجیح دی۔[1]

ان مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنا گھر انسان کے لیے اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اس کے لیے انسان کو کوشش کرنی چاہیے۔ ذیل میں کچھ وجوہات بیان کی جائیں گی جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ہوم فنانسنگ کیوں ضروری ہے۔

مملکتِ پاکستان اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں اس دنیا میں ایک عظیم تحفہ ملا ہے۔ جس کی قدر ہر لحاظ سے ہم پر ضروری ہے۔ پاکستان ترقی پذیر ممالک میں سے ایک ہے۔ ۲۰۱۷ء کی مردم شماری کے مطابق پاکستان کی موجودہ آبادی ۲۲ کروڑ ہے اور ہر سال آبادی تقریباً ۳۰۴۵ فیصد کے تناسب سے بڑھ رہی ہے۔ اس صورتحال میں آبادی کو جو مسائل درپیش ہیں اُن کو دو حصّوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۱۔ شہروں میں رہائش کی موجودہ صورتحال

۲۔ دیہاتوں میں رہائش کی موجودہ صورتحال

## ۱۔ شہروں میں رہائش کی موجودہ صورتحال

موجودہ اعداو شمار جو ادارہِ شماریات نے جاری کیا ہے اس کے مطابق پاکستان آبادی کے لحاظ سے دنیا کا پانچواں بڑا ملک ہے اور پاکستان کی کل آبادی کا ۳۸ فیصد وہ ہے جو شہروں میں آباد ہے۔ سالانہ تقریباً شہری آبادی میں ۴۰۵۷ فیصد کا اضافہ ہو رہا ہے۔ موجودہ شہری آبادی اور اس کے مستقل بڑھتے رہنے سے اور باقاعدہ ہوم فنانسنگ حکومتی سطح پر نہ ہونے کی وجہ سے شہروں میں بہت سے ایسے مسائل نے جنم لیا جو انسان کو اس کی بنیادی ضروریات سے محروم کرتے ہیں، جن کے لیے اس نے شہر کا رُخ کیا۔۔ شہروں میں جو مسائل درپیش ہیں ان میں سے چند بنیادی مسائل درج ذیل ہیں۔

---

[1] .کاندھلوی، مولانا ادریس، سیرتِ مصطفی، (دہلی، ندوی پبلیشنز ۱۹۹۲ء)، ۲/ ۱۹۸

۱۔ پانی کی صفائی اور اس کے نکاس سے متعلق مسائل

۲۔ آمدورفت کے مسائل

۳۔ صحت کے مسائل

۴۔ تعلیم کے مسائل

۵۔ زمینوں پر ناجائز قبضہ اور زمینوں کی بے جا تقسیم

## ۱۔ پانی کی صفائی اور اس کے نکاس سے متعلق مسائل

پاکستان کے بنیادی مسائل جو شہری آبادی کو پیش آتے ہیں، اُن میں پینے کے صاف پانی کا دستیاب نہ ہونا ایک اہم مسئلہ ہے۔ پانی جو انسان کی بنیادی ضرورت ہے اور اس کے بغیر زندگی گزارنا ناممکن ہے پاکستان کی شہری آبادی کے صرف ۵۰ فیصد حصّے کو پانی ملتا ہے اور وہ بھی ۴ سے ۱۶ گھنٹوں کے درمیان۔ ایشین ورلڈ بینک کی رپورٹ کے مطابق اس ۵۰ فیصد آبادی جس کو پانی دستیاب ہے اسکے پانی کے ۹۰ فیصد ذرائع غیر محفوظ ہیں۔ غیر محفوظ ہونے سے مراد کہیں پینے والے پانی میں فیکٹریوں کا آلودہ پانی شامل ہو رہا ہے اور کہیں سیورج کا پانی صاف پانی میں شامل ہو رہا ہے، کہیں کچرا، کوڑا کرکٹ، اور فاسد مادے پانی میں ڈالے جا رہے ہیں جو پانی کی آلودگی کا سبب بن رہے ہیں۔ ایسے ہی کہیں پینے کا پانی جن پائپ لائنوں کے ذریعے آرہا ہے اُن میں لیکج کی وجہ سے پانی کا ایک بڑا ذخیرہ ضائع ہو رہا ہے [1]۔

ورلڈ بینک کی رپورٹ کے مطابق پاکستان کے جی۔ ڈی۔ پی کا ۳۰۹ فیصد سیورج نظام پر لگتا ہے۔ پاکستان میں شہری آبادی کو پینے کے صاف پانی کی کمی اور نکاسئِ آب کا بُری طرح سامنا ہے۔ جس کی وجہ سے ہر سال ناقص پانی پینے کی وجہ سے ڈائریا اور دوسری مہلک بیماریاں پھیل رہی ہیں۔ اسی طرح نکاسئ آب بھی پاکستان کی شہری آبادی کا بڑا مسئلہ ہے۔ ہوم فنانسنگ نہ ہونے کی وجہ سے جگہ جگہ سوسائٹیز کے قیام کا مقصد صرف زمین بیچنا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ تمام ضروری مسائل جن کا تعلق زمین اور رہائشی آبادی سے ہوتا ہے اسکا خیال نہیں رکھا جاتا اور زمین کو بیچ دیا جاتا ہے۔ نتیجتاً جب اُس جگہ آبادی ہوتی ہے تو زمین سے متعلق مسائل مثلاً راستہ، نکاسئ آب وغیرہ کا بندوبست نہیں ہوتا تو ہر نئی تعمیر شدہ عمارت اپنی عمارت کو محفوظ بنانے کے لیے اپنی حدود سے دور سیورج نظام اس طرح قائم کرتے

---

[1] Naser I.Faruqi,"Responding to the water crisis in Pakistan",water resources development,117(2004),117

ہیں کہ دوسرے کی زمین وغیرہ کا خیال نہیں کیا جاتا اور گندہ پانی گلی میں، نالیوں میں اور برسات کے موسم میں سڑکوں پر ایک تالاب کی صورت میں کھڑا رہتا ہے۔ جو بہت سی مہلک بیماریوں کو جنم دیتا ہے۔ اِن تمام مسائل سے بچنے کا واحد حل ہے حکومتی سطح پر ہوم فنانسنگ کو فروغ دیتا ہے۔ اِن مسائل سے حفاظت اور اِن مسائل کا واحد حل ہوم فنانسنگ میں ہی ہے۔

## ۲۔ آمدورفت کے مسائل

شہری آبادی کا دوسرا اہم بنیادی مسئلہ آمدورفت کا مسئلہ ہے۔ شہر میں ہر بندے کی زندگی مصروف ہوتی ہے۔ ہر ایک وقت پر اپنے اپنے کام پر پہنچنا چاہتا ہے اور وقت پر ہی گھر پہنچ کر آرام کرنا چاہتا ہے۔ کراچی جو پاکستان کا ایک مہنگا شہر ہے مگر بدقسمتی سے اس میں پبلک ٹرانسپورٹ کا کوئی سسٹم موجود نہیں ہے۔ دوسری طرف سروے سے معلوم ہوا ہے کہ ۲۰۱۰ء کے مقابلے میں کرایے آج ۲۰۲۱ء میں ۱۰۰ فیصد اضافے کے ساتھ بڑھا دیے ہیں نجی ٹرانسپورٹ سروسز نے۔ اسی طرح سڑکوں پر پرائیویٹ ٹرانسپورٹ میں اضافہ بھی ایک شدید رش پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ اِسی طرح پاکستان میں سب سے عام طریقہ جو بنیادی سفر کا طریقہ ہے وہ ہے پیدل چلنا یا سائیکل چلانا ہے۔ سائیکل تو موٹر سائیکلوں کی وجہ سے ناپید ہو کر رہ گئی ہے۔ پیدل چلنے کے لیے سڑکوں کے انفراسٹرکچر میں ایک اہم حصّہ فُٹ پاتھ کا ہوتا ہے کہ وہاں پیدل سفر کرنے والے سفر کر سکیں[1]۔ بدقسمتی سے کہیں فٹ پاتھ موجود ہی نہیں یا اگر موجود ہیں تو اُن کا اکثر حصّہ تجاوزات کی نظر ہوا ہے۔ یہ سب اِس حقیقت کے باوجود ہے کہ شہری آبادی کا تقریباً ۴۰ فیصد سفر پیدل ہوتا ہے۔ اسی طرح اِن پیدل چلنے والوں کے لیے ایک محفوظ اور مستقل راستہ نہ ہونا شہری آبادی کے ایک بڑا حصّہ کو اس مسئلہ کا سامنا ہے۔[2]

## ۳۔ صحت کے مسائل

مجموعی طور پر صحت اور غذائیت کے ذرائع اور وسائل دیہی علاقوں کی نسبت شہروں میں زیادہ ہیں۔ سرکاری اور نجی ہسپتالوں کی موجودگی شہروں میں بنسبت دیہاتوں کے زیادہ ہے۔ صحت کے بہتر نتائج کے لیے شہروں میں ضروری ہے کہ نجی طور پر صحت کی دیکھ بھال کی جائے۔ شہروں میں غیر قانونی تعمیرات اور سوسائٹیز کا قیام اور اُن سوسائٹیز میں کھلے کھیل کے میدان نہ ہونا، واک اور، ورزش کے لیے کھلے میدانوں اور تازہ ہوا وغیرہ جو صحت کے لیے

---

[1] طوبی جنید، آمدورفت کے مسائل، روزنامہ ایکسپریس، ۵ مئی، ۲۰۲۱

https://tribune.com.pk/letter/1360056/transport-issues-pakistan

ضروری اشیاء ہیں۔ اِن کا فقدان کمزور صحت اور مختلف بیماریوں کو جنم دے رہی ہے۔ صحت کے خراب نتائج میں تیزی سے اضافہ ہونے کا ایک براہِ راست سببِ آلودگی ہے۔ عالمی ادارہِ صحت کے مطابق کراچی ایشیا کا آلودہ ترین شہر ہے۔ جہاں ہوا بیجنگ سے بھی زیادہ آلودہ ہے۔ اِس طرح سموگ وغیرہ کا ہونا، درختوں کا ترقی کے نام پر کاٹ دینا وغیرہ، یہ تمام اسباب آلودگی کو جنم دیتے ہیں۔ پنجاب کے بعض بڑے بڑے شہروں میں آلودگی کی سطح بھی اقوامِ متحدہ کی جانب سے طے شدہ محفوظ سطح سے تین سے چار گنا زیادہ ہے[1]۔ اسی طرح پینے کے صاف پانی کی کمی، پانچ سال سے کم عمر بچوں کی اموات میں اعلیٰ کردار ادا کر رہی ہے اور بچوں کی موت کی شرح دیہی علاقوں کی نسبت شہروں میں زیادہ ہے۔ اِسی طرح شہروں میں زمین کی تزئین میں کنکریٹ کے ڈھانچے بنائے جاتے ہیں جو شہروں کے اندر درجہ حرارت کو بڑھا رہے ہیں۔ جو سردی اور گرمی دونوں کی شدّت میں اضافہ کا سبب بن رہے ہیں۔

### ۴۔ تعلیم کے مسائل

عام طور پر دیہاتی علاقوں سے شہروں کی طرف جو نقل مکانی کی جاتی ہے وہ یا تو بچوں کی تعلیم کی غرض سے ہوتی ہے یا پھر رزقِ حلال کی تلاش میں ہوتی ہے۔ اِسی وجہ سے شہری علاقوں میں طلباء کی تعداد بہ نسبت دیہاتی علاقوں کے زیادہ ہوتی ہے اور سیکھنے کے بہترین مواقع بھی ہوتے ہیں۔ مگر اِس کے باوجود بھی شہری بچوں میں تقریباً ۱۲ فیصد بچے ایسے ہیں جو سکول سے باہر ہیں۔ اِن کے سکول نہ جانے کی وجوہات میں ایک وجہ غربت ہے کہ والدین بچوں کی پڑھائی کے اخراجات برداشت نہیں کر سکتے۔ دوسری وجہ سرکاری سکول موجود ہیں مگر وہاں وہ محنت نہیں جو ایک نجی ادارہ بچوں کے مستقبل کو مدِّ نظر رکھ کر کرواتا ہے مگر وہاں وہ اپنی محنت کے عوض اچھی خاصی رقم بطور فیس کے لی جاتی ہے جو ہر بندے کے بس کی بات نہیں ہے۔ لوگوں کا نجی سکولوں کی طرف رُجحان اور نجی سکولوں میں تعلیم حاصل کرنے کو ترجیح دینا، سرکاری سکولوں میں تعلیمی معیار کی پستی کی عکاسی ہے۔ سرکاری سکولوں میں ایک رپورٹ کے مطابق پاکستان کے دارلحکومت اسلام آباد میں ۲۲ فیصد تک تعلیمی معیار گر چکا ہے۔ سب سے اہم بات نجی سکولوں میں تمام تر بنیادی سہولیات کا موجود ہونا ہے۔ جس کی وجہ سے لوگ نجی سکول میں پڑھائی کو ترجیح دیتے ہیں۔ دیہاتوں میں

---

[1] محمد عبداللہ، صحت کے مسائل، روزنامہ دی نیوز ۹ مئی، ۲۰۲۱

https://reliefweb.int/report/pakistan/challenges-improving-health-care-pakistan

تعلیم کی سہولیات کم ہیں۔ جس کی وجہ سے لوگ شہروں کی طرف نقل مکانی کرتے ہیں اور نتیجتاً شہری آبادی میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے اور خدمات کی فراہمی میں تیزی سے تناؤ آرہا ہے، جو کہ قابلِ تشویش بات ہے۔

### ۵ زمینوں پر ناجائز قبضہ اور تقسیم

شہروں میں سب سے اہم مسئلہ جو تقریباً تمام مسائل کی بنیاد ہے وہ شہر میں لینڈ مینیجمینٹ کا نام ہونا ہے۔ زمین کے استعمال سے متعلق ضابطے اور لینڈ ریکارڈ سسٹم کی عدم موجودگی اور زمین کے استعمال کے متعلق پیچیدہ ڈیٹا، غیر معیاری اور نامکمّل ڈیٹا کے نتیجے میں شہری اراضی کا انتظام خراب ہوا ہے۔ شہروں میں زمین کا استعمال انتہائی عدم مساوات سے کیا جارہا ہے۔ ہاؤس اسکیمز کے نام پر بہت بڑے بڑے رقبے خرید لیے جاتے ہیں اور ہاؤسنگ سوسائیٹیز میں رہنے والوں کی آبادی شہری آبادی کا تقریباً ۳۸ فیصد ہے جو باقاعدہ طور پر منصوبہ بند بستیوں میں رہتی ہے اور شہر کے ایک بڑے اور اہم حصّے میں مکین ہے اور آبادی کے تناسب سے کافی بڑے رقبے پر قابض ہے۔ جبکہ دوسری جانب نارمل اور ملازم پیشہ لوگ جو گلی محلّوں میں رہتے ہیں وہ ان منصوبہ بند بستیوں میں بسنے والی آبادیوں کا دگنا ہے، اور تنگ مکان میں رہنے پر مجبور ہیں۔[1] بعض علاقوں میں تو اتنی گنجان آبادی اور اتنی تنگ گلیاں ہیں کہ کسی طبی ایمرجنسی یا حادثہ کی صورت میں ایمبولینس یا اس حادثے سے نمٹنے کے لیے متعلقہ شعبے کی گاڑی کا پہنچنا ناگزیر ہوتا ہے۔ اسی طرح گنجان آبادیوں میں ایک مسئلہ بجلی کی تاروں اور کھمبوں کا لوگوں کی موت کا سبب بننا ہے۔ باقاعدہ طور پر جب منصوبہ بندی کے تحت جو علاقے آباد نہیں کیے گئے وہاں ناکاسیِ آب کے قریب رہائشی آبادی کا ہونا، رہائشی آبادیوں کے لیے مختلف واقعات اور مختلف موسموں میں سیلاب یا دیگر نقصان کا سبب بنتا ہے۔

مذکورہ بالا مسائل میں بعض وہ مسائل ہیں جن کی وجہ سے لوگ شہروں کا رُخ کرتے ہیں۔ اور کچھ وہ مسائل ہیں جو شہری آبادی کو پیش ہیں اور ان کا تدارک وقتی طور پر نہیں۔ بلکہ مستقل طور پر علاقوں کی منصوبہ بندی اور حکومتی سطح پر ہوم فنانسنگ اور ہوم فنانسنگ کے فوائد کو اجاگر کرنے کی صورت میں ممکن ہے۔

---

[1] Tariq mehmood."land management in Pakistan", june,11,2021,9:25 https://reliefweb.int/report/pakistan/without-sustainable-land-management-pakistan-faces-major-risks-desertification

## دیہاتوں میں رہائش کی موجودہ صورتحال

دیہاتوں میں رہنے والے اکثر وہ لوگ ہیں جو زراعت کے شعبے سے وابستہ ہیں۔ پاکستانی معیشت میں زراعت کے شعبے کا مرکزی کردار ہے۔ اور بڑا شعبہ ہونے کے ناتے یہ جی۔ ڈی۔ پی کا ۲۵ فیصد سے زیادہ حصّہ ہے۔ تاہم اس شعبے کو بہت سے چیلنجز کا سامنا ہے۔ اور اس شعبے سے متعلق لوگوں کی زندگی پر ان چیلنجز کا اثر ہوتا ہے۔

۱۔ آبی وسائل کا زیادہ سے زیادہ استعمال

۲۔ جدید کاشتکاری تکنیک کو اپنانے کی کمی کی وجہ سے فی ایکڑ پیداوار کم ہونا

۳۔ آبادیوں کے بڑھنے کی وجہ سے زمین کی تقسیم

۴۔ تعلیم وصحت کی سہولیات کا فقدان

یہ چند ایک وہ مسائل ہیں جو یا تو براہِ راست دیہاتی لوگوں کی زندگی سے متعلق ہیں یا پھر بالواسطہ اُن کی زندگیوں پر اثر انداز ہو رہے ہیں۔

### ۱۔ آبی وسائل کا زیادہ سے زیادہ استعمال

دیہاتوں میں پانی کی کمی نہیں ہوتی۔ کہیں پر کھیتوں کو سیر اب کرنے کے لیے بارش کا پانی ہی کافی رہتا ہے اور کہیں سیر اب کرنے کے لیے نہری نظام ہے۔ پاکستان کا نہری نظام دنیا کے بہترین نہری نظاموں میں سے ایک ہے۔ مگر حکومت کی طرف سے بڑی نہروں کی صفائی وغیرہ کا مستقل نظام نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے کھیتوں تک پانی پہنچانا ایک مشقّت طلب کام ہے۔ پانی کی مکمّل ترسیل نہ ہونے سے زراعت پر گہرا اثر آتا ہے۔ کہیں معیاری فصل تیار نہیں ہوتی اور کہیں پیداوار ہی انتہائی کم ہوتی ہے۔ جبکہ دیہاتی لوگوں کی مکمّل سال کی بنیادی ضروریات کا انحصار ان فصلوں پر ہی ہوتا ہے۔ اِس لحاظ سے پانی کی مناسب ترسیل کا انتظام دیہاتوں کے لیے ضروری ہے۔

حال ہی میں کسی نئے ڈیم کا تعمیر نہ ہونا دیہاتی علاقوں میں آہستہ آہستہ پانی کی کمی کے مسائل کو جنم دے رہا ہے۔ ڈیم نہ صرف پانی کو محفوظ کرنے کا ذریعہ ہے بلکہ مون سون کے موسم میں دریاؤں میں آنے والی طغیانی جو کہ بہت سی دیہی آبادیوں اور اُن کی فصلوں کو مَسمار کرنے کا سبب بنتی ہے، اس سے بچنے کا ایک انتہائی مؤثر ذریعہ بھی ہے۔

## ۲۔ جدید کاشتکاری تکنیک کو اپنانے کی کمی

دنیا میں سوئیزرلینڈ زراعت کے لحاظ سے پہلے نمبر پر ہے اور جدید کاشت کاری کو فروغ دے رہا ہے۔ ہمارا ملک پاکستان زراعت کے لحاظ سے چھٹے نمبر پر ہے اور جدید کاشتکاری کو فروغ دے رہا ہے۔ ہمارا ملک پاکستان زراعت کے لحاظ سے انتہائی زرخیز ہے مگر بدقسمتی سے حکومتی سطح پر اس طرف کوئی خاص توجہ نہیں۔ حالانکہ پاکستانی معیشت میں زراعت کا انتہائی اہم کردار ہے۔ آج بھی پرانی اور مشقت طلب طریقے سے کاشت کاری کی جارہی ہے۔ جبکہ آجکل ٹیکنالوجی کا دور ہے اور ہر بندہ سہولت چاہتا ہے اور جب کسانوں کو یہ سہولت نہیں دی جائے گی تو لوگ اس زراعت کے پیشے کو چھوڑ کر کوئی اور پیشہ اختیار کرنے کی کوشش کریں گے اور شہروں کا رُخ کریں گے۔ اسی طرح اکثر کاشت کاری زمین کا بنجر ہو جانا (سیم اور تھور) کی وجہ سے یہ بھی دیہاتوں میں اہم مسئلہ ہے۔

مذکورہ بالا دونوں مسائل وہ ہیں جو دیہات میں رہنے والے لوگوں کو بالواسطہ پیش آتے ہیں کیونکہ رزق کمانے کے لیے دیہات میں زراعت ایک بنیادی ذریعہ ہے اور جب رزق کمانے میں مسائل ہوں گے تو وہ کاشت کاروں کی ذاتی زندگی پر بھی اثرانداز ہوں گے۔

## ۳۔ آبادیوں کے بڑھنے کی وجہ سے زمین کی تقسیم

دیہات کے لوگوں کی زندگی سادہ اور فطرت کے قریب زندگی ہوتی ہے۔ تازہ خوراک، آب وہوا سب چیزیں تازہ ہوتی ہیں، مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہر انسان (شہری، دیہاتی) سہولت پسند ہو چکا ہے اور سہولیات کی غرض سے زیادہ سے زیادہ لوگ شہروں کا رُخ کر رہے ہیں۔ ہر شہر تقریباً اپنی مقررہ کردہ حدود سے کافی تجاوز کر چکا ہے اور کافی شہر ایسے ہیں کہ جو گاؤں کی زمینوں کا بھی احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر راولپنڈی شہر کا اطلاق، راولپنڈی شہر سے تقریباً ۳۲ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع چکری پر بھی ہوتا ہے۔ ورلڈ بینک کے اعداد وشمار کے مطابق دیہی علاقوں میں رہنے والی آبادی ۱۹۶۰ء میں ۷۸ فیصد تھی۔ اور اب ۲۰۲۱ء میں یہ دیہی علاقوں کی آبادی ۵۸ فیصد رہ گئی ہے۔ پاکستان کے تقریباً دیہی علاقوں سے شہری علاقوں کی طرف سالانہ 0.۸۱ فیصد اضافہ ہو رہا ہے اور دیہی علاقوں کی نسبت شہروں میں رہنے والوں کی تعداد کم ہے۔ اِس وجہ سے اکثر لوگ اپنے دیہی علاقوں کی زمین فروخت کرنے کی غرض سے تقسیم کر رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے گاؤں میں بھی زمینوں کی قیمتیں بغیر کسی سہولت کے بڑھ رہی ہیں۔ اگر اِسی طرح یہ نظام چلتا رہا اور کسی منصوبہ بندی کے تحت اِس کا باقاعدہ حل نہ نکالا گیا تو کچھ عرصے کے بعد

دیہات کی زندگی اور پاکستان کا دیہاتی کلچر وثقافت ناپید ہو جائے گا۔ جبکہ ثقافت کسی بھی قوم کا قومی ورثہ اُس کی پہچان ہوا کرتی ہے۔ اس لیے اس کا مستقل حل ضروری ہے۔

## ۴۔ تعلیم وصحت کی سہولیات کا فقدان

پاکستان کی کل آبادی میں سے تقریبا ۳ کروڑ کی آبادی وہ ہے جو دیہات میں رہتی ہے اور دیہات میں رہتے ہوئے موجودہ دور کی اکثر آبادی سہولیات سے محروم ہے۔ جس میں سرِفہرست مسئلہ تعلیم کا اور صحت کی سہولیات کا ہے۔ شہروں کی نسبت گاؤں میں تعلیم کی صورتحال اتنی قابل تشویش ہے۔ تقریبا ہزار میں سے ایک بندہ گاؤں میں ڈاکٹر ہے اور ۲۰۰۰ کی آبادی میں ایک سکول ہے اور وہ بھی پرائمری لیول تک۔ ہائی سکول کا فقدان ہے اور کالج یونیورسٹیوں کا تصور بھی نہیں۔ دیہاتوں میں رہنے والی یہ آبادی پاکستان کی کل آبادی کا ۷۰ فیصد ہے گویا پاکستان میں تقریبا ۱۰۰ میں سے ۴۰ بچے ایسے ہیں جو یا تو مکمّل تعلیم کے زیور سے محروم ہیں یا پھر اعلی تعلیم حاصل نہیں کر سکتے جو ایک تشویش ناک بات ہے۔ اسی طرح صحت کی سہولیات کی اگر بات کی جائے دیہاتی علاقوں میں تقریباً ۵۰۰ بندوں میں ایک ڈاکٹر ہے اور وہ بھی معمولی بیماری کی شناخت اور علاج کے لئے ہے۔ کسی اچانک پیش آنے والے حادثے یا جدید اور سخت بیماریوں سے نمٹنے کیلئے دیہاتوں میں کوئی سہولیات نہیں ہیں اور ایسی سہولیات میں دیہاتی لوگوں کو قریبی ضلعوں کی طرف سفر کرنا پڑتا ہے اور ٹرانسپورٹ کا نظام دیہات میں بالکل نہ ہونے کے برابر ہے۔ کہیں گاڑی نہیں ہے اور اگر گاڑی ہے تو سڑکوں کا نظام بلکل ناپید ہے۔ جس کی وجہ سے بروقت منزل مقصود پر پہنچنا ممکن ہوتا ہے۔ اسی طرح بجلی کا فقدان بھی ہے۔ اگر کسی علاقے میں بجلی کی سہولت دی گئی ہے تو بجلی کی لوڈشیڈنگ بجلی کے ہونے یا نہ ہونے کا تصور ہی ختم کر دیتی ہے۔

یہ وہ چند بنیادی مسائل ہیں جن کی وجہ سے موجودہ دور میں دیہاتی زندگی مشکل ہو گئی ہے اور دیہات میں رہنے والے لوگوں کے یہ مسائل حل کرنے کی طرف جب توجہ نہیں دی جائے گی تو دیہاتی لوگوں شہروں کا رخ کرتے ہیں کیونکہ حفاظان صحت ہر انسان کا بنیادی حق ہے اور عام طور پر ان بنیادی حقوق کے پیش نظر رہائش کے لیے جگہ کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ اگر ان بنیادی حقوق کی فراہمی دیہاتوں میں نہ ہونے کی وجہ سے دیہات کے لوگ احساس کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں یا پھر شہروں کی طرف نقل مکانی کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے شہروں میں آبادیاں زیادہ ہو رہی ہیں اور مختلف ایسے مسائل کو جنم دے رہی ہیں جو مسائل کسی کی ذات یا علاقے تک محدود نہیں ہیں بلکہ ملکی مسائل بن کر

سامنے آئے ہیں اور ان کے حل کی ایک بہترین صورت حکومتی سطح پر ہوم فنانسنگ ہے۔ جس میں تمام تر بنیادی سہولیات کا خیال رکھا جائے۔ اس کے بغیر ان مسائل پر قابو پانا ناممکن ہے۔

## ہوم فنانسنگ کی اہمیت

معیشت کسی بھی ملک میں ایک اہم اکائی ہوتی ہے۔ معاشی لحاظ سے مستحکم ہونا ممالک کو مضبوط کرتا ہے اور ملک کی معیشت مختلف اشیاء کی وجہ سے مستحکم ہوتی ہے اور ان میں ٹیکس، ملک میں کام کرنے والے فیکٹریوں، صنعتوں اور ملازمین کا اہم کردار ہوتا ہے۔ موجودہ دور میں لوگوں کا ہوم فنانسنگ کی طرف جو رجحان ہوا ہے تو گھر بنانے کیلئے جن اشیاء کی ضرورت ہوتی ہے ان میں سے بعض اشیاء ایسی ہیں جو براہ راست ملکی معیشت پر اثر انداز ہوتی ہیں اور کچھ بلاواسطہ اثر انداز ہوتی ہیں۔

مثال کے طور پر ایک انسان کو گھر بنانے کیلئے سیمنٹ، پتھر، سٹیل، سریا اور دیگر اشیاء کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور سٹیل کی طلب ور سد کا براہ راست اثر معیشت پر پڑتا ہے۔ درج ذیل میں اُن اداروں پر روشنی ڈالی گئی ہے جو ملکی سطح پر ہوم فنانسنگ کی اہمیت کو اُجاگر کرتے ہیں۔ اگر ملکی سطح پر ہوم فنانسنگ کی جائے تو عوام اور ملک دونوں کو اس کا فائدہ ہوتا ہے۔ ہوم فنانسنگ کے ذریعے کی گئی کئی صنعتیں اور ادارے ملکی اور معاشی ترقی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

## سیمنٹ کی فیکٹریاں

پاکستان میں تقریباً ۲۴ کے قریب سیمنٹ فیکٹریاں ہیں جو ملک کے مختلف علاقوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔

ہوم فنانسنگ کافی عرصے سے ہوتی چلی آرہی ہے مگر ۲۰۱۵ء کے بعد اس کی طلب ور سد میں بہت اضافہ ہوا ہے۔ جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ۲۰۰۰ء سے لے کر ۲۰۱۴ء تک سیمنٹ کی ماہانہ پیداوار تقریباً ۵۰۵ ملین ٹن تھی اور سالانہ ۴۸ ملین ٹن سے ۵۲ ملین ٹن تھی اور ۲۰۱۵ء کے بعد ماہانہ ٹن ۲۰۹ ملین ہوئی۔ جبکہ فراہمی ۶۰۸ ملین ٹن رہی۔ اور سالانہ پیداوار تقریباً ۵۵ سے ۶۲ ملین ٹن پہ چلی گئی۔ اس پیداوار کے بڑھنے کے پیچھے جو چیزیں ہیں ان میں بڑی بڑی اسکیمیں اور سوسائیٹز کا قیام ہے۔ ان سوسائٹز کا مقصد لوگوں کو رہائش فراہم کرنا ہے۔ ۲۰۱۵ء سے اس طلب کے بڑھنے کی وجہ سے سیمنٹ کی فی کس بوری میں ۴۸ روپے کا اضافہ ہوا ہے جو اب ۲۰۲۱ء میں ۲۹۶ روپے تک پہنچ چکا ہے۔ اس طرح ٹیکس میں بھی اضافہ ہوا ہے اور مزدور طبقے کے لئے گھر بنانا ناممکن ہوتا

جارہاہے۔[1] اس لیے حکومت کو چاہیے کہ اس شعبے سے متعلق مسائل کو دور کیا جائے۔ سیمنٹ کا شعبہ اربوں روپے کا حصّہ ٹیکس میں ڈالتا ہے اور قومی خزانے کو سالانہ ۱۵ سے ۲۰ ارب روپے دیتا ہے۔ ایکسائز ڈیوٹی کے طور پر سیمنٹ کی ایک بوری کے پیچھے سیمنٹ فیکٹری ۹۰ روپے ٹیکس ادا کرتی ہے اور یہ ڈیوٹی بنسبت ہمسائے ممالک کے تین گنا ہے۔ پچھلے پانچ سالوں میں سیمنٹ فیکٹریوں پر ۲۰۰ فیصد ٹیکس بڑھایا گیا ہے۔ اس لیے حکومت کو چاہیے کہ اس شعبے پر ٹیکسوں کو کم کرے اور اِن کو مراعات دی جائیں تاکہ رسد کو طلب کے مطابق پورا کیا جاسکے اور ملک میں تعمیراتی کام کے ذریعے معیشت میں استحکام لایا جاسکے اور ملک کے باسیوں کے لیے راحت وسکون فراہم کرنے کا ذریعہ (گھر) کا حصول آسان بنایا جاسکے۔

## سٹیل مل

گھر بنانے کے لیے بنیادی عناصر جو استعمال ہوتے ہیں۔ اُن میں سے ایک سٹیل (سریا) ہے۔ جو گھر کی بنیاد سے لے کر گھر کی چھت تک ایک اہم اور بنیادی رکن کا کردار ادا کرتا ہے۔ جب پاکستان بنا تو ملک پاکستان کے پاس ذاتی سٹیل مل تھی۔ جو کہ ملک کا ایک انتہائی اہم اثاثہ تھا مگر بدقسمتی سے کچھ لوگوں کی بدعنوانیوں کی وجہ سے ملک پاکستان اپنے اس اہم اثاثے کو پرائیویٹ کرنے کا کئی بار سوچ چکا ہے۔ سٹیل پر ہمارے ملک کا تقریبا ۱۲ فیصد جی ڈی پی انحصار کرتا ہے اور اب موجودہ دور میں جب تعمیراتی کام کا بول بالا ہے. اس وقت میں سٹیل کی طلب زیادہ اور رسد کم ہے. جس کی وجہ سے پرائیویٹ سٹیل ملز کی طرف طلب بڑی ہے اور طلب ورسد کے اصول کے مطابق قیمتیں بڑھادی ہیں۔ [2]ہوم فنانسنگ سیکٹر میں سٹیل کی سالانہ طلب تقریبا7 ملین ٹن ہے جبکہ اس کی رسدے.۴ ملین ٹن ہے اور اس طلب میں ہر پانچ سال کے محتاط اندازے کے مطابق ۲ سے ۳ فیصد سالانہ اضافہ ہو رہا ہے۔ گویا ملکی معیشت میں سٹیل ملز اہم اضافہ کرتی ہے۔ سٹیل ملز کے سربراہ سید واجد بخاری صاحب کا یہ کہنا ہے کہ سٹیل کی تیاری کے لیے جو چیزیں درکار ہوتی ہیں ان میں گیس اور خام مال بہت اہم ہیں. مگر پچھلے دس سالوں میں ان اشیاء کی قیمتوں میں واضح طور پر فرق آیا ہے اور حکومت کی طرف سے ٹیکس کا بڑھانا ہے۔ ان تمام چیزوں کے مدنظر طلب کے مطابق سٹیل کی

---

[1] Iqbal," cement sector of Pakistan" june,23,2021,10;45 https://iips.com.pk/cement-sector-of-pakistan-an-overview/#:~:text=The%20cement%20industry%20of%20Pakistan%20has%20an%20overall%205.3%20percent,steel%2C%20wood%2C%20and%20tiles.

[2] Qadeer shahid,"Pakistan steel industry", july,2,2021,8:20 https://nsac.org.pk/pakistan-steel-industry/

پیداوار کو بڑھانا انتہائی مشکل ہے۔ اس لئے حکومت کو چاہیے کہ سٹیل سیکٹر پر توجہ دے اور مراعات دے تاکہ طلب کے مطابق سٹیل ملز مالکان اس کی رسد کو بڑھا سکیں۔ جتنی پیداوار ہو گی اس لحاظ سے حکومت کو ٹیکس کی صورت میں پیسہ ملے گا اور ملکی معیشت مستحکم ہو گی۔

## لکڑی کی صنعت

گھر کو بنانے میں اور گھر کی تزئین و آرائش میں جہاں اور بہت ساری چیزیں بطور بنیاد کے استعمال ہوتی ہیں وہاں لکڑی کی صنعت بھی اس میں اہم کردار ادا کرتی ہے. برفانی علاقوں میں اور پہاڑی علاقوں میں جہاں سیمنٹ، سریا، ریت اور کرش کا پہنچانا مشکل ہوتا ہے یا پھر ان علاقوں میں یہ چیزیں دستیاب تو ہوتی ہیں مگر مہنگی ہوتی ہیں۔ ان علاقوں میں لکڑی بطور بنیادی عنصر کے گھروں دوکانوں وغیرہ کی تعمیر میں اپنا کردار ادا کرتی ہے۔ وہ علاقے جہاں لوگ گھر سیمنٹ ، سریا، ریت اور اینٹ سے بناتے ہیں۔ ان علاقوں میں گھر کی تزئین و آرائش اور دروازوں اور کھڑکیوں میں لکڑی بطور اور زیب وزینت کے کے استعمال کی جاتی ہے۔ جیسے جیسے ہوم فنانسنگ کی ڈیمانڈ زیادہ سے زیادہ ہو رہی ہے۔ اس طرح ہوم فنانسنگ سے متعلق صنعتوں سے طلب زیادہ ہو رہی ہے جو کہ ایک مثبت اثر ہے۔ کیونکہ جتنی طلب زیادہ ہو گی تو صنعت میں کام ہونے کی وجہ سے روزگار کے مواقع بھی زیادہ ہونگے۔ اس طرح کافی لوگوں کو روزگار فراہم ہو گا اور ملک میں بے روزگاری کم ہو گی جو کہ ملکی معیشت پر مثبت اثرات مرتب کرتی ہے۔ ایک لکڑی جو گھر میں استعمال ہوتی ہے تقریبا سات سے آٹھ آدمیوں کے روزگار کا ذریعہ بنتی ہے۔ درخت کو جنگل میں کاٹنے سے لے کر ایک گھر کا دروازے بننے تک یہ لکڑی سات سے آٹھ انسانوں کو روزگار فراہم کرتی ہے۔

## ریت، کرش کی صنعت

ریت اور بجری گھر کی تعمیر میں اپنا نمایاں کردار ادا کرتی ہیں۔ ان کے بغیر نہ سیمنٹ کا کوئی فائدہ ہے اور نہ ہی سٹیل کسی قسم کی مدد کر سکتا ہے۔ پاکستان کو اللہ تعالیٰ نے معدنیات، قیمتی ہیروں اور کرش کے پہاڑوں سے مالامال رکھا ہے۔ ہوم فنانسنگ کی وجہ سے اس صنعت کی طلب انتہائی بڑھ گئی ہے۔ بہت سے لوگوں کے روزگار کا ذریعہ بن رہی ہے۔ کرش بنانے سے لے کر کرش کے استعمال تک ایک عام سا پتھر بھی تقریباً پانچ لوگوں کے روزگار کا ذریعہ بنتا ہے۔

## قیمتی پتھروں کی صنعت

موجودہ دور میں لوگ گھر میں فرش کو سادہ رکھنے کی بجائے مختلف طرح کے پتھروں کا استعمال کر کے گھر کی خوبصورتی کو نمایاں کرتے ہیں۔ پاکستان ایسے قیمتی پتھروں سے مالا مال ہے۔ سنگِ مرمر جو کئی ممالک میں ایک نایاب پتھر ہے، پاکستان کے صوبہ بلوچستان میں قدرتی طور پر اس پتھر کی فراوانی ہے۔ گھروں کی چھتوں میں کیا جانے والا معروف ملتانی کام بھی اس پتھر کی صنعت کے صنعت کاروں کے ہنر کی مرہونِ منّت ہے۔ ملک کے بیشتر افراد خصوصاً صوبہ بلوچستان اور کوہستان کے لوگوں میں سے اکثر کا پیشہ اِس پتھر کی صنعت سے وابستہ ہے۔ پتھر کاٹنے سے لے کر پتھر کو گھر کی تزئین و آرائش میں استعمال کرنے تک یہ تقریباً آٹھ سے دس افراد کے روزگار کا ذریعہ بنتا ہے۔

اسی طرح تقریباً ۷۰ کے قریب صنعتیں ہیں جن کا تعلق بلواسطہ یا پھر بلاواسطہ ہوم فنانسنگ سے ہے جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ شیشے کی صنعت

۲۔ ماربل کی صنعت

۳۔ الیکٹریکل اور الیکٹرانکس اشیاء کی صنعت

۴۔ فرنیچر کی صنعت

۵۔ کراکری کی صنعت

۶۔ سینٹری آئٹم کی صنعت

۷۔ پی۔ وی۔ سی پائپ کی صنعت

۸۔ پلاسٹک کی صنعت

۹۔ ہارڈ ویئر کی صنعت

۱۰۔ لائٹس کی صنعت

کسی بھی ملک کی معاشی ترقی میں صنعتیں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ گھر چونکہ ہر انسان چاہے وہ امیر ہو یا غریب، مسلم یا غیر مسلم ہر ایک کی بنیادی ضرورت ہے۔ گھر بنانے کے لیے تقریباً ۷۰ سے زائد صنعتیں ایسی ہیں جن کا تعلق ہوم

فنانسنگ سے ہے۔ اور جوں جوں ہوم فنانسنگ کی ڈیمانڈ بڑھ رہی ہے ویسے ہی ان صنعتوں کی طرف ہر خاص وعام کی طلب بھی زیادہ ہو رہی ہے۔ اور ان صنعتوں کو زیادہ کام کرنا پڑ رہا ہے جس کے لیے زیادہ مزدور درکار ہیں۔ اس طرح بے روزگاروں کو روزگار کی فراہمی بھی ممکن ہو رہی ہے۔ بے روزگاری کسی بھی ملک کی معیشت میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ ہوم فنانسنگ کے ذریعے مختلف ہنر مندوں کو مختلف صنعتوں میں جو روزگار کی ذرائع فراہم ہو رہے ہیں اس سے بے روزگاری کی شرح میں نمایاں کمی آرہی ہے۔ اس اعتبار سے ہوم فنانسنگ انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔

## ہوم فنانسنگ سے متعلق اداروں کا ملکی معیشت میں کردار

انسان کی بنیادی ضروریات میں سے ایک ضرورت گھر ہے۔ جس کا حصول جتنا آسان ہو گا اُتنا ملکی معیشت پر مثبت اثر ہو گا۔ جیسے ہوم فنانسنگ سے متعلق صنعتیں ملکی معیشت میں اہم کردار ادا کرتی ہیں، ایسے ہی ہوم فنانسنگ سے متعلق ادارے چاہے اُن کا تعلق بلواسطہ یا بلاواسطہ ہو، ملکی معیشت میں اپنا ایک نمایاں اور مثبت کردار رکھتے ہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جیسے جیسے گھر کے حصول کے لیے طلب بڑھنے لگی تو مستقل طور پر اس نظریے کے پیشِ نظر اداروں کا قیام کیا گیا۔ جن کا مقصد لوگوں کو ہوم فنانسنگ کی سہولت فراہم کرنا تھا۔ جیسے ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن (CFBH)۔

وہ ادارے جو ہوم فنانسنگ یا اس سے متعلق سہولیات فراہم کرتے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ بینک

۲۔ سرکاری اور غیر سرکاری طور پر ہوم فنانسنگ کی سہولت فراہم کرنے والے ادارے

۳۔ سوئی گیس کا ادارہ

۴۔ بجلی فراہم کرنے والے ادارے

۵۔ واٹر بورڈز

یہ وہ بنیادی ادارے ہیں جو مکمّل طور پر ہوم فنانسنگ پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

## ۱۔بینک کا ملکی معیشت میں کردار

بینک ملکی معیشت میں ایک بنیادی اکائی کی حیثیت رکھتا ہے۔ موجودہ دور میں جدید اور ملکی سطح کی سرمایہ کاری اور پیسے کی ترسیل بینک ہی کے ذریعے ممکن ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بینک اِن تمام امور اور اِس سے متعلق دیگر کاموں کے لیے ایک قابلِ اعتماد ادارہ ہے۔ اسی طرح اسلامی اور روایتی بنیکاری مختلف عنوانات سے ہوم فنانسنگ کی سہولت مہیا کرتا ہے۔ بینکوں کے ذریعے جو ہوم فنانسنگ ہوتی ہے اُس کا براہ راست اَثر ملکی معیشت پر ہوتا ہے اور ہوم فنانسنگ کے بڑھتے رُجحان کے پیشِ نظر اسٹیٹ بینک آف پاکستان نے ہوم فنانسنگ سے متعلق باقاعدہ الگ سے اصول و ضوابط متعارف کروائے ہیں۔ روایتی بینک انتہائی کم مارک اَپ پر اور اسلامی بینک مشارکۃ متناقصۃ کی پالیسی اختیار کرتا ہے اور ملک میں ہوم فنانسنگ کو فروغ دینے کے ساتھ ساتھ ملکی معیشت کو مستحکم بنانے میں ہمہ وقت کوشاں ہے۔

## ۲۔ سرکاری اور غیر سرکاری طور پر ہوم فنانسنگ فراہم کرنے والے ادارے

ہوم فنانسنگ کے بڑھتے رُجحان اور عوام کی سہولت کی خاطر حکومت پاکستان نے باقاعدہ طور ہوم فنانسنگ کی سہولت دینے والا ادارہ متعارف کروایا جس کو ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن (HBFC) کے نام سے جانا جاتا ہے۔ گھر کی مرمت کرنے کے لیے اور چھوٹے پیمانے پر ہوم فنانسنگ کی سہولت دینے کے لیے یہ ادارہ متعارف کروایا گیا- اِسی طرح غیر سرکاری ادارے جیسے کہ اخوت فاؤنڈیشن، الخدمت فاؤنڈیشن اور دیگر کچھ دوسرے بلڈرز ہوم فنانسنگ کی سہولت فراہم کرتے ہیں جس سے زیادہ تر ملازم پیشہ طبقہ مستفید ہوتا ہے۔ ٹیکس کے ذریعے اور اپنے گھر کے حصول کے ذریعے ملک کے افراد کو مستحکم کرتے ہیں افراد کے مستحکم ہونے کا اثر ملک کی معیشت پر براہ راست اثر ہوتا ہے۔

## ۳۔ بجلی فراہم کرنے والے ادارے

یہ سہولیات کا دور ہے۔ تقریباً ہر چیز کو چلانے اور اُس کو قابل استعمال بنانے کے لیے بجلی کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایسے ہی گھر کو روشن کرنے اور اُس میں پانی کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے بجلی کی فراہم کی ضرورت ہوتی ہے۔ اپریل ۲۰۲۱ء کی رپورٹ کے مطابق پاکستان میں سالانہ گھریلو سیکٹر کو بجلی ۴۰۰۰۰ میگاواٹ فراہم کی جارہی ہے جبکہ موجودہ گھریلو سیکٹر میں بجلی کی طلب ۴۹۰۰۰ میگاواٹ ہے۔ وسائل کی کمی کی وجہ سے اِس ضرورت کو لوڈشیڈنگ کے ذریعے

کسی حد تک پورا کیا جاتا ہے۔ بجلی ایسی بنیادی ضرورت بن چکی ہے کہ ایک علاقے میں اِس کی موجودگی وہاں کی زمین اور گھروں کے کرائے اور مالیت کو بڑھا دیتی ہے۔ گھریلو صارفین سے بجلی کی مد میں پر یونٹ ۳روپے ٹیکس وصول کیا جاتا ہے جو ماہانہ کی بنیاد پر اربوں میں بنتا ہے گویا بجلی کی سہولت فراہم کرنے والے اداروں کے ذریعے ملکی معیشت کو ٹیکس کی صورتوں میں اربوں روپے کا ماہانہ فائدہ ہوتا ہے۔ اس لیے حکومت کو چاہیے کہ بجلی پیدا کرنے والے وسائل کا صحیح استعمال کر کے ملک کے ہر باسی تک بجلی کو پہنچایا جائے اور لوگوں کی زندگیوں کو آسان بنانے کے ساتھ ساتھ معیشت کو مستحکم کرنے کے اِس ذریعے کو مکمّل کارآمد بنایا جائے۔

## ۳۔ سوئی گیس فراہم کرنے والے ادارے

پاکستان کو اللہ تعالیٰ نے قدرتی گیس سے مالا مال کر رکھا ہے۔ پاکستان میں مختلف مقامات پر گیس کے بہت بڑے بڑے ذخائر کنوؤں کی صورت میں موجود ہیں۔ اِس وقت پاکستان روزانہ کی بنیاد پر ۱۵۰۰۰ کیوبک فِٹ روزانہ کی بنیاد پر گیس پیدا کر رہا ہے۔ گیس کی پیداوار کے لحاظ سے پاکستان دنیا میں ۲۶ نمبر پر آتا ہے۔ پاکستان میں گھریلو صارفین کو روزانہ کی بنیاد پر ۹۰۰۰ کیوبک فِٹ فراہم کی جاتی ہے جبکہ گھریلو صارفیں کی روزانہ کی بنیاد پر گیس کی طلب ۱۱۰۰۰ کیوبک فِٹ ہے۔ طلب کے پیشِ نظر یہ پیداوار بہت کم ہے۔ سردیوں کے موسم میں اِس طلب میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ اِسی وجہ سے گھریلو صارفین کی اِس طلب کو پورا کرنے کے لیے سردیوں میں صنعتوں اور سی این جی اسٹیشنز کو گیس کی فراہمی معطل کر دی جاتی ہے اور گھریلو صارفین کو گیس کی فراہمی کے لیے ایک نظام الاوقات بنایا جاتا ہے تاکہ ہر گھر تک مختلف اوقات میں گیس کی سہولت میسر ہو۔ گیس کے فی یونٹ پر ہر پاکستانی تقریباً 6.75 روپے بطور ٹیکس حکومت کو ادا کرتا ہے۔ یہ ایک بڑی رقم ہے جو ٹیکس کے طور پر خاموشی کے ساتھ گیس کے بِلوں میں شامل کر کے صارفین سے وصول کی جاتی ہے اور ماہانہ کی بنیاد پر اربوں روپے کی آمدن محکمہ گیس حکومت پاکستان کو دیتا ہے اور یہ تمام ٹیکس قومی خزانے میں جمع ہوتا ہے اور معیشت کو مستحکم کرنے کا ذریعہ بنتا ہے۔

## ۴۔ واٹر بورڈز

پینے کے لیے صاف پانی کا میسر ہونا موجودہ دور میں آہستہ آہست ایک چیلنج بنتا جا رہا ہے اور یہ ایک ملکی مسئلہ نہیں بلکہ بین الاقوامی مسئلہ بن چکا ہے اکثر ممالک میں یا تو پانی کی قِلت ہے یا پھر پانی تو ہے مگر پینے کے قابل نہیں- پانی کو پینے کے قابل بنانے کے لیے مختلف ممالک میں حکومتی سطح پر پروجکٹ لگائے گے ہیں جن کا مقصد سمندری پانی کو نمکیات

سے پاک کر کے پینے کے قابل بنانا ہے۔ کچھ عرصہ قبل جب ملک پاکستان کے روشنیوں بھرے شہر کراچی کو پانی کی قلت کا سامنا ہوا تو حکومتِ وقت نے بھی سوچا کہ ایسے پلانٹ لگایا جائے جو سمندری پانی کو پینے کے قابل بنائے۔ مختلف سوسائٹیز (بحریہ ٹاؤن، ڈی ایچ۔ اے) سی۔ ڈی۔ اے سیکٹر اور دیگر کینٹ ایریا میں پانی کی سپلائی سرکاری فلٹرز اور سرکاری واٹر ٹینکس کے ذریعے ہوتی ہے اور لوگوں سے ماہانہ پانی کا بل وصول کیا جاتا ہے۔ اِن بلوں میں ایک مناسب مقدار بطور ٹیکس کے وصول کی جاتی ہے جو ملکی معیشت بہتر بنانے میں مدد دیتی ہے۔

## خلاصہِ کلام

مذکورہ بالا بحث سے معلوم ہوا کہ جیسے گھریلو مالکاری (ہوم فنانسنگ) سے متعلق صنعتیں ملکی معیشت کو بڑھانے میں بلواسطہ یا بلاواسطہ اپنا ایک نمایاں کردار ادا کرتی ہیں ایسے ہی بعض وہ ادارے جو براہ راست ہوم فنانسنگ کی سہولت دے رہے ہیں یا ہوم فنانسنگ سے متعلق جو بنیادی اشیاء ہیں اُن کی فراہمی کا سبب بنتے ہیں اِس نوعیت کے تمام ادارے ملکی معیشت کو گھریلو مالکاری حاصل کرنے والے افراد سے ٹیکس وصول کر کے ملکی معیشت کو مستحکم کرنے میں کوشاں ہیں۔ ملکی معیشت جہاں اور بہت سارے ذرائع سے مضبوط ہوتی ہے اُن ذرائع میں ایک بنیادی ذریعہ ٹیکس ہے اور ہر بندے سے ٹیکس وصول کرنے کا آسان ذریعہ یہ ادارے اور صنعتیں ہیں۔ ادارے اور صنعتیں براہ راست ہر انسان کی گھریلو زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اِس لیے حکومتِ پاکستان کو چاہیے اِن اداروں اور صنعتوں پر توجہ دیں اور ترجیحی بنیادوں پر مراعات دیں کیونکہ ہوم فنانسنگ کے ذریعے بہت سے لوگوں کو روزگار فراہم کرنے کا ذریعہ یہ ادارے بنتے ہیں اور ایک بڑی رقم ٹیکس کی اِن اداروں کے ذریعے حاصل کر کے ملکی خزانے میں جمع کروائی جاتی ہے۔

## خلاصہ بحث

ہوم فنانسنگ سے مراد وہ سرمایہ کاری ہے جو گھر کے حصول کے لیے کی جائے۔ اردو اور عربی زبان میں اِس کے لیے مختلف الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔ ہر حکومت کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ اپنے ملک کے باسیوں کو بنیادی ضروریات ( روٹی، کپڑا، مکان ) کے ساتھ ساتھ دیگر سہولیات بھی دے۔ اِس سلسلے میں مختلف ممالک کی مختلف تاریخ رہی ہے۔ یہ ایک بین الاقوامی مسئلہ چلا آرہا ہے کہ کیسے لوگوں کو سستی اور معیاری رہائش میسر کی جائے۔ اِس مسئلہ سے دوچار ہونے کی وجوہات میں ایک بنیادی وجہ طلب ورسد کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مناسب اقدامات نہ کرنا اور نجی ہاؤسنگ سوسائیٹز کا ایک مافیا کی شکل اختیار کر جانا ہے۔ گھر انسان کو جسمانی حفاظت کے لیے محض چھت کا کام ہی نہیں دیتا بلکے لوگوں کی انفرادی اور اجتماعی ترقی کرنے میں اپنا ایک منفرد کردار رکھتا ہے۔ چنانچہ گھر کی اِس اہمیت کے پیشِ نظر مختلف ممالک نے ملکی سطح پر مختلف ادارے بنوائے جن کا واحد مقصد عوام الناس کو نئے گھر سستی و معیاری رہائش فراہم کرنا تھا تاکہ لوگ سکون سے زندگی بسر کر سکیں۔

اِس باب کی دوسری فصل میں اُن مسائل کو اجاگر کیا گیا ہے جو ہوم فنانسنگ کی وجہ بنتے ہیں۔ دیہاتی اور شہری زندگی کو جو مسائل لاحق ہوتے ہیں اور ہر بندہ اپنی حد تک کوشش کر کے اُن کا حل تلاش کرتا ہے اور دوسرے کے لیے مسائل بنا دیتا ہے۔ اگر اِن مسائل کا حل حکومتی سطح پر کیا جائے تو نہ صرف یہ کہ مسائل حل ہوں گے بلکہ ہوم فنانسنگ کی ڈیمانڈ بھی زیادہ ہو گی حکومتی سطح پر۔ حکومتی سطح پر ہوم فنانسنگ کے ملکی معیشت پر بھی مثبت اثرات مرتب ہوں گے۔ حکومت کو چاہیے اُن صنعتوں اور اداروں کو مراعات دے جو براہ راست ہوم فنانسنگ سے وابستہ ہیں اور بہت سے لوگوں کے روزگار کا سبب بنی ہوئی ہیں۔ کیونکہ بہت سے ادارے اور صنعتیں ایسی ہیں جن کی آمدن کا ۸۰ فیصد دارومدار ہوم فنانسنگ پر ہے۔

# باب دوم:

# ہوم فنانسنگ سے متعلق روایتی بینکاری

## فصلِ اوّل: روایتی اداروں کا تعارف اور اُن کی کارکردگی

## فصلِ دوم: روایتی اداروں اور بینکوں کا طریقۂ کار

# فصلِ اوّل

## روایتی اداروں کا تعارف اور اُن کی کارکردگی

بینک ملکی معیشت میں بنیادی اکائی کی حیثیت رکھتا ہے۔ ہمارا مالیاتی شعبہ ترقّی یافتہ دنیا کے بینکوں سے بہت مختلف انداز میں تیار ہوا ہے۔ پاکستان بننے کے ایک سال تک ہمارے پاس مرکزی بینک موجود نہیں تھا۔ حبیب بینک جو کہ ۱۹۴۱ء میں قائم ہوا تھا، کسی قدر اس خلا کو ابتدائی طور پر پُر کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ ۱۹۴۸ء میں آدھی حکومت کی ملکیت کے تحت اسٹیٹ بینک آف پاکستان قائم کیا گیا۔ اس وقت تک گھریلو بینکوں کا کردار محدود تھا۔ پورے ملک میں صرف ۲۵ شاخیں کام کر رہی تھیں۔ لہٰذا ابتدائی طور پر اسٹیٹ بینک کو یہ تجویز کیا گیا کہ وہ تجارتی بینکاری چینلز تیار کرے اور مالیاتی استحکام کو برقرار رکھے تاکہ نئی تخلیق شدہ ریاست میں تجارت فروغ پائے۔ اس کے بعد مرکزی بینک کے ساتھ اوّلاً شامل ہونے والے بینکوں میں حبیب بینک، الائیڈ بینک اور نیشنل بینک شامل تھے۔

### ۱۔ حبیب بینک لمیٹیڈ (Habib Bank Limited)

پاکستان کا سب سے بڑا بینک (HBL) پہلا تجارتی بینک تھا جو ۱۹۴۷ء میں پاکستان میں قائم ہوا تھا[1]۔ حبیب بینک حبیب بینک لمیٹڈ اور چند دیگر بینکوں کی اسٹیٹ بینک کے ساتھ شمولیت نے اسٹیٹ بینک کو جہاں دیگر فوائد دیے وہاں اِن کی شمولیت نے اسٹیٹ بینک کو استحکام بھی بخشا۔ مگر بدقسمتی سے ہماری بنائی ہوئی ناقص اور مفاد پرست پالیسیوں کی وجہ سے حکومتِ پاکستان کو ۲۰۰۴ء میں ایچ۔ بی۔ ایل کی نجکاری کرنا پڑی جس کے ذریعے آغا خان فنڈ برائے معاشی ترقّی

(Agha Khan Fund For Economic Development) نے بینک کی ۵۱ فیصد حصص داری اور انتظامی کنٹرول

حاصل کیا تھا اور گورنمنٹ آف پاکستان ۴۱۰۵ فیصد پر کنٹرول رکھتی تھی اور اپریل ۲۰۱۵ء کو یہ باقی ۴۱۰۵ فیصد حصص کی بھی نجکاری کر کے ایچ۔ بی۔ ایل کو مکمّل ایک پرائیویٹ بینک بنا دیا ہے۔

---

[1] ۔ ایچ۔ بی۔ ایل، حبیب بینک لمیٹڈ، حبیب بینک لمیٹڈ کا تعارف، ۱۵ اپریل ۲۰۲۱ء
https://www.hbl.com/about-us

## ایچ۔بی۔ایل کے شعبے:

ایچ۔بی۔ ایل ایک مکمّل تجارتی بینک ہے۔ ایچ۔بی۔ ایل کے دیگر شعبے درج ذیل ہیں۔

۱۔ کارپوریٹ اورانویسٹمنٹ بینک

۲۔ ٹریژری

۳۔ ایس۔ ایم۔ ای اور رورل بینکنگ

۴۔ مالیاتی ادارے اور عالمی تجارتی خدمات

۵۔ ٹرانزیکشن بینکنگ

۶۔ اسلامک بینکنگ

یہ تمام شعبے ایچ۔بی۔ ایل میں فعال شعبے ہیں۔

## اثاثے:

سالانہ پیش کردہ رپورٹ کے مطابق ایچ۔بی۔ ایل کے پاس مجموعی طور پر ۲۴ ارب امریکی ڈالر (مالی سال ۲۰۲۰ء) کا اثاثہ ہے۔

## بورڈ آف ڈائریکٹرز:

آٹھ بندوں پر مشتمل ٹیم ایچ۔بی۔ ایل کی بورڈ آف ڈائریکٹرز کہلاتی ہے۔ ایچ۔بی۔ ایل کے بورڈ آف ڈائریکٹرز میں شامل حضرات میں سے اکثر وہ ہیں جن کا بین الاقوامی سطح کا تجربہ ہے۔ اِن حضرات کے نام اور مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

### ۱۔ جناب سلیم رضا (ڈائریکٹر)

سلیم رضا صاحب ۲۰۱۷ء میں بورڈ آف ڈائریکٹرز میں شامل ہوئے۔ دیگر کوائف کے علاوہ سلیم رضا صاحب کو بینکنگ اور مالیاتی شعبوں میں ۴۰ سال سے زیادہ کا تجربہ ہے۔ آپ اسٹیٹ بینک آف پاکستان کے گورنر بھی رہ چکے ہیں۔

### ۲۔ محترمہ صبا کمال صاحبہ (ڈائریکٹر)

محترمہ صبا کمال انفارمیشن ٹیکنالوجی کے شعبے میں 3 دہائیوں سے زیادہ کا تجربہ رکھتی ہیں، جس میں 20 سال کا پاکستان اور بین الاقوامی سطح پر آئی بی ایم کے ساتھ قائدانہ عہدوں پر فائز رہنا شامل ہے۔

### ۳۔ محترم خلیل احمد (ڈائریکٹر)

محترم خلیل احمد صاحب متعلقہ شعبے میں ۴۰ سال سے زیادہ کا تجربہ رکھتے ہیں۔ آپ گلوب فائنانشل گروپ سے وابستہ رہے جہاں آپ انویسمنٹ آفیسر تھے۔

### ۴۔ محترم شفیق دھر مشتی صاحب (ڈائریکٹر)

جناب شفیق دھر مشتی صاحب نے ۲۰۱۵ء میں بورڈ میں شمولیت اختیار کی تھی۔ آپ مشرقِ وسطیٰ اور افریقہ میں بینکاری کا ۲۵ سال سے زائد کا تجربہ رکھتے ہیں۔

### ۴۔ محترم معیز احمد جمال صاحب (ڈائریکٹر)

محترم معیز احمد جلال صاحب ۲۰۰۹ء سے ایچ۔ بی۔ ایل کے بورڈ میں شامل ہیں۔ آپ بینکاری کے شعبے میں ۳۹ سال سے زائد کا تجربہ رکھتے ہیں۔

### ۶۔ محترم سلطان علی الانہ (چیئرمین)

محترم سلطان علی الانہ فروری ۲۰۰۴ء سے ایچ۔ بی۔ ایل کے بورڈ آف ڈائریکٹرز کے چیئرمین ہیں۔ آپکا بینکاری اور فنانسنگ کے شعبے میں ۳۵ سال سے زائد کا تجربہ ہے۔

### ۷۔ جناب محمد اورنگزیب (صدر او۔ سی۔ ای۔ او)

محمد اورنگزیبصاحب ۳۰ اپریل ۲۰۱۸ء کو صدر او۔ سی۔ ای۔ او کی حیثیت سے ایچ۔ بی۔ ایل میں شامل ہوئے۔ ملکی اور غیر ملکی مقامات پر مختلف مالی اداروں کا ۳۰ سال سے زائد کا بینکاری کا تجربہ رکھتے ہیں۔

### ۸۔ ڈاکٹر نجیب سمیع (ڈائریکٹر)

ڈاکٹر صاحب ۲۰۱۳ میں ایچ۔ بی۔ ایل کے بورد آف ڈائریکٹرز میں شامل کیے گئے۔ آپ کا بینکاری میں مجموعی لحاظ سے ۳۷ سال سے زائد کا تجربہ ہے۔

## دیگر عملہ اور شاخیں:

۱۹۴۷ء میں قائم ہونے والے اس پہلے پاکستانی بینک کی ۲۰۲۰ء کی
رپورٹ کے مطابق ۱۴ ممالک پر محیط ۱۷۰۰ شاخیں ہیں جن میں ۲۳ لاکھ سے زائد ملازمین کام کر رہے ہیں۔

## کارکردگی:

۲۹ جولائی ۲۰۲۱ء کی جاری کردہ رپورٹ کے مطابق ایچ۔ بی۔ ایل ۲۹ جولائی ۲۰۲۱ء کی جاری کردہ رپورٹ کے مطابق ایچ۔ بی۔ ایل نے ۱۸ کروڑ روپے تیکس جمع کروایا ہے جبہ کہ گزشتہ سال ۲۰۲۰ء کے مقابلے میں ۲۱ فیصد زیادہ ہے۔ ۲۰۲۰ء میں ٹیکس کیشرح ۱۰.۳۲ تھی جبکہ ۲۰۲۱ء میں ۱۸ کروڑ سے زائد ٹیکس جمع کروایا گیا ہے۔ ۲۰۲۱ء میں ایچ۔ بی۔ ایل نے دیہی علاقوں میں بھی گزشتہ برسوں کی نسبت زیادہ بینکنگ کی۔ آن لائن بینکنگ میں بھی ایچ۔ بی۔ ایل موبائل بینکنگ استعمال کرنے والوں کی تعداد ۲ کروڑ سے بھی زیادہ ہو گئی ہے۔

ایچ۔ بی۔ ایل کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ ایچ۔ بی۔ ایل نے اپنی ۲۰۰ برانچوں کو اسلامی بینکنگ میں تبدیل کر دیا ہے۔ ایچ۔ بی۔ ایل کا یہ بھی ایک اعزاز ہے کہ یہ پاکستان کا پہلا بینک ہے جس نے اپنی ۲ شاخیں چائنہ کے شہر بیجنگ میں کھولی ہیں۔ اِس حُسنِ کارکردگی پر بینک کو چار مختلف ایوارڈز دیے گئے ہیں۔

Euro Money Award پروگرام میں ایچ۔ بی۔ ایل نے **Best Bank in Pakistan** کا ایوارڈ اپنے

ا۔

نام کیا۔

۲۔ ایچ۔ Asia Money Award پروگرام میں بھی "**Best Domestic Bank**" کا ایوارڈ جیتا۔
بی۔ ایل نے

۳۔ **Best Investment Bank**" کا ایوارڈ ایچ۔ بی۔ ایل نے Finance Asia پروگرام میں جیتا۔

## ہوم فنانسنگ سے متعلق حبیب بینک کی کارکردگی

حبیب بینک اپنے صارفین کو جہاں اور بہت ساری سہولیات دیتا ہے وہاں ہوم فنانسنگ جیسی سہولت بھی دیتا ہے۔ میرا پاکستان میرا گھر کے نام سے اِس فنانسنگ کو متعارف کروایا گیا ہے۔ اِس سہولت کے تحت بینک صارف کو اپنا گھر تعمیر کرنے، زمین خریدنے اور گھر کی مرمت کرنے میں مدد دیتا ہے۔ اِس فنانسگ کی میعاد ۵ سال سے ۲۰ سال تک کی ہے۔ کم سے کم ایک لاکھ کے قریب تنخواہ والا شخص جس کی عمر ۲۲ سے ۶۰ سال کی بیچ ہو وہ اِس سہولت کو حاصل کر سکتا ہے۔ ہوم فنانسنگ کے لیے مطلوب دستاویزات میں قومی شناختی کارڈ، تنخواہ سے متعلق معلومات اور پچھلے ۱۲ ماہ کی اکاؤنٹ کی تفصیلات شامل ہے۔ ہوم فنانسنگ کی مدّ میں ۲ لاکھ سے ۵۰ لاکھ تک قرضے کی صورت میں حبیب بینک صارف سے تعاون کرتا ہے۔

## ۲۔ الائیڈ بینک آف پاکستان (Allied Bank of Pakistan)

الائیڈ بینک پاکستان میں قائم ہونے والا پہلا بینک ہے۔ قیامِ پاکستان سے قبل آسٹر یلیشیا بینک کے نام سے لاہور میں اس بینک کی بنیاد رکھی گئی اور پھر ۱۹۷۴ء میں اس کا نام الائیڈ بینک آف پاکستان رکھا گیا۔[1] اگست ۲۰۰۴ء میں چند عوارضات کی بنا پر الائیڈ بینک کی نجکاری کر دی گئی اور ۶۵ فیصد حصص میں حکومت پاکستان کے ساتھ ابراھیم گروپ اس بینک کا مالک بنا اور ۲۰۰۵ء میں مکمّل طور پر ابراھیم گروپ الائیڈ بینک کا مالک بن گیا اور اس کا نام الائیڈ بینک لمیٹڈ ہو گیا۔

---

[1] ۔ اے۔ بی۔ ایل، الائیڈ بینک آف پاکستان، الائیڈ بینک کا تعارف، ۱۵ اپریل ۲۰۲۱ء
https://www.abl.com/the-bank/company-information/

## بینک کی شاخیں:

آج ۷۵ برس سے زائد کا عرصہ گزر جانے کے بعد مضبوط حصص، اثاثہ جات اور ڈیپازٹ کی بنیاد پر بینک بااختیار انداز میں اپنے قدم جما چکا ہے۔ پاکستان میں الائیڈ بینک کا نیٹ ورک ۱۳۵۰ سے زائد آن لائن شاخوں اور ۱۵۰۰ سے زائد اے۔ ٹی۔ ایمز اور تقریباً ۱۲الاکھ ملازمین پر مشتمل ہے۔

## الائیڈ بینک لمیٹڈ کا مشن:

الائیڈ بینک لمیٹڈ کا وژن مندرجہ ذیل نکات پر مشتمل ہے۔

ا۔ صارفین کو اضافی فوائد کے ساتھ خدمات کی فراہمی

۲۔ صارفین کی ضروریات کے مطابق اختراعی حل پیش کرنا

۳۔ معاشرے کی تعمیر میں فعال کردار ادا کرنا

۴۔ متحرک اور موثر بینکنگ کے ساتھ مربوط حل فراہم کرتے ہوئے صارفین کیلئے اوّلین ترجیح بننا

۵۔ دیانتداری کے ساتھ خدمات کی فراہمی میں برتری اور اعلیٰ کردار کے ساتھ جدّت اور ترقّی کی طرف گامزن رہنا

## بورڈ آف ڈائریکٹرز:

الائیڈ بینک لمیٹڈ کا بورڈ آف ڈائریکٹرز آٹھ بندوں پر مشتمل ہے۔ جن کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

### ا۔ جناب محمد نعیم مختار (چئیرمین)

محمد نعیم مختار الائیڈ بینک کے چیئرمین اور نان ایگزیکٹو اسپانسر ڈائریکٹر ہیں۔ آپ ۲۰۰۴ء سے الائیڈ بینک کے بورڈ کے چیئرمین ہیں۔ بینکاری کے شعبے میں آپ کا تجربہ ۳۴ سال سے زائد کا ہے۔

## ۲۔ جناب شیخ مختار احمد (ڈائریکٹر)

آپ ۲۰۰۵ء سے الائیڈ بینک کے بورڈ آف ڈائریکٹرز میں شامل ہیں۔ ۱۹۴۷ء میں پاکستان کی طرف ہجرت کرنے کے فوراً بعد آپ نے اپنے کاروباری کیریئر کی ابتداء کی۔ مختلف صنعتوں اور مالیاتی کمپنیوں کے قیام اور کامیابی کے ساتھ چلانے کا ۵۸ سال سے زائد کا تجربہ ہے۔

## ۳۔ جناب محمد وسیم مختار (ڈائریکٹر)

آپ ۲۰۰۴ء سے الائیڈ بینک لمیٹڈ کے بورڈ آف ڈائریکٹرز میں شامل ہیں۔ آپ کا فنانس، آئی۔ ٹی، اور انڈسٹری میں ۲۲ سال کا متنوع تجربہ ہے۔

## ۴۔ جناب عبد العزیز خان (ڈائریکٹر)

آپ بھی ۲۰۰۴ء سے الائیڈ بینک لمیٹڈ کے بورڈ آف ڈائریکٹرز میں شامل ہیں۔ مجموعی طور پر بینکاری میں ۵۶ سال کا تجربہ ہے۔ جس میں ۹ سال بین الاقوامی بینکاری میں اہم عہدوں پر فائز رہنا شامل ہے۔

## ۵۔ جناب ڈاکٹر محمد اکرم شیخ (ڈائریکٹر)

آپ فروری ۲۰۱۵ء میں الائیڈ بینک لمیٹڈ کے بورڈ آف ڈائریکٹرز میں شامل ہوئے۔ سرکاری اور نجی شعبے میں ۵۴ سال سے زیادہ کا تجربہ ہے۔ آپ نے گلوبال تھنک نیٹ ورک کی بنیاد رکھی۔ آپکو اپنے بہترین کارناموں کی بنا پر تمغۂ ہلالِ امتیاز سے نوازا گیا۔

## ۶۔ جناب ظفر اقبال صاحب (ڈائریکٹر)

آپ اگست ۲۰۱۵ء میں الائیڈ بینک لمیٹڈ کے بورڈ آف ڈائریکٹرز میں شامل ہوئے۔ آپ مختلف مالی اداروں میں اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔ آپ مجموعی طور پر ۳۴ سال کا تجربہ رکھتے ہیں۔ گزشتہ ۲۷ سالوں میں مختلف ملکی اور غیر ملکی کمپنیوں میں ڈائریکٹر کے طور پر خدمات سرانجام دیتے رہے ہیں۔

## ۷۔ محترمہ نصرت بشیر صاحبہ (ڈائریکٹر)

آپ نے اگست ۲۰۱۸ء میں الائیڈ بینک کے بورڈ آف ڈائریکٹرز میں شمولیت اختیار کی۔ آپ گورنمنٹ سروس سے بی۔ پی۔ ایس ۲۲ میں ریٹائر ہوئیں۔ مضموعی طور پر ۳۶ سال سے زیادہ کا سول سروس کا متنوع تجربہ رکھتی ہیں۔

## ۸۔ جناب ایزد گل صاحب (چیف ایگزیکٹو)

آپ ۲۰۰۵ء میں الائیڈ بینک میں بطور ریجنل کارپوریٹ ہیڈ شامل ہوئے۔ آپ کو ملکی اور گیر ملکی اداروں میں مختلف عہدوں پر ۲۵ سال کام کرنے کا تجربہ ہے۔

آپ الائیڈ بینک کے چیف ایگزیکٹو آفیسر ہونے کے ساتھ ساتھ الائیڈ بینک کی طرف سے پاکستان بزنس کونسل میں بینک کے نمائندہ بھی ہیں۔

## الائیڈ بینک کے اثاثے:

ایک موجودہ سالانہ پیش کردہ رپورٹ کے مطابق الائیڈ بینک مجموعی طور پر ۲۲۰۶ ملین امریکی ڈالر کے اثاثے رکھتا ہے۔

## ہوم فنانسنگ سے متعلق الائیڈ بینک کی کارکردگی

الائیڈ بینک پاکستان کے مشہور بینکوں میں سے ایک ہے اور اِس کا ہوم فنانسنگ کا طریقہ دیگر تمام مروجہ بینکوں میں سب سے زیادہ آسان ہے۔ وہ بندہ جو کم سے کم الائیڈ بینک کا اکاؤنٹ ہولڈر ہو پچھلے چھ ماہ سے بینک اُسکو ہوم فنانسنگ کی سہولت فراہم کرتا ہے۔ جس کے تحت صارف گھر یا اپارمنٹ کی خریداری، موجودہ زمین پر گھر کی تعمیر، گھر کی مرمت یا گھر بنانے کے لیے زمین کی خریداری کر سکتا ہے اِس سہولت کو حاصل کرنے کے لیے درج ذیل شرائط کا پورا ہونا ضروری ہے۔ کم سے کم پچاس ہزار تنخواہ کا ہونا، عمر ۲۵ سے ۵۷ سال تک ہونا، آخری چھ ماہ کی اکاؤنٹ کی تفصیلات، قومی شناختی کارڈ کا ہونا، اِس شرائط کو پورا کرنے والا شخص الائیڈ بینک سے ۳ سے ۲۵ سال کی مدت کے لیے زیادہ سے زیادہ ۴۰ لاکھ روپے تک کا قرضہ لے سکتا ہے۔

## ۳۔ عسکری بینک لمیٹڈ (Askari Bank Limited)

عسکری بینک کا سابقہ نام عسکری کمرشل بینک تھا۔ یہ پاکستان کا پہلا تجارتی اور ریٹیل بینک ہے۔ یہ بینک فوجی فاؤنڈیشن کی ملکیت ہے۔ اس بینک کی بنیاد ۹ اکتوبر ۱۹۹۱ء کو پبلک لمیٹڈ کمپنی کی حیثییت سے رکھی گئی تھی۔ ۱۳ فروری ۱۹۹۲ء کو اسٹیٹ بینک آف پاکستان سے بینکنگ کا لائسنس حاصل کیا۔ ۲۱ جون ۲۰۱۳ء کو فوجی فاؤنڈیشن نے دیوالیہ ہونے کے خطرے سے بینک کو فوجی گروپ کے آگے بیچ دیا۔ تا حال یہ بینک فوجی گروپ کی ملکیت ہے۔[1]

### بورڈ آف ڈائریکٹرز:

عسکری بینک کا بورڈ آف دائریکٹرز ۸ ارکان پر مشتمل ہے۔ جن کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

### ۱۔ جناب وقار احمد ملک (چیئرمین)

وقار احمد ملک صاحب ۹ اپریل ۲۰۲۰ء کو عسکری بینک لمیٹڈ کے چیئرمین منتخب ہوئے۔ آپ مجموعی طور ر مختلف مالیاتی اداروں میں کام کرنے کا ۲۷ سالہ تجربہ رکھتے ہیں۔

### ۲۔ میجر جنرل طارق خان صاحب (ڈائریکٹر)

آپ ۱۹۷۷ء میں کمیشن پاس کرنے کے بعد فوج کی جانب سے مختلف مالی اداروں کے عہدوں پر فائز رہے اور ۲۰۱۲ء میں ریٹائرمنٹ کے بعد عسکری بینک میں انچارج کے طور پر تعینات ہوئے۔ پھر ۲۰۱۵ء میں بینک کے بورڈ آف دائریکٹرز کے رُکن منتخب ہوئے۔

### ۳۔ جناب سرفراز احمد رحمٰن صاحب (ڈائریکٹر)

سرفراز احمد رحمٰن صاحب نے ۲۰۰۵ء سے ۲۰۱۲ء تک اینگرو فوڈز کے سربراہ کے طور پر خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے دسمبر ۲۰۱۲ء میں عسکری بینک لمیٹڈ کو جوائن کیا۔ ۲۰۱۶ء میں آپ بینک کے بورڈ آف ڈائریکٹرز کے رُکن بنے۔ آپ مجموعی لحاظ سے ۲۷ سالہ تجربہ رکھتے ہیں۔

---

[1] اے۔کے۔بی۔ایل، عسکری بینک لمیٹڈ، عسکری بینک کا تعارف، ۱۵ اپریل ۲۰۲۱ء۔ https://askaribank.com/about-us/corporate-information/overview/#:~:text=Askari%20Bank%20was%20incorporated%20in,the%20Banking%20Companies%20Ordinance%2C%201962

## ۴۔ جناب ڈاکٹر ندیم عنایت (ڈائریکٹر)

ڈاکٹر ندیم عنایت صاحب جون ۲۰۱۳ میں بورڈ آف ڈائریکٹرز میں شامل ہوئے۔ آپ نے معاشیات میں پی۔ ایچ۔ ڈی کی۔ مجموعی لحاظ سے ۲۸ سال کا تجربہ رکھتے ہیں۔

## ۵۔ جناب سید بختیار کاظمی (ڈائریکٹر)

آپ ۱۸ نومبر ۲۰۲۰ء کا بورڈ آف ڈائریکٹرز میں شامل ہوئے۔ آپ ملکی اور غیر ملکی مختلف اداروں میں مختلف عہدوں پر کام کرنے کا ۳۵ سال کا تجربہ رکھتے ہیں۔

## ۶۔ جناب ڈاکٹر مشتاق (ڈائریکٹر)

ڈاکٹر مشتاق ملک ۱۳۱مارچ ۲۰۲۱۷ء کو بورڈ آف ڈاریکٹرز میں شامل ہوئے۔ آپ حکومتِ پاکستان کی جانب سے وزارتِ معدنیات کے سربراہ بھی رہے۔ مجموعی طور پر آپ ۲۲ سالہ تجربہ رکھتے ہیں۔

## ۷۔ جناب محمد آفتاب منظور (ڈائریکٹر)

محمد آفتاب منظور بینکنگ کے شعبے میں ۳۵ سال کا تجربہ رکھتے ہیں جس میں ۹ سال غیر ملکی بینکوں میں سی۔ ای۔ او تعینات رہے اور فروری ۲۰۱۴ء میں عسکری بینک کے بورڈ آف ڈائریکٹرز میں شامل ہوئے۔ .

## ۸۔ جناب محمد عابد ستار (ڈائریکٹر)

محمد عابد ستار ایک ماہر معیشت دان ہیں۔ کیمبرج یونیورسٹی کی جانب سے آپ کو گولڈ میڈل سے بھی نوازا گیا۔
آپ ۲۰۰۹ء سے عسکری بینک کے بورڈ آف ڈایئریکٹرز کے ممبر ہیں۔ مجموعی لحاظ سے ۳۸ سال کا بینکنگ کا تجربہ رکھتے ہیں۔

## بینک کی شاخیں:

۹۸۲ شاخیں، ۱۰۲۹۰ اے۔ ٹی۔ ایمز اور ۸ لاکھ ملازمین پر مشتمل عسکری بینک لمیٹڈ کا یہ نیٹ ورک کم وقت میں کامیاب ہونے والا واحد نیٹ ورک ہے۔

## بینک کے اثاثے:

۲۰۱۹ء کی رپورٹ کے مطابق عسکری بینک لمیٹڈ ۷۹۸ بلین پاکستانی روپے کا مالک ہے۔

## ہوم فنانسنگ سے متعلق عسکری بینک کی خدمات

عسکری بینک بھی ہوم فنانسنگ کی سہولت فراہم کرتا ہے اِس کی ہوم فنانسنگ کی سہولت حاصل کرنے کے لیے شرائط تقریباً الائیڈ بینک والی ہی ہیں الائیڈ بینک صارف سے چھ ماہ کی اکاؤنٹ کی تفصیلات مانگتا ہے جبکہ عسکری بینک ایک سال کی اکاؤنٹ کی تفصیلات مانگتا ہے شرائط پورا کرنے والے صارف کو عسکری بینک ۵ لاکھ سے ۲۰ لاکھ روپے کا قرضہ دیتا ہے جس کی واپسی کی میعاد ۳ سال سے ۲۵ سال تک ہوتی ہے۔

## ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن (HBFC) کا تعارف

پاکستان میں بہت سے ادارے ہوم فنانسنگ کی سہولت فراہم کر رہے ہیں اِن اداروں میں مالیاتی ادارے ہیں اور بعض غیر مالیاتی ادارے ہیں۔ مالیاتی ادارے (بینک) صرف اُن لوگوں کو ہوم فنانسنگ کی سہولت فراہم کرتا ہے جو بینک کے اکاؤنٹ ہولڈر ہوں یا صاحبِ مال ہوں مگر وہ غریب طبقہ جس کی آمدن کم ہے یا وہ ایسے عالقے کا رہائشی ہے جہاں بینک ہوم فنانسنگ کی سہولیات فراہم نہیں کرتا ایسے لوگوں تک ہوم فنانسنگ کی سہولت پہنچانے کے لیے حکومتِ پاکستان نے ایک ادارہ ۱۹۵۲ء میں ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپویشن کے نام سے قائم کیا۔ اِس ادارے کے قیام کا مقصد کم آمدن لوگوں کو گھر بنانے میں مدد فراہم کرنا تھا۔[1]

ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن کا قیام ۱۹۵۲ء میں ہوا۔ حکومتِ پاکستان کی طرف سے ۲۰۰۷ء میں اس کے کچھ حصّے کی نجکاری بھی کر دی گئی۔

اس ادارے کے قیام کا مقصد کم آمدن والے لوگوں کو گھر بنانے میں مدد دینا ہے۔ اس ادارے نے اپنے کام کا آغاز کراچی سے کیا اور بعد میں دیگر شہروں اور قصبوں تک اس کا کام وسیع ہو گیا۔ یہ اپنی نوعیت کا پہلا ادارہ ہے۔ جو کم آمدنی والے حضرات کی ہوم فنانسنگ میں مدد کرتا ہے۔ یہ ادارہ مکان خریدنے، بنانے اور مرمّت کروانے وغیرہ کی سہولت فراہم کرتا ہے۔ حکومتِ پاکستان اور اسٹیٹ بینک آف پاکستان مشترکہ طور پر اس کے حصص کے مالک

---

[1] - ایچ۔بی۔ایف۔۔سی۔ ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن، ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن کا تعارف، ۲۰ اپریل ۲۰۲۱ء
https://www.hbfc.com.pk/page/about_us/company_profile

ہیں۔ اب تک کی جاری کردہ رپورٹ کے مطابق ۶۵۰۰۰ سے زائد گھروں کی تعمیر میں فنانسنگ کر چکا ہے۔ ۲۰۱۹ کی رپورٹ کے مطابق ہاؤس بلڈنگ فنانس سے فنانسنگ کی سہولت لینے والے افراد میں سے ۶۰ فیصد حضرات کم آمدنی کے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔

## خلاصہِ کلام

یہ فصل ایک تعارفی فصل ہے جو مختلف اداروں کے تعارف پر مشتمل ہے جو ہوم فنانسنگ کی سہولت فراہم کرتے ہیں۔ ہوم فنانسنگ کی سہولت دینے والے بینکوں میں سے تین بڑے بینکوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ بینکوں کا تعارف بیان کرتے ہوئے بینک کے قیام اور بینک کو چلانے والے حضرات جو بینکوں کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں، اُن کا تعارف بھی مختصراً ذکر کیا گیا ہے۔ اِن حضرات کو تعارف ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ کوئی بندہ اپنے سرمائے کو ایسے ہاتھوں میں دینا پسند نہیں کرتا جو اُس کو نقصان دے۔ بینک کی ساخت اور پہچان انہی بندوں کے کام کی وجہ سے ہوتی ہے۔ بینکوں کی کارکردگی دیکھ کر لوگ بینک کے ساتھ سرمایہ کاری کرتے ہیں اور بینکوں کی اس کارکردگی کا انحصار بینکوں کے بورڈ آف ڈائریکٹرز پر ہوتا ہے۔ اِس وجہ سے اِن کا مختصر ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ بینکوں کے اثاثے اور اُن کی سالانہ کارکردگی پر جاری کردہ رپورٹ میں سے چند اہم نکات ذکر کیے گئے ہیں۔ جن سے بینک کی کارکردگی معلوم ہو سکے۔ اس کے ساتھ ہوم فنانسنگ کی ضرورت کے پیشِ نظر حکومتِ پاکستان کی جانب سے قائم شدہ ادارے ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن کا بھی تعارف پیش کیا گیا ہے کہ اس کو بنانے کے کیا مقاصد تھے اور اِن مقاصد کو مختلف ادوار میں جن مختلف اسکیموں کے تحت حاصل کرنے کی کوششیں کی گئی اُن کا مختصر ذکر ہے۔

# فصلِ دوم

# روایتی اداروں اور بینکوں کا طریقۂ کار

گھر انسان کی بنیادی ضروریت میں سے ہے مگر اِس مہنگائی کے دور میں اکیلے گھر بنانا صرف مشکل ہی نہیں بلکے ناممکن ہوتا جارہا ہے۔ اِس لیے لوگ اپنی اِس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے مختلف مالیاتی اداروں کی مدد لیتے ہیں۔ اِن مالیاتی اداروں میں بینکوں کی یہ سہولت فراہم کرتے ہیں جہاں یہ سہولت بینک کے ذریعے میسر نہیں یا پھرqa علاوہ دیگر ادارے بھی شامل ہیں جو ایسے علاقوں میں ایسے لوگ جن کو چھوٹے پیمانے پر قرضے کی ضرورت ہوتی ہے ایسے ضرورت مندوں کو یہ ادارے اُن کی ضرورت کی پیشِ نظر قرض فراہم کرتے ہیں تاکہ پسماندہ علاقوں اور کم آمدن والے لوگ بھی اپنی استطاعت کے مطابق اپنا گھر بنا سکیں۔ وقت اور ضرورت کے ساتھ ساتھ فنانسنگ کے طریقے اور شرائط میں تبدیلی آتی رہتی ہے۔ اِس لیے اداروں اور بینکوں کے طریقوں کو الگ الگ ذکر گیا ہے۔ اداروں کے ذکر میں ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن کا طریقہ درج ذیل ہے

## ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن کا طریقۂ تمویل:

۱۹۷۷ء سے پہلے ہاؤس بلڈنگ فنانس سودی طریقے سے ہوم فنانسنگ کے لیے قرضے جاری کرتا تھا۔ لیکن اسلامی نظریاتی کونسل کا سود سے پاک نظام متعارف کروانے کے بعد ہاؤس بلڈنگ فنانس نے اپنے طریقۂ تمویل کو بدل کر اسلامی کیا اور سود سے پاک قرضے دینے شروع کیے۔

یکم جولائی ۱۹۷۹ء کو سود سے پاک قرضوں اور نفع و نقصان کی بنیاد پر کی جانے والی فنانسنگ کی بنیاد رکھی گئی۔ نفع و نقصان کی بنیاد پر کی جانے والی فنانسنگ کا ادارے نے مختلف ادوار میں مختلف اسکیموں اور طریقوں سے متعارف کروایا گیا۔

## (HBFC)ہاؤس بلڈنگ فنانس کی پیش کردہ اسالیب:

ہاؤس بلڈنگ فنانس نے ۱۹۷۹ء سے ۲۰۰۷ء تک مختلف ادوار میں مختلف اسالیب متعارف کروائے جن کی تعداد ٦ ہے۔

## ۱۔ نفع و نقصان کی بنیاد پر تمویل:

۱۹۷۹ سے ۱۹۸۹ء تک ادارہ مندرجہ ذیل طریقے سے فنانسنگ کرتا تھا۔

۱۔ اس طریقے میں شراکت کی بنیاد پر تمویل کی جاتی تھی۔

۲۔ کارپوریشن اپنے گاہک سے اصل زَر وصول کیا کرتی تھی۔

۳۔ ایک خاص دورانیے تک کارپوریشن اپنے گاہک سے کرایہ وصال کرتی تھی۔

## ۲۔ سادہ اسکیم:

۱۹۸۸ء اے ۱۹۹۰ء تک کارپوریشن نے جس اسلوب کے تحت کام کیا اُس کو سادہ اسکیم کے نام سے متعارف کروایا گیا۔ اس کا طریقہ بھی پہلے کی طرح تھا مگر کچھ خصوصیات تھی اس اسلوب میں جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ شراکت کی بنیاد پر کام کیا جاتا تھا۔

۲۔ اس طریقے میں اہم خصوصیت یہ ہے کہ کرائے کے حوالے سے شہر اور دیہی علاقوں کو تقسیم کیا گیا تھا۔

۳۔ شہری اور دیہی کرایہ میں واضح فرق تھا۔

## ۳۔ نئی سادہ اسکیم:

۱۹۹۰ء سے ۲۰۰۱ء تک معمول پر کی جانے ولی فنانسنگ کے طریقے کو نئی سادہ اسکیم کے نام سے متعارف کروایا گیا۔

اس اسکیم میں کام کا طریقہ وہی پہلے والا تھا مگر ایک خصوصیت یہ تھی کہ مخصوص علاقے کی بجائے کسی بھی علاقے میں کاپوریشن نے تمویل کرنی شروع کی۔

## ۴۔ گھر آسان اسکیم:

۲۰۰۲ء سے ۲۰۰۸ء تک کارپوریشن نے فنانسنگ کے لیے جو اسلوب اپنایا اس کو گھر آسان اسکیم کے نام سے متعارف کروایا گیا۔

اس اسلوب کے مطابق کارپوریشن درج ذیل بنیادوں پر کام کرتی تھی۔

۱۔ گھر آسان اسکیم مشارکۃ متناقصہ کی بنیاد پر شروع کی گئی۔

۲۔ گھر کی تعمیر کے دوران ۹ مہینے مہلت کے ہوتے تھے۔ اس دوران کارپوریشن نا تو کرایہ وصول کرتی تھی اور نہ ہی کارپوریشن حصّہ (یونٹس) خرید سکتا۔

۳۔ اس اسلوبِ تمویل کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ کارپوریشن اپنے گاہک سے اس کی زمین میں شریک ہوتی تھی۔ اس طرح زمین کی قیمت میں اضافے کا فائدہ کارپوریشن کو بھی ہوتا تھا۔

## ۵۔ شاندار گھر:

۲۰۰۳ء سے تاحال شاندار گھر کے نام سے ایک اسلوب متعارف کروایا گیا۔ اس اسلوب میں دی جانے والی سہولیات اور طریقہ درج ذیل ہے۔

۱۔ اس طریقہ تمویل کا مقصد گھر کی مرمّت کے لیے تمویل فراہم کرنا تھا نہ کہ نیا گھر بنانا ہے۔

۲۔ شاندار گھر اسکیم کی بنیاد بیع مرابحہ پر رکھی گئی۔

## ۶۔ گھر آسان فلیکسی:

۲۰۰۷ء سے تاحال جس پالیسی کے مطابق کارپوریشن کام کر رہی ہے اُس کو گھر آسان فلیکسی کے نام سے متعارف کروایا گیا۔ اس اسلوب میں یہ خصوصیت ہے کہ گھر آسان اسکیم کے تحت گاہک کی زمین کی قدر کے اضافے کی مد میں شریک ہوتی تھی، یہ شق ختم کر دی گئی۔

موجودہ ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن کی جو پالیسیاں ہیں وہ بلکل دینِ اسلام کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق ہیں۔ جس میں محض کمانا ہی مقصود نہیں بلکہ خدمتِ خلق بھی ہے اور اکثر خدمت اُن حضرات کی ہے جو مستحق ہیں۔ ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن سے کیے گئے معاملات حلال ہیں۔ کارپوریشن نے ابتداء میں معاملات مروجہ بینکاری کے مطابق کیے مگر بعد میں سود کے متبادل نظام جو پیش کیا گیا، اس کو قابلِ عمل ثابت کیا گیا۔

## روایتی بینکوں کا طریقہ کار

روایتی بینکوں میں صارف کو سہولیات ضرور دی جاتی ہیں مگر سہولیات دیتے وقت بینکوں کی ترجیحات میں اپنا فائدہ اصل ترجیح ہوتی ہے۔ اگر یوں کہا جائے کہ روایتی بینک صارف کی مجبوری سے فائدہ اُٹھاتے ہیں تو یہ بات غلط نہ ہو گی۔ اِس بات کا اندازہ اِس سے لگایا جا سکتا ہے کہ روایتی بینک کہ ہر معاملے و معاہدے کی بنیاد سود (مارک اپ) ہوتا ہے۔ روایتی بینکوں میں ہوم فنانسنگ کے لیے جو طریقہِ تمویل اپنایا جاتا ہے وہ صراحتاً سود پر مبنی ہے۔ صارف بینک سے گھر بنانے کے لیے مدد کی اپیل کرتا ہے۔ جس پر بینک صارف کی مدد کے بجائے گھر کی مالیت معلوم کر کے بینک صارف کو گھر بنانے کے لیے قرضہ سودی بنیاد پر دیتا ہے مثال کے طور پر اگر گھر کی مالیت دس لاکھ روپے ہے تو بینک ایک مدت طے کر کے صارف کو دس لاکھ روپے پر ۲٪ مارک اپ ریٹ لگا کر قرضہ دے دیتا ہے۔ بینک نے قرضہ دس لاکھ دیا مگر وصول بارہ لاکھ کیے یہ جو دو لاکھ ہے یہ بغیر کسی محنت مشقت اور عوض کے ہے۔ یہ صراحتاً سود ہے۔ سود سے متعلق قرآن و حدیث میں تو واضح ممانعت اور عذاب کی وعیدات آئی ہیں۔ اِس کے ساتھ ساتھ ملک پاکستان جو ایک اسلامی مُلک ہے اِس اسلامی مُلک کے آئین میں بھی سود کو حرام اور ناجائز قرار دیا گیا ہے اور اِس سلسلے میں اسلامی نظریاتی کونسل کے اراکین مختلف مکاتب فکر کے علماء کرام اور مقننہ کا کردار انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اِن حضرات کی کاوشوں سے آئین پاکستان میں سود کو حرام قرار دیا گیا ہے اور بہت سے وہ ادارے جیسے ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن جو پہلے سودی لحاظ سے ہاؤس فنانسنگ کرتا تھا اسلامی نظریاتی کونسل کی پیش کردہ سفارشات کے بعد انہوں نے اپنا طریقہ تمویل تبدیل کر کے اسلامی طریقہ تمویل کو اپنایا۔

کسی بھی ملک کا معاشی نظام یکدم ترتیب نہیں پاتا۔ اس کو مرتّب کرنے کے لیے ایک طویل عرصے سے منظّم سوچ، مسلسل جدوجہد اور طے شدہ اہداف و مقاصد کی ضرورت ہوتی ہے۔ پاکستان کے وجود میں آتے ساتھ ہی پاکستان کا معاشی نظام وجود میں آگیا تھا کہ پاکستان میں نظامِ معیشت اسلامی اصولوں کے مطابق قائم کیا جائے گا۔

جیسے کہ اسٹیٹ بینک آف پاکستان کے افتتاح کے وقت قائداعظم محمد علی جناحؒ نے فرمایا:

"اسٹیٹ بینک آف پاکستان کے آغاز کا مقصد یہ ہو گا کہ پاکستان معاشی استحکام حاصل کر لے گا۔ یہ بینک ملکی معیشت کو مستحکم کرنے کا علمبردار ہو گا۔ اس سے ملک میں اقتصادی ترقی ہو گی اور غیر مسلم تجار اور مالداروں کے اخراج کے بعد یقیناً اب ہم دولت کے اس خلا کو پورا کرنے میں محنت اور لگن سے کام کریں گے۔ حالات کے تحت ملک میں جو

مہنگائی کا دور دورہ ہوا ہے اُمید ہے کہ ہم سب مل کر اس پر قابو پا سکیں گے۔ کیونکہ مغربی نظامِ معیشت نے ہماری اقتصادیات پر نہایت تباہ کن اثرات مرتّب کیے ہیں۔ اس لیے ہمیں مغربی اقتصادی نظام کی پیروی میں اپنے خیالات کو مزید تباہ کن نہیں کرنا چاہیے بلکہ اب یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی معیشت کو اپنی قومی ضروریات اور تقاضوں کے مطابق استوار کریں۔ معاشرے میں صحیح اسلامی اقتصادی اور معاشی نظام کو نافذ کریں جس میں ہر انسان کو امن اور انصاف میسّر آسکے، عوام کو فلاح نصیب ہو اور ملک خوشحال حاصل کر سکے۔"[1]

قائد اعظمؒ نے روزِ اوّل سے ہی واضح کر دیا کہ اسلامی مملکت میں مغربی نظامِ معیشت کی بلکل کوئی گنجائش نہیں۔ اسلامی قوانین ہی اقتصادی اور معاشی نظام میں ہماری فلاح کا ضامن ہے۔ اس لیے پاکستان بننے کے ساتھ ہی معاشی لحاظ سے اسلام مخالف نظام کی پر زور مذمّت کی گئی ہے۔

## پاکستان میں آئینی سطح پر سود کی مذمت

۱۹۴۹ء میں پاکستان کے پہلے وزیر اعظم شہیدِ ملّت لیاقت علی خان صاحب نے اسلامی معاشی نفاذ کے لیے اس ضرورت کو محسوس کیا کہ پاکستان کی معیشت سے سود جیسی لعنت کا خاتمہ کیا جائے۔[2] اس کے بعد ملک میں آئین سازی کا سلسلہ شروع ہوا تو آئینی سطح پر بھی سود کی مذمت کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ اس سلسلے میں مختلف حضرات نے مختلف دساتیر پیش کیے۔ ان میں سے درج ذیل دساتیر اہمیت کے حامل ہیں۔

۱۔ ۱۹۵۳ء میں پاکستان کا پہلا دستوری مسودہ نامور بانیانِ پاکستان نے پیش کیا جو قائد اعظم کے قریبی رفقاء نے تیار کیا تھا۔ جسے اُس وقت کے وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین مرحوم نے دستور ساز اسمبلی میں پیش کیا۔ دستوری مسودہ میں یہ شق بالاتفاق شامل کی گئی کہ جتنی جلدی ممکن ہو سکے گا (سود) ربا کو ختم کیا جائے گا۔[3]

۲۔ ۱۹۵۴ء میں محمد علی بوگرہ مرحوم کے زمانے میں دوسرا دستوری مسوّدہ تیار ہوا تو اُس میں بھی یہی بات دہرائی گئی۔ لیکن کچھ دشمن عناصر کے باعث یہ دستور نافذ نہ ہو سکا۔[4]

---

[1] چراغ، محمد علی، تاریخِ پاکستان (سنگِ میل، پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۸۶ء)، ص ۴۹۶

[2] محاضرات معیشت و تجارت، ص ۳۸۳

[3] غازی، محمود احمد، حرمتِ ربا، غیر سودی مالیاتی نظام، انسٹیٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، (اسلام آباد، طبع اوّل ۱۹۹۳ء)، ص ۵۱

[4] ایضاً

۳۔ ۱۹۵۶ء کے دستور میں سود کی مذمت میں کہا گیا کہ "ریاست ربا کو جلد از جلد ختم کرنے کی مساعی کرے گی۔ "[1]

۴۔ ۱۹۶۲ء میں فیلڈ مارشل لاء محمد ایوب خان مرحوم کے دستور میں واضح الفاظ میں کہا گیا کہ ربا کا صفایا کر دیا جائے گا۔ [2]

۵۔ ۱۹۷۳ء جو کہ ملک کا موجودہ آئین بھی ہے، اس کی دفعہ ۳۸ پیراگراف (الف) میں صاف اور واضح الفاظ کے ساتھ وعدہ اور اعلان کیا گیا ہے کہ ریاست جتنی جلدی ممکن ہو ربا کا خاتمہ یقینی بنائے گی۔ [3]

۶۔ ۱۹۸۴ء میں ربا کی ممانعت کا آرڈیننس جاری ہوا۔ اس میں کہا گیا کہ کوئی شخص کسی شکل میں نہ ربا دے گا اور نہ ہی لے گا۔ خواہ اس آرڈیننس کے نفاذ سے پہلے کمایا گیا ہو یا بعد میں اور نہ ہی کوئی عدالت سود کی ڈگری جاری کرے گی۔ اس کیلئے باقاعدہ طور پر سزا بھی تجویز کی گئی کہ اگر کوئی شخص ربا کا معاملہ کرے گا تو اُسے ۳۹ کوڑوں کی سزا دی جائے گی اور سود کی رقم ضبط کر لی جائے گی۔ اس کے علاوہ ایسی تمام دفعات کی منسوخی کا اعلان کیا گیا چاہے وہ نافذ العمل ہوں جن کی رو سے سود لینے یا دینے کی اجازت دی گئی ہو۔ [4]

## اسلامی نظریاتی کونسل کا کردار

ملک پاکستان میں اسلامی معیشت کے نفاذ کے لیے اسلامی نظریاتی کونسل نے اس بات کی ضرورت محسوس کی کہ ایک ایسا پینل مرتّب کیا جائے جس کا مقصد ایسی سفارشات پیش کرنا ہو جس پر عمل کر کے مسلمان اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی گزار سکیں۔ اس مقصد کے لیے کونسل نے جو سفارشات پیش کیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

اسلامی نظریاتی کونسل کا قیام ۱۹۶۲ء میں ہوا۔ ۱۹۶۴ء کے دوران کونسل نے اس رائے کا اظہار کیا کہ سود حرام ہے اور موجودی بینکاری نظام بلاشبہ سود پر مبنی ہے۔ کونسل نے اپنا مؤقف واضح کرتے ہوئے بیان کیا کہ

"موجودہ بینکاری نظام کے تحت افراد، اداروں اور حکومتوں کے درمیان کاروباری لین دین اور قرضہ جات یعنی اصل رقم جو بڑھوتری کے لیے دی جاتی ہے وہ سود میں داخل ہے۔ کونسل نے بار بار اس مؤقف کو مختلف پہلو سے دیکھا اور

---

[1] -National Assembly of Pakistan (Constitution making) Debates, The Manager of Publication, Government of Pakistan, Karachi

[2] -حرمتِ ربا اور غیر سودی مالیاتی نظام، ص ۵۲

[3] - Constitution of Islamic Republic of Pakistan, 1973, Article. 38

[4] ۔بلاسود بینکاری رپورٹ، اسلامی نظریاتی کونسل، لاہور، ص ۲ تا ۳۵

غور و فکر کے بعد ۱۹۷۱ء کو اسلامی معاشرتی نظام پر ایک ایسا لائحہ عمل جو جامع تھا اُس کو منظور کر کے حکومت کو بھیجا گیا۔ مگر آئین کے تقاضے کے مطابق نظامِ معیشت سے سود کے استحصال کے لیے قانون سازی نہ ہو سکی۔[1]

اکتوبر ۱۹۷۷ء کو ماہرین بینکاری و معیشت کا پندرہ رُکنی پینل تشکیل دیا گیا جس میں غیر ملکی یونیورسٹیوں سے ماہر مالیات و بینکاری بھی شامل کیے گئے۔ اس پینل کا چیئرمین گورنر اسٹیٹ بینک آف پاکستان کو مقرر کیا گیا۔ معیشت اور بینکاری نظام کو سود سے پاک کرنے کے لیے اس پینل کی خدمات حاصل کی گئیں۔ پینل نے موصول شدہ آراء و تجاویز پر غور و فکر کے بعد سود کے خاتمے اور کچھ فوری اقدامات کی تجویز پیش کی۔ جسے عبوری رپورٹ کی صورت میں ۱۹۷۸ء کو حکومت کے سامنے پیش کیا گیا۔ ۲۸ جنوری ۱۹۸۰ء کو دو سال کی محنت کے بعد سود کے استحصال کے لیے حتمی رپورٹ پیش کی گئی۔[2]

۲۵ جون ۱۹۸۰ء کو معیشت سے سود کے خاتمے پر مبنی یہ رپورٹ صدرِ پاکستان کے سامنے پیش کی گئی۔ اس رپورٹ کو بین الاقوامی سیمینار میں پیش کیا گیا۔ بین الاقوامی سطح پر حکومتِ پاکستان اور اسلامی نظریاتی کونسل کی استیصالِ سود کے ذرائع اور وسائل دریافت کرنے کے لیے کی جانے والی کوششوں کو بہت سراہا گیا۔[3]

کونسل نے بینکوں کو بلا سود سرمایہ فراہم کرنے کے لیے ہدایات دیں۔ جن سفارشات کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

۱۔ زرعی قرضہ جات کے سلسلے میں گزارہ یونٹ کے مالکان کو "خصوصی قرضوں کی سہولت" کے تحت بلا معاوضہ جنس یا نقد دے کر مدد کی جا سکتی ہے۔ یہ قرضے بینکوں کے غیر سودی فنڈز سے دیے جائیں۔ تاہم ایسے فنڈز ناکافی ہوں تو پھر حکومت بینکوں کو "اوسط شرح منافع" کی بنیاد پر ان قرضوں کے عوض مالی مدد دے سکتی ہے۔ گزارہ یونٹ سے زیادہ اراضی کے مالکان کو "بیع مؤجل" یا "بیع سلم" کے ذریعے مختصر المیعاد سرمایہ فراہم کیا جا سکتا ہے۔

۲۔ تجارتی سرمایہ کاری کے لیے خوردہ فروشوں کو بیع مؤجل یا خصوصی قرضوں کی سہولت کی بنیاد پر بینکوں کے بلا سودی کھاتوں سے قرضے دیے جا سکتے ہیں۔ اگر ان کی مدد کیلئے فنڈز ناکافی ہوں تو وہی طریقہ اختیار کیا جائے جو کہ

---

[1] ۔ تنزیل الرحمٰن، سود کے خلاف وفاقی شرعی عدالت کا تاریخی فیصلہ (صدیقی ٹرسٹ، کراچی، ۱۹۹۸ء)، ص ۳۴،۳۵

[2]- Jalees Ahmed, *Islamization of Banking in Pakistan*, Faruqi, Research Dept. United Bank Limited, Karachi, 1984, pg#2

[3] ۔ اسلامی نظریاتی کونسل، سالانہ رپورٹ، ۱۹۷۷ء۔ ۱۹۷۸ء پاکستان، اسلام آباد، اشاعتِ اوّل ۱۹۷۹ء، ص ۸۰ تا ۸۱

صنعتی شعبے کے سرمائے کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے ضمن میں کیا گیا ہے۔ البتہ بینک "لیڈ آف کریڈٹ" کی صورت میں اپنے خدمات کے عوض کچھ معاوضہ لے سکتا ہے۔

۳۔ بینکوں میں موجود بچت کھاتوں اور میعادی امانتوں پر قابلِ تقسیم منافع بینکوں کے نفع و نقصان کی بنیاد پر مختلف شرح سے ادا کرنا لازم ہو گا۔ البتہ بینکوں کے درمیان کاروبار آپس میں نفع و نقصان میں حصّہ داری کی بنیاد پر جاری رہے گا۔

۴۔ پاکستانی بینکوں کا غیر ملکی بینکوں کے ساتھ لین دین خاص صورتوں میں سودی بنیادوں پر جاری رہے گا۔ تاہم ان بینکوں کا انتظام ایک علیحدہ کارپوریشن کے سپرد کیا جائے گا تا کہ سودی اور غیر سودی آمدنی کو الگ رکھا جائے۔ نیز غیر ملکی کرنسی میں جمع شدہ امانتیں بھی اس کارپوریشن کی تحویل میں رہیں گی جہاں باقی امانتیں جمع کرانے کی اجازت ہو گی۔[1]

## اسلامی نظامِ معیشت میں مقننہ کا کردار

کونسل کی پیش کردہ رپورٹ اور اُس پر دی جانے والی سفارشات کے مثبت نتائج سامنے آئے اور اس پیش کردہ رپورٹ اور تجاویز کی روشنی میں اداروں میں اصلاحات کی گئیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ انویسٹمینٹ کارپوریشن آف پاکستان (ICP)[2] نے اپنے میوچل فنڈ (اسٹاک ایکسچینج کے حصص کی خرید و فروخت) میں سود سے پاک نظام متعارف کیا[3]۔ ادارے نے اپنی سرمایہ کاری اسکیم کو اکتوبر ۱۹۸۰ء سے نفع و نقصان کی مساویانہ تقسیم سے بدل دیا۔ تاہم جنوری ۱۹۸۱ء میں مضاربہ کمپنی اور دستاویزات کا اجراء بھی کیا[4]۔

۲۔ قومی سرمایہ کاری یونٹ کا کاروبار جو کہ سود پر مبنی ہو گیا تھا اور ٹی۔ ایف۔ سی جاری کیے جانے لگے تھے۔ طویل المیعاد سرمایہ کاری کے لیے کونسل کی رپورٹ کے بعد مرابحہ اور اجارہ کے طریقوں پر کیا جانے لگا[5]۔

---

[1] ۔پعبد القدوس صہیب، اکستان میں بلا سود بینکاری: عملی اقدامات کا ایک جائزہ، (اسلامک ریسرچ انڈکس ۲۰۰۵ء، جلد ۴)، شمارہ ۱۔ ۲، ص ۹۸۔ ۹۹

[2] ۔یہ ادارہ ۱۹۶۶ء میں قائم ہوا۔ اس کا مقصد مساوی بنیادوں پر سرمایہ کاری کرنا اور مارکیٹ کی سطح پر سرمایہ کی پیداوار و افزائش کرنا ہے۔

[3] ۔اسلام اور جدید معیشت و تجارت، عثمانی، محمد تقی، سلام اور جدید معیشت و تجارت، (ادارۃ المعارف، کراچی)، ص ۱۱۰

[4] -*Islamization of Banking in Pakistan*, pg#5

[5] ۔ اسلام اور جدید معیشت و تجارت، عثمانی، اسلام اور جدید معیشت و تجارت، ص ۱۲۲

۳۔ سمال انڈسٹریز فنانس کارپوریشن سود پر مبنی قرضے فراہم کرتا تھا۔ چھوٹی صنعتوں اور صنعتکاروں کو رپورٹ کی روشنی میں اجارہ پر مبنی نظام متعارف کروایا گیا۔

۴۔ ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن بھی سود پر مبنی قرضے دیتا تھا مگر رپورٹ میں جاری کردہ تجاویز کے مطابق اب شرکت متناقصہ کے تحت نظام چلا رہا ہے۔

۵۔ اسٹیٹ بینک آف پاکستان نے تمام بینکوں کو ہدایت کی کہ وہ قرضِ حسنہ یا بلاسود قرضہ مع حق الخدمت مہیا کریں۔ مالیات کی فراہمی کیلئے مؤجل، اجارہ، مشارکۃ اور مضاربۃ جیسے طریقے اپنائیں۔

## عدلیہ اور بلاسود بینکاری

پاکستان میں جہاں اسلامی نظریاتی کونسل اور دیگر اداروں نے اسلامی معیشت کے لیے کوشاں رہے تو وہاں عدالتی سطح پر بھی کچھ ایسے اہم فیصلے کیے گئے جو سودی نظام کے خلاف واضح اعلانِ جنگ اور اسلامی ملک میں اسلامی نظامِ معیشت قائم کرنے کا ایک پختہ عزم تھا۔ اس حوالے سے وفاقی وشرعی عدالت اور سپریم کورٹ کا کردار انتہائی نمایاں ہے۔ جب مالیاتی قوانین کا جائزہ لینے کا اختیار وفاقی شرعی عدالت کو ملا تو عدالت نے اوّلاً ترجیحی بنیادوں پر ۱۴ نومبر ۱۹۹۱ء کو سود کی تنسیخ کا فیصلہ سنایا۔ سود سے متعلقہ قوانین میں شامل دفعات کے متعلق ۱۱۵ درخواستیں عدالت کو موصول ہوئیں۔ جن میں سودی دفعات کو چیلنج کیا گیا تھا۔ عدالت نے ۲۰ قانونی دفعات کو قرآن وسنّت کے مطابق کرنے کا فیصلہ سنایا۔

فیڈرل شرعی کورٹ نے جب بینک کے مالی قوانین اور لین دین کے وہ معاملات جو زیادہ تر مارک اپ یا ڈسکاؤنٹ پر تھے غیر اسلامی قرار دیا تو حکومت اور کچھ معاشی اداروں نے اس پر اعتراضات کیے اور اپیل دائر کی تو سپریم کورٹ نے ایسے تمام اپیلیں مسترد کردیں اور متفقہ طور پر قرار دیا کہ تجارتی اور صرفی ہر طرح کے لین دین میں سودی اشکال قرآن وسنت سے متصادم ہونے کی وجہ سے حرام ہیں۔ کورٹ نے فیصلہ کیا کہ حکومتی سطح پر ملکی اور بین الاقوامی سودی قرضے بھی اس زُمرے میں آتے ہیں۔ لہٰذا یہ ناجائز ہیں۔ عدالت کی تجویز کے مطابق بینکاری نظام کو شریعت کے مطابق کرنے کے لیے اسٹیٹ بینک آف پاکستان نے عملی اقدامات کیے[1]۔ اس حوالے سے اسلامی بینکنگ

---

[1] ممتاز احمد سالک، پاکستان میں اسلامی بینکاری کی کوششیں (۱۹۸۰۔ ۲۰۱۲) تاریخی وتجزیاتی مطالعہ، پاکستان جرنل آف اسلامک ریسرچ اسلامک، ریسرچ انڈیکس ۲۰۱۴، جلد ۱۳، شمارہ ۱۳، ص ۱۵۱

ڈیپارٹمنٹ اور ایک شریعہ بورڈ تشکیل دیا گیا۔ اسٹیٹ بینک اسلامی بینکوں کے نظام کو شریعہ اصولوں سے مطابقت کو یقینی بنانے کیلئے انھیں طریقہ ہائے تمویل، قوانین وضوابط کے بارے میں مشورے اور راہنمائی فراہم کرتا ہے۔

## خلاصہِ کلام

اس باب میں مروجہ بینکاری کے اصولوں پر کام کرنے والے اداروں کے تعارف کا ذکر کیا ہے اور اُس کے بعد بینک جن اصولوں پر ہوم فنانسنگ کر رہے ہیں اُن کا طریقۂ کار ذکر کیا گیا ہے۔ اور پھر اُن سے متعلق شرعی نقطہِ نظر ذکر کیا گیا ہے کہ شریعت کے پیشِ نظر ایسا معاملہ کیا حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے بعد اس معاملے کو پاکستانی آئین کے تناظر میں بھی ذکر کیا گیا ہے کہ آئینِ پاکستان کے لحاظ سے کیا یہ معاملہ درست ہے یا نہیں۔ اس سے متعلق اسلامی نظریاتی کونسل کا کردار اور اُس کی پیش کردہ سفارشات کو ذکر کیا گیا ہے۔ اور اُن سفارشات کے پیشِ نظر اسلامی ملک میں قانونی لحاظ سے جو ادارے سود پر مبنی معاملات کر رہے تھے اُن میں قانونی تبدیلیاں ذکر کی گئی ہیں۔ اسلام میں سودی لین دین کی کسی قسم کی گنجائش نہیں۔ اس لحاظ سے پاکستان میں کئی اعتبار سے اس کی مزاحمت کی گئی ہے۔ ملکی آئین میں سود کی مذمت، عدلیہ کی جانب سے سود کی مذمت و مخالفت اور اسلامی معیشت کے نظام کو نفاذ کرنے کی کوششیں ایک مثبت قدم ہے۔ محض یہ کہہ دینا کہ اس نظام کو بدلنا مشکل ہے، ایک لاحاصل بات ہے۔ اس باب کی دوسری فصل میں کچھ اُن اداروں کا ذکر بھی کیا گیا ہے جنھوں نے اپنا طریقۂ تمویل سود کی حرمت واضح ہو جانے کے بعد بدلا ہے۔ لہٰذا روایتی اداروں کو بھی چاہیے کہ اسٹیٹ بینک اور شریعہ بورڈ کی دی گئی ہدایات کے مطابق اپنے طریقۂ تمویل پر نظرِ ثانی کریں اور اِس کو اسلامی بنانے کی کامل کوشش کریں۔ پاکستان ایک اسلامی ملک ہے اور اس کے بنانے کا مقصد اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے اصولوں پر زندگی بسر کرنا تھا۔ موجودہ روایتی داروں کا نظامِ تمویل نظریۂ پاکستان کے بلکل متضاد ہے۔ اس لیے اس کو بدلنے کی ضرورت ہے۔

# باب سوم:

# ہوم فنانسنگ سے متعلق اسلامی بینکاری

## فصلِ اوّل: اسلامی اداروں اور بینکوں کا تعارف اور اُن کی کارکردگی

## فصلِ دوم: اسلامی اداروں اور بینکوں کا طریقۂ کار

# فصلِ اوّل

# اسلامی اداروں اور بینکوں کا تعارف اور اُن کی کارکردگی

انسان اس دنیا میں مختلف ممالک اور مختلف لوگوں سے مالی معاملات کرتا ہے۔ اور مالی معاملات میں رقم کی ترسیلی اور وصولی کے لحاظ سے سب سے محفوظ ذریعہ بینک ہے۔ دنیا میں مسلم اور نو مسلم دونوں طرح کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ اس لیے بینکنگ میں نو مسلم کی رعایت کرتے ہوئے اصول وضوابط بنائے گئے ہیں۔ چونکہ مسلمان دنیاوی معاملات میں بھی اسلام کا پابند ہے اور دنیاوی لین دین بھی ایک بنیادی ضرورت ہے۔ اس لیے مسلم علماء کی کاوشوں سے مسلم ممالک میں بینک کے معاملات کو اسلامی طرز پر لانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور اس سلسلے کی پہلی نشست ۱۹۸۴ء میں رکھی گئی۔ جس کے بعد روز بروز اسلامی بینکنگ کی مقبولیت میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ پاکستان میں جو بینک اسلامی بینکنگ کی سہولت فراہم کرتے ہیں ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں۔

## ۱۔ میزان بینک(Meezan Bank)

میزان بینک کا شمار پاستان کے بہترین اسلامی بینکوں میں ہوتا ہے۔ یہ سب سے بڑا اسلامی بینک ہے۔ ۲۰۰۲ء میں اسٹیٹ بینک آف پاکستان کی جانب سے پہلی بار اسلامی کمرشل بینکنگ کا لائسنس میزان بینک کو جاری کیا گیا جس کے بعد میزان بینک نے باقاعدہ کام شروع کیا۔ میزان بینک اسلامی شریعت کے اصولوں کے مطابق سختی سے کام کرتا ہے۔[1] بینک اپنی تمام مصنوعات اور خدمات میں شریعت کی سختی سے تعمیل کو یقینی بنانے کے لیے میزان بینک نے ایک شریعہ کمپلائنس ڈیپارٹمنٹ قائم کیا ہے۔ جو بینک کے اندرون ملک رہائشی شریعہ بورڈ ممبر اور بین الاقوامی شہرت کے حامل شرعی بورڈ کی نگرانی میں کام کرتا ہے۔

## شرعی بورڈ:

اسلامی بینکنگ کامیاب نفاذ اسلامی شریعت کے اصولوں کی مکمّل پابندی پر منحصر ہے۔ اس معاملے میں میزان بینک سختی سے شرعی بورڈ کے بنائے ہوئے اصولوں پر کاربند ہے۔

---

[1] ۔ایم۔ بی۔ ایل، میزان بینک، میزان بینک کا تعارف۔ ۲۲ اپریل، ۲۰۲۱ء
https://www.meezanbank.com/

میزان بینک کے شرعی بورڈ کے ارکان مندرجہ ذیل ہیں۔

## ۱۔ جسٹس (ر) محمد تقی عثمانی صاحب:

محمد تقی عثمانی صاحب شریعت کے میدان میں خاص طور پر اسلامی مالیات میں ایک معروف شخصیت ہیں۔ آپ اس وقت متعدد مالیاتی اداروں میں مشاورتی عہدوں پر فائز ہیں جو اسلامی بینکنگ اور فنانس پر عمل پیرا ہیں۔ آپ اسلامی شریعت میں ایک وسیع تجربہ رکھتے ہیں۔ ۵۰ سال سے زائد عرصے تک اسلام پر مختلف مضامیں پڑھاتے رہے۔ ۱۹۸۲ء سے ۲۰۰۲ء تک سپریم کورٹ آف پاکستان میں شریعت اپیلٹ بینچ کے جج رہے۔ فی الحال آپ میزان بینک کے شرعی بورڈ کے چیئرمین ہیں۔ آپ کو تقریباً ۱۳ کے قریب ملکی اور غیر ملکی اداروں کے بورڈ کی ممبرشپ حاصل ہے۔

## ۲۔ ڈاکٹر محمد عمران اشرف عثمانی صاحب:

ڈاکٹر محمد عمران اشرف عثمانی صاحب ۱۹۹۰ء سے فقہ کی تعلیم دے رہے ہیں۔ اس وقت آپ میزان بینک میں شرعی بورڈ کے وائس چیئرمین ہیں۔ آپ نے اسلامی مالیات سے متعلق بہت سی کتب لکھی ہیں۔ جنھیں قومی اور بین الاقوامی سطح پر مقبولیت حاصل ہے۔ ۱۹۹۷ء سے لے کر اب تک آپ تقریباً ۲۰ ملکی اور مختلف غیر ملکی مالی اداروں میں مختلف عہدوں پر فائز رہے ہیں۔

## ۳۔ شیخ عصام محمد اسحاق:

آپ بحرین کے شہری ہیں اور آپ نے اعلیٰ تعلیم کینیڈا اور روایتی تعلیم متعدد شیوخ کے پاس حاصل کی۔ اس وقت آپ میزان بینک پاکستان کے شرعی بورڈ کے رکن ہیں اور حکومتِ بحرین کے اسلامی امور کی اعلیٰ کونسل کے رُکن بھی ہیں۔ آپ ملکی اور غیر ملکی مختلف سماجی، تجارتی اور تعلیمی اداروں کے مختلف شرعی عہدوں پر فائز رہے ہیں۔ مگر فی الوقت آپ بحرین میں اسلامی امور کی وزارت کے نگرانِ اعلیٰ ہیں۔

## ۴۔ مفتی محمد نوید عالم:

مفتی محمد نوید عالم صاحب نے اسلامی بینکنگ اور فنانس میں ماسٹرز اور اسلامک فائنانشل کی ڈگریاں حاصل کرنے کے بعد ۲۰۰۹ء میں میزان بینک کو جوائن کیا اور ۲۰۱۳ء میں بینک کے شرعی بورڈ کے رُکن بھی بن گئے۔ آپ کی اہم ذمہ

داریوں میں اسلامی بینکنگ کی تربیت، شرعی تعمیل کا جائزہ اور آڈٹ شامل ہے۔ آپ اس وقت میزان بینک کے شرعی بورڈ کے ممبر ہونے کے ساتھ ساتھ مختلف قومی، تعلیمی اور تجارتی اداروں کے بوردز کے ممبر بھی ہیں۔

## بورڈ آف ڈائریکٹرز:

میزان بینک کا بورڈ آف ڈاریکٹرز جن ارکان پر مشتمل ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

### ۱۔ جناب ریاض ادریس (چیئرمین)

ریاض ادریس صاحب اکتوبر ۲۰۱۲ء سے اب تک میزان بینک کے چیئرمین ہیں۔ آپ کو ملکی اور غیر ملکی مختلف مالی اداروں میں مختلف عہدوں پر کام کا ۲۸ سالہ تجربہ ہے۔ فی الوقت آپ ملکی اور غیر ملکی مختلف ۲۰ اداروں کے بورڈز کے ممبر ہیں۔

### ۲۔ جناب فیصل الناصر صاحب:

فیصل الناصر صاحب ۲۰۱۵ء میں میزان بینک کے بورد آف ڈائریکٹرز کے وائس چیئرمین بنے۔ ابتداء میں آپ نے ۲۰۰۸ء میں میزان بینک کے ڈائریکٹر کے طور پر آڈٹ کمیٹی کا چارج سنبھالا۔ ۲۰۰۱ء سے ۲۰۰۷ء تک آپ کویت یونیورسٹی میں شعبہ احتساب کے ڈاریکٹر رہے۔ اس وقت آپ کویت اور پاکستان میں ۱۸ مالیاتی اداروں کے ممبر ہیں۔

### ۳۔ جناب بدر ایم۔ اے۔ رانح صاحب:

آپ نے نومبر ۲۰۱۵ء کو میزان بینک میں بطور ڈائریکٹر شمولیت اختیار کی۔ آپ بہترین تعلیمی بنیاد رکھتے ہیں۔ اور انسومینٹ میں آپ کو ۱۴ سال کا ملکی اور غیر ملکی مختلف اداروں کا تجربہ حاصل ہے۔ آپ اس وقت مصر کی وزارتِ زراعت میں مشیر بھی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ مختلف مالیاتی اداروں کے ممبر بھی ہیں۔

### ۴۔ جناب مبشر مقبول صاحب:

مبشر مقبول صاحب اکتوبر ۲۰۱۹ء سے میزان بینک کے بورڈ آف ڈائریکٹر کے ممبر ہیں۔ آپ رسک مینیجمنٹ کمیٹی اور انفارمیشن ٹیکنالوجی کے بورڈ کے چیئرمین بھی ہیں۔ ۱۹۹۷ء سے بینکنگ کی فیلڈ سے وابستہ ہیں اور مختلف مالیاتی

اداروں میں کام کرنے کا ۲۵ سالہ تجربہ رکھتے ہیں۔ فی الوقت آپ ملکی اور غیر ملکی مختلف ۱۳ اداروں کے بورڈز کے ممبر ہیں۔

### ۵۔ محمد نوید افتخار شنواری صاحب:

آپ کو مختلف مالیاتی اداروں میں مختلف عہدوں پر کام کرنے کا ۳۵ سالہ تجربہ ہے۔ آپ نے ۲۰۱۶ میں میزان بینک کے ڈائریکٹر کے طور پر شمولیت اختیار کی اور مختلف ملکی اور غیر ملکی اداروں میں ممبر اور بطور چیئر مین تعینات رہے۔

### ۶۔ جناب محمد گورماری صاحب:

محمد گورماری صاحب ۲۰۱۸ء میں میزان بینک کے ڈائریکٹر کے طور پر تعینات ہوئے۔ آپ نے انجنیئرنگ کی ڈگری نیشنل سکول آف بریجس اینڈ روڈ جو کہ پیرس میں ہے، وہاں سے حاصل کی۔ آپ کر رسک مینیجمنٹ میں کام کا ۱۵ سالہ تجربہ ہے۔ فی اوقت آپ سوڈان کے بورڈ آف اوقاف اور ادارہ فار مائیکرو فنانس کے ممبر ہیں۔

### ۷۔ جناب محمد عرفان صدیقی صاحب (سی۔ ای۔ او):

آپ میزان بینک کے صدر اور چیف آف ایگزیکٹو آفیسر ہیں۔ آپ جنرل مینیجر آف پاکستان کے شیئر ممبر بھی رہے۔ آپ بینکنگ کے شعبے میں ۳۵ سالہ ملکی اور غیر ملکی مختلف مالیاتیاور غیر مالیاتی اداروں میں مختلف عہدوں کا تجربہ رکھتے ہیں۔ فی الوقت آپ میزان بینک کے سی۔ ای۔ او ہونے کے ساتھ ساتھ دیگر آٹھ اداروں کے بورڈز کے ممبر بھی ہیں۔

### بینک کے شیئرز:

مجموعی طور پر ۲۰۰۸ کے آڈٹ کے مطابق میزان بینک ۱۴،۱۴۷ ملین روپے کا مالک ہے۔

### میزان بینک کا نیٹ ورک:

میزان بینک پاکستان کے ۲۴۰ مختلف بڑے اور چھوٹے شہروں میں ۸۰۰ سے زائد برانچوں اور ۲۸۰ اے۔ ڈی۔ ایم کے ساتھ ملک کا سب سے بڑا اسلامی بینک ہے۔ پاکستان بینکنگ بورڈ نے ۲۰۲۰ء میں میزان بینک کو ایک بہترین اسلامی بینک کے طور پر تسلیم کیا۔

## ہوم فنانسنگ سے متعلق میزان بینک کی خدمات

اسلامی بینکوں میں میزان بینک سب سے بڑا اسلامی بینک ہے۔ طریقہ کار کے لحاظ سے تو میزان بینک مروجہ بینکوں سے مختلف ہے مگر ہوم فنانسنگ کی سہولت حاصل کرمے کے لیے میزان بینک کی صارف سے مطلوب شرائط تقریبا مروجہ بینکوں والی ہی ہیں۔ میزان بینک ۲۵ سے ۶۵ سال کی عمر والے انسان کو ۲ سے ۲۰ سال کے لیے فنانسنگ کی سہولت فراہم کرتا ہے رقم کی مقدار ۵ لاکھ سے ۵۰ لاکھ تک ہے۔

## ۲۔ دبئی اسلامک بینک(Dubai Islamic Bank)

شیخ راشد بن سعید نے ۱۵ ستمبر ۱۹۷۵ کو اس بینک کی بنیاد رکھی اور ۱۹۷۷ء کو اس بینک کا پہلا دفتر دبئی میں کھولا گیا۔ شروع میں بینک ایک روایتی انداز میں کام کرتا تھا اور بہت کم وقت میں ایک منظّم اور مربوط سسٹم رکھنے والا دبئی کا ایک عظیم بینک بن چکا تھا۔ مارچ ۲۰۰۶ء میں بینک دبئی الاسلامی نے باقاعدہ طور پر پاکستان میں اپنی شاخ کھولی اور ۲۰۰۸ء میں دارالشرعیہ کے نام سے شرعی بورڈ قائم کیا۔ ۲۰۰۹ء میں پاکستان میں دبئی الاسلامی بینک نے اسلامی بینک کے طور پر کام کرنا شروع کیا۔[1]

### شرعی بورڈ:

دبئی اسلامی بینک کا شرعی بورڈ پانچ بندوں پر مشتمل ہے۔

### ۱۔ پروفیسر شیخ محمد الغاری

محمد الغاری بینک کے چیئرمین کی حیثیت سے شرعی بورڈ کا حصّہ ہیں۔ آپ نے اصولِ فقہ اور اسلامک اکنامکس میں پی۔ ایچ۔ ڈی کی اور بین الاقوامی لیول پر مختلف تعلیمی اداروں میں پڑھایا۔ آپ مختلف ممالک میں تعلیمی اور معاشی اداروں میں مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ آپ کو اسلامک اکنامکس میں ۲۹ سالہ تجربہ حاصل ہے۔ اس وقت آپ ۲۵ کے قریب مختلف اداروں کے بورڈز کے ممبر ہیں۔

---

[1] -ڈی۔ آئی۔ بی، دبئی اسلامی بینک، دبئی اسلامی بینک کا تعارف، ۲۲ اپریل ۲۰۲۱ء
https://www.dibpak.com/index.php/dib-global/#:~:text=Dubai%20Islamic%20Bank%20(DIB)%2C,on%20the%20Dubai%20Financial%20Market.

## ۲۔ شیخ ڈاکٹر محمد قسیم

شیخ ڈاکٹر محمد قسیم شرعیہ اسکالر اور اسلامک فنانس میں مہارت رکھتے ہیں اور آپ دبئ اسلامک بینک کے شرعی بورڈ کا حصہ ہیں۔ آپ سلک بینک کے شرعی بورڈ کے چیئرمین بھی ہیں۔ اس کے علاوہ آپ اسٹیٹ بینک آف پاکستان کے شرعی بورڈ کے رُکن بھی ہیں۔ محمد قسیم نے اسلامک انٹرنیشنل یونیورسٹی اسلام آباد سے قرآن و حدیث میں پی۔ ایچ۔ ڈی کی ہے اور آپ کو پانچ زبانوں پر مکمّل عبور حاصل ہے۔ آپ کو اسلامک فنانس سے متعلقہ اداروں میں کام کرنے کا ۲۲ سال کا تجربہ ہے۔

## ۳۔ شیخ پروفیسر محمد عبدالرحیم سلطان

شیخ محمد عبدالرحیم سلطان صاحب گرینڈ اسلامک اسکالرز بورڈ کے ممبر ہیں۔ آپ سکول آف شرعیہ کے پروفیسر بھی ہیں۔ آپ فتویٰ کمیٹی آف زکوٰۃ کے سربراہ بھی ہیں۔ آپ نے ماڈرن اسلامک فنانس پر بہت سے کتابیں لکھی ہیں۔ آپ دبئ اسلامی بینک کے شرعی بورڈ کے رُکن ہیں۔

## ۴۔ شیخ پروفیسر ابراھیم علی المنصور

شیخ ابراھیم علی المنصور اصولِ الشرعیہ کے اسکالر ہیں۔ آپ متحدہ عرب امارات (یو۔ اے۔ ای) اور ملکی اور غیر ملکی بہت سے بینکوں کے شرعی بورڈز کے ممبر اور ڈائریکٹر کے عہدوں پر فائز ہیں۔ آپ کو بینکنگ میں ۳۲ سال کا تجربہ ہے۔

## ۵۔ شیخ پروفیسر اکرام الدین

شیخ پروفیسر اکرام الدین شرعی بورڈ آف دبئ الاسلامی بینک کے ڈائریکٹر ہیں۔ آپ ملکی اور غیر ملکی خصوصاً لندن میں بہت سے اسلامی بینکوں کے بورڈ آف ڈائریکٹرز کے ڈائریکٹر اور شرعی بورڈ کے چئیرمین ہیں۔ آپ کو ۲۰۱۰ء میں دبئ حکومت کی جانب سے حسنِ کارکردگی پر اعلیٰ سول ایوارڈ بھی دیا گیا تھا۔ آپکو فنانس ڈیپارٹمنٹ میں مختلف عہدوں پر کام کا ۳۵ سالہ تجربہ ہے۔

## بورڈ آف ڈائریکٹرز:

دبئی الاسلامی بینک کا بورڈ آف ڈائریکٹرز آٹھ بندوں پر مشتمل ہے۔

**۱۔ محمد الشیبانی** چیئرمین بورڈ آف ڈائریکٹر ہیں۔

**۲۔ حماد عبدالراشد عبید الشمش** بورڈ کے ممبر ہیں

**۳۔ عبدالاعلیٰ عبید الحملی بورڈ** کے ممبر اور مینیجمنٹ ڈائریکٹر ہیں

**۴۔ یحییٰ سعید احمد** ڈپٹی چیئرمین آف بورڈ ہیں۔

**۵۔ حماد میمن** بورڈ آف ڈائریکٹر کے ممبر اور انویسٹر بھی ہیں۔

**۶۔ عبدالعزیز احمد** بورڈ کے ممبر ہیں۔

**۷۔ احمد محمد سعید بن ہمدانی** بورڈ کے ممبر اور مینیجمنٹ اینڈ رسک کمیٹی کے ڈائریکٹر ہیں۔

**۸۔ عبداللہ احمد الشمش** بورڈ آف ڈائریکٹرز کے ممبر ہیں۔

## اثاثہ جات:

دسمبر ۲۰۲۰ء کی آڈٹ رپورٹ کے مطابق دبئی الاسلامی بینک ایک ملین امریکی ڈالر کے اثاثے رکھتا ہے۔

## ہوم فنانسنگ سے متعلق دبئی اسلامی بینک کی خدمات

دبئی اسلامی بینک انٹرنیشنل بینک ہے۔ پاکستان میں ۲۰۰۶ میں اسلامی بینکنگ کے طور پر یہ بینک متعارف کروایا گیا۔ دیگر سہولیات کے ساتھ ساتھ یہ بینک بھی اپنے صارف کو ہوم فنانسنگ کی سہولت اسلامی طریقۂ تمویل پر دیتا ہے دیگر بینکوں کی نسبت دبئی اسلامی بینک کی شرائط تھوڑی مختلف اور زیادہ ہیں۔ بینک صارف کے کوائف کے ساتھ ساتھ ایک عدد ضامن بھی صارف سے لیتا ہے اور ضامن سے متعلق بھی وہ تمام چیزیں جمع کرتا ہے جو صارف سے متعلق ہوتی ہیں۔ اکاؤنٹ کی تفصیلات کے ساتھ ساتھ بجلی گیس کے بِلوں کی کاپیاں بھی بینک لیتا ہے۔ مکمل شرائط پوری کرنے والے صارف کو دبئی اسلامی بینک ۷۵ لاکھ تک کی فنانسنگ کی سہولت فراہم کرتا ہے۔

## اخوت فاؤنڈیشن

اخوت فاؤنڈیشن جو۲۰۰۱میں قائم ہوئی۔ اِس کے بانے ڈاکٹر امجد ثاقب جو ایک سابقہ در کاری ملازم ہیں۔ انسانی ہمدردی کے پیشِ نظر اُنہوں نے۲۰۰۱میں مائکرو فنانس کریڈٹ پروگرام کی صفرِ شرح سود پر بنیاد رکھی۔ ڈاکٹر امجد ثاقب نے۲۰۰۳میں اپنی سرکاری ملازمت چھوڑی اور اپنی اِس قائم کردہ فاؤنڈیشن کو وقت دینے لگے۔ پہلی بار اخوت فاؤنڈیشن نے کو قرضہ دیا وہ دس ہزار تھا۔ اخوت فاؤنڈیشن کا کام اُس کے نام سے واضح ہے۔ اخوت فاؤنڈیشن مختلف فلاح و بہود کے کام میں اپنا حصہ ڈالتی ہے۔ جن میں تعلیم، صحت، قرضہ حسنہ، روزگار سکیم اور چھوٹے پیمانے پر گھریلو مالکاری شامل ہے۔ پاکستان کے ۳۰۰ چھوٹے بڑے شہروں میں اخوت فاؤنڈیشن کے ۸۲۶ دفاتر ہیں جن میں تقریبا۷۰۰۰ ملازمین مختلف شعبہ جات میں اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ [1] اخوت فاؤنڈیشن اب تک تقریباً ۳۰لاکھ لوگوں کو قرض فراہم کر چکا ہے۔ جن میں سے ۵لاکھ کے قریب افراد کا ہوم فانسنگ کی مَد میں دیا گیا ہے۔ اخوت فاؤنڈیشن کو ملنے والے عطیات کا تقریباً ٦ فیصد ادارے کے ضروریات میں استعمال ہوتا ہے باقی تمام عطیات غریبوں اور ضرورت مندوں کی ضروریات اور قرضہ حسنہ فراہم کرنے کے لیے استعمال کی جاتے ہیں۔

---

[1] اخوت فاونڈیشن، اخوت فاؤنڈیشن کا تعارف، ۳۰اپریل، ۲۰۲۱ء

https://akhuwat.org.pk/

# فصلِ دوم

## اسلامی اداروں اور بینکوں کا طریقۂ کار

اپنے گھر کا حصول اور اس میں پُر سکون زندگی بسر کرنا ہر انسان کا فطری خواب ہے۔ مگر آج کل آمدن محدود اور مسائل لامحدود ہونے کے باعث زیادہ تر افراد اپنا گھر اکیلے بنانے سے قاصر ہیں اور اس سلسلے میں مختلف سودی اور غیر سودی ادارے ہاؤس فنانسنگ کی سہولت فراہم کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ مسلمان ہونے کے ناطے ہم پر اسلامی قیود کی پاسداری لازم ہے۔ اس لیے سودی اداروں سے لین دین کرنا اور اُن کی مدد سے گھر بنانا مسلمان کے لیے حرام ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام قرار دیا ہے۔ جیسے کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾[1]

**ترجمہ: اللہ نے بیع (تجارت) کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔**

اس لیے ہمیں چاہیے کہ اُن اداروں سے خدمات لیں جو غیر سودی ہیں۔ اگر اسلامی بینک ہاؤس فنانسنگ کی سہولت نہ دیں تو مجبوراً لوگ عام سودی بینک کے ساتھ معاملہ کریں گے۔

### اخوت فاؤنڈیشن کا طریقۂ تمویل

اخوت فاؤنڈیشن کے مطابق ایسے لوگ جن کی ماہانہ آمدن ۴۰۰۰۰ روپے ہے اِس مہنگائی کے دور میں اِس آمدن میں ایسے حضرات محض روزمرہ کی ضروریات پوری کر رہے ہیں- وہ اپنی اِس آمدنی سے نہ گھر تعمیر کر سکتے ہیں اور نہ ہی بینک سے اتنا قرضہ لے سکتے ہیں جس سے وہ اپنا گھر تعمیر کر سکیں۔ ایسے لوگوں کو اخوت فاؤنڈیشن فنانسنگ کی سہولت فراہم کرتا ہے اور اخوت فاؤنڈیشن کی شرائط مروجہ بینکوں والی نہیں ہیں بلکے مختلف ہیں۔ بینک چاہے اسلامی ہو یا روایتی ہر بینک قرضہ دینے سے پہلے اپنا تحفظ دیکھتا ہے جبکہ اخوت فاؤنڈیشن قرض خواہ کی سہولت کو دیکھتی ہے اِسی وجہ سی اخوت فاؤنڈیشن کے شرائط آسان ہیں اور قابل عمل ہیں تقریبا ہر بندے کی لیے۔ اخوت چند بنیادی شرائط پر قرضہ حسنہ دیتا ہے جو درج ذیل ہیں

---

[1] البقرة: ۲۷۵۔

۱- قرض خواہ ڈیفالٹر نہ ہو

۲- جرائم پیشہ نہ ہو

۳ - نشے کا عادی نہ ہو

۴ - علاقے کا رہائش پذیر ہو

اِن شرائط کو پورا کرنے والے شخص کو اخوت فاؤنڈیشن ہوم فنانسنگ کی سہولت فراہم کرتا ہے۔

ہوم فنانسنگ میں اخوت فاؤنڈیشن صارف کو دس لاکھ تک کا قرض دیتا ہے اور وہ بھی اُس شخص کو جس کے پاس گھر بنانے کے لیے زمین موجود ہو یا گھر کی مرمت کروانا چاہتا ہو باقی زمین خریدنے کے لیے قرضہ نہیں دیتا۔ صارف سے دو گواہ لیے جاتے ہیں جو اُسی علاقے رہائشی ہو- گواہ اِس بات پر لیے جاتے ہیں کہ بندہ قرضہ واپس کرے گا یعنی بندہ کیے گے معاملی کی پاسداری کرے گا۔ اخوت فاؤنڈیشن چونکہ ایک تجارتی ادارہ نہیں بلکے اِس کا مقصد خدمتِ خلق ہے اِس لیے جو عطیات اِس کے پاس ہیں وہ بطورِ امانت ہیں اِس لیے ظاہری اسباب کے درجے میں جس بندے کو ہوم فنانسنگ کے لیے قرض دیا جاتا ہے اُس شخص سے اُس زمین کے کاغذات جس پر وہ گھر بنانا رہا ہے بطور رہن کے رکھے جاتے ہیں اور معاملے کی شرائط میں ایک اضافہ شرط یہ بھی ہے کہ جس مکان کے لیے فنانسنگ کی سہولت لی گئی ہے اُس میں صارف خود رہے گا اُس مکان کو کرائے پر نہیں دے گا۔ باقی قرض واپس کرنے کی مدت ۳ سے ۸ سال کی ہے- واپسی کا طریقہ یہ ہے کہ صارف ہر ماہ گھر کے کرائے کی مَد میں فاؤنڈیشن کو رقم واپس لوٹا تا رہتا ہے۔ اخوت فاؤنڈیشن کا فنانسنگ اک طریقہ صرف آسان ہی نہیں بلکے مکمل طور پر خدمت خلق کے جذبے سے سرشار ہے۔

## ہوم فنانسنگ سے متعلق اسلامی بینکوں کا طریقۂ کار

اسلامی ہاؤس فنانسنگ وہ تمام ممکن طریقے متعارف کرواتی ہے جن کے ذریعے صارفین کی مدد کی جاتی ہے کہ وہ شریعت کے بیان کردہ ضوابط کے مطابق کام کر سکیں۔ اسلامی مالیاتی نظام میں جن طریقوں سے فنانسنگ کی جاتی ہے اُن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔ مشارکۃ متناقصۃ

۲۔ مرابحہ

۳۔ بیع بثمن آجل

۴۔ اجارہ

۵۔ اجارۃ ثم البیع

۶۔ الاستصناع

۷۔ بیع آجل

زیادہ تر اسلامی بینک مشارکۃ متناقصۃ کے طریقے سے گھر کے لیے سرمایہ کاری کا مواقع فراہم کرتے ہیں۔ جب کوئی صارف سودی بینک کا رُخ کرتا ہے تو سودی بینک اسے گھر بنانے کے لیے قسطوں پر قرضہ فراہم کرتا ہے جس کے عوض وہ صارف سے سود وصول کرتا ہے۔ جب کہ مشارکۃ متناقصۃ کے ذریعے ہاؤس فنانسنگ کا عمل اس سے مختلف ہے۔ مشارکۃ متناقصۃ کے ذریعے ہاؤس فنانسنگ کے عمل میں بینک صارف کو قرضہ نہیں کرتا بلکہ اسے براہِ راست اپنے ساتھ شراکت دار بنا کر سرمایہ کاری کی دعوت دیتا ہے۔ جو سودی اور اسلامی بینکوں کی ہاؤس فنانسنگ کے طریقہ کار میں بنیادی فرق ہے۔

مشارکۃ متناقصۃ کے ذریعے ہاؤس فنانسنگ کو سمجھنے کے لیے پہلے مشارکۃ متناقصۃ کا معلوم ہونا ضروری ہے کہ مشارکۃ متناقصۃ ہے کیا؟

شراکت متناقصہ کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ شرکت اور اس کے ثبوت کا علم ہو۔

## شراکت کے معنی

شرکت کا مادہ (ش، ر، ک) ہے، عربی زبان میں اس کے لیے (الشرکتہ) کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، اس کے معنی ہیں ایک شخص کا دوسرے کے ساتھ شریک ہونا ہے۔ شراکت مال، خرید و فروخت اور وراثت میں ہوتی ہے[1].

---

[1] ۔ابن منظور، محمد بن مکرم بن علی، لسان العرب، (بیروت طبعہ اولیٰ ۱۴۱۶)، ۸، ۴۴۸ / ۱۰۱

گویا شراکت سے مراد ہے کے دو یا دو سے زیادہ افراد کسی مشترک کام کو قائم کرنے کے لئے جو عقد کرتے ہیں اسے عقد شراکت کہتے ہیں۔ کسی کام میں شراکت سے مراد یہ ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک کا حصہ ہو گا یعنی دونوں ایک دوسرے کے شریک ہوں گے۔

## اصطلاح میں شراکت سے مراد:

**الشركة هی اختلاط النصيبين فصاعدا، بحيث لايتميز ، ثم اطلق اسم الشركة على العقد وان لم يوجد اختلاط النصيبين[1]**

**"دو حصوں کا آپس میں اس طرح مل جانا کہ ان میں فرق نہ کیا جاسکے (گویا کہ وہ ایک ہیں) پھر اس کا اطلاق معاملے پر کیا جانے لگے اگر چہ دونوں حصوں کا آپس میں اختلاط نہ پایا جائے"۔**

بہر حال شراکت باہمی طور پر مشقت و وجاہت، خرید و فروخت اور مال میں شریک ہونا ہے۔
ائمہ اربعہ اس کی تعریف مختلف انداز میں کرتے ہیں۔

## مالکیہ کے نزدیک شراکت:

ابو العباس جو ایک مشہور مالکی فقیہ ہیں۔ شراکت کی تعریف اس انداز میں کرتے ہیں جس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

**دو یا دو سے زیادہ مالکوں کا مل کر تجارت کرنا اس معاملے کو عقد شراکت کہتے ہیں[2]۔**

## حنابلہ کا نقطہ نظر شراکت سے متعلق:

شراکت کی تعریف کرتے ہوئے ابن قدامہ لکھتے ہیں۔

**"ھی الاجتماع فی استحاق او تصرف" [3]**

---

۱ ۔ الجرجانی، علی بن محمد، کتاب التعریفات، (بیروت، لبنان، ۱۹۸۳ء)، ۱/۱۲۶[1]

۲ ۔ الحلوتی، ابو العباس احمد بن محمد، حاشتہ الصاوی، (دار المعارف)، ۳/۴۵۵[2]

۳ ۔ الحنبلی، ابنِ قدامہ، عبد اللہ بن احمد بن محمد، المغنی، مکتبۃ القاھرۃ ۱۳۸۸ھ[3]

**ترجمہ؛ شراکت کسی چیز کے تصرّف اور استحاق میں ایک ہو جانا ہے۔**

## علماء شوافع کے نزدیک شراکت:

مشہور شافعی عالم شیخ شہاب الدین احمد شراکت کی تعریف کرتے ہیں۔

"ثبوت الحق فی الشیء الواحد لشخصین فاکثر علی و جه السیئوع"[1]

**ترجمہ؛ ایک سے زیادہ اشخاص کا حصوں کی بنا پر ایک چیز میں حق ثابت ہونا۔**

## احناف کا شراکت سے متعلق نقطہ نظر:

عبد اللہ بن محمود حنفی شراکت کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

"الخلطتة و ثبوت الحصة"[2]

**ترجمہ؛ مال کا ملنا اور حصہ کا ثابت ہونا نفع ہے۔**

تمام مذاہب کے آئمہ کی ذکر کردہ تعریفات کے بعد شراکت کا مفہوم یہ اخذ ہوتا ہے کہ شرکاء کا باہمی تعاون، مل کر تجارت، لین دین کے معاملات، سرمایہ کاری کرنا اور نفع حاصل کرنا عقد شراکت کہلاتا ہے۔

## قرآن کریم سے شراکت کا ثبوت:

قرآن کریم میں ایمانیات اور عبادات کے ساتھ ساتھ معاملات کا ثبوت بھی ملتا ہے اور پھر معاملات میں شراکت کا ثبوت مختلف اعتبار سے ملتا ہے۔ شراکت سے متعلق قرآنی احکامات درج ذیل ہیں۔

## ورثاء کے درمیان شراکت:

قرآن کریم میں شرکاء کا وراثت میں باہمی شریک ہونا سے متعلق ارشاد ہے کہ

---

۱۔ شہاب الدین، احمد بن عبد اللہ، حاشیۃ العمیرۃ، (دار الفکر، بیروت ۱۴۱۹ھ)، ۲/ ۴۱۶[1]

۲۔ الجرجانی، کتاب الفقۃ، علی المذاہب اربعۃ، ۳/ ۱[2]

﴿فَاِنْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِى الثُّلُثِ﴾[1]

**ترجمہ: اگر وہ ورثاء شراکت میں اس سے بھی زیادہ ہوں تو وہ سب ایک تہائی میں شریک ہوں گے۔**

مذکورہ بالا آیات میں وراثت میں شرکاء کے حصوں کا ذکر کیا گیا ہے کہ مرنے والے نے جو مال چھوڑا ہے یعنی ترکہ اس ترکہ میں ہے اس کے ورثاء کو کتنا کتنا حصہ ملے گا۔ آیت کے اس خاص حصہ میں خاص ورثاء جن کو اخیافی بہن بھائی ( یعنی ماں شریک بہن بھائی ) کہتے ہیں ان کا ذکر ہے کہ اگر میت کہ ورثاء میں کوئی نہیں سوائے اخیافی بہن بھائی کے تو ان اخیافی بہن بھائی کو میت کے ترکہ میں سے ایک تہائی ملے گا یعنی دونوں بہن بھائی شریک ہوں گے۔

قرآن کریم کی اس آیت میں یہ بات واضح طور پر ثابت ہوتی ہے کہ کسی بھی جائز معاملے چاہے وہ معاملہ لین دین کا ہو یا کسی اور طرز کا ہو ایک سے زائد افراد اس میں شریک ہو سکتے ہیں۔ اور شراکت برابری اور غیر برابری کی شرط پر بھی کی جا سکتی ہے۔ میت کے ترکہ میں ایک سے زائد افراد حصہ دار ہوتے ہیں اور ان کو میت کے ترکہ میں سے ایک مقرر حصہ ملتا ہے اور یہ حصہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر شدہ ہیں ان میں کسی بھی قسم کی کمی پیشی کی نہ گنجائش ہے اور نہ ہی اجازت۔ اس کے علاوہ دنیاوی معاملات جو انسانوں کے درمیان ہوتے ہیں تو اس کی بنیاد کبھی برابری کی سطح پر ہوتی ہے اور کبھی اس کے علاوہ ہوتی ہے۔

اسی طرح فریقین باہم مل کر شراکت کا معاملہ کر سکتے ہیں۔ اصحاب کہف کا واقعہ اس بات کا ثبوت ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَ لْيَتَلَطَّفْ وَ لَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا﴾[2]

**ترجمہ: اب اپنے میں سے ایک کو یہ ایک اوقیہ دے کر شہر میں بھیجو پھر دیکھو کون سا کھانا پاکیزہ ہے۔ پس تمہارے پاس اس میں سے کھانا لائے اور نرمی سے جائے کسی کو تمہارے متعلق نہ بتائے۔**

مذکورہ آیت میں اصحاب کہف کے متعلق واقع ذکر ہے کہ جب اصحاب کہف ایک لمبے عرصے کیلئے غار میں اللہ کی عبادت اور اپنا دین بچانے کی غرض سے چھپ گئے تھے اور لمبے عرصے تک سونے کے بعد بیدار ہوئے تو بھوک نے

---

[1] ۔النساء: ۱۲

[2] ۔الکھف: ۱۹

انہیں آپس میں ایک عقد کرنے پر مجبور کیا۔ اپنے ایک ساتھی کو کھانالائے کیلئے انہوں نے شہر میں بازار کی طرف بھیجااور اس کے لائے ہوئے کھانے میں سب شریک ہوئے سب نے مل کر کھانا کھایا۔ قرآن کریم نے ان کے اس عمل کو ذکر کیااور جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کسی جائز کام میں آپس کی رضامندی سے کوئی معاملہ کرنا کوئی عقد کرنا قرآن کی نظر میں صرف جائز ہی نہیں بلکہ مستحسن ہے۔

اسی طرح یتیموں کے مال کو بھلائی کی غرض سے اپنے مال کے ساتھ ملایا جا سکتا ہے۔ مگر اپنے اوپر خرچ کرنے کی اجازت نہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

﴿ فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ ؕ وَ یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الۡیَتٰمٰی ؕ قُلۡ اِصۡلَاحٌ لَّہُمۡ خَیۡرٌ ؕ وَ اِنۡ تُخَالِطُوۡہُمۡ فَاِخۡوَانُکُمۡ ؕ وَ اللّٰہُ یَعۡلَمُ الۡمُفۡسِدَ مِنَ الۡمُصۡلِحِ ؕ وَ لَوۡ شَآءَ اللّٰہُ لَاَعۡنَتَکُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَزِیۡزٌ حَکِیۡمٌ ﴾[1]

**ترجمہ: یعنی دنیااور آخرت کی باتوں میں غور کرواور تم سے یتیموں کے بارے میں بھی دریافت کرتے ہیں کہہ دو کہ ان کی حالت کی اصلاح بہت اچھا کام ہے اور اگر تم ان سے مل جل کر رہنا یعنی خرچ اکٹھا رکھنا چاہو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ خرابی کرنے والا کون ہے اور اصلاح کرنے والا کون اور اگر اللہ چاہتا تو تم کو تکلیف میں ڈال دیتا۔ بیشک اللہ غالب ہے حکمت والا ہے۔**

یتیموں کی اصطلاح خواہ مالی معاملات میں ہوں یا ان کے تعلیمی تربیت کے معاملے میں ہوں خواہ کوئی بھی معاملہ ہو اگر غرض و مقصد ان کی اصلاح ہے تو دنیا و آخرت میں یہ معاملہ بہتر ہو گا اور یہ اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ خیر خواہی اور جذبہ ایثار کا ثبوت ہے۔ مفسرین نے اس آیت کی مختلف جہات سے تشریحات کی ہیں ان کا خلاصہ یہی ہے کے حصول منفعت اور حکمت کے تحت یتیم کے مال کو کاروبار میں لگایا جا سکتا ہے۔ جب مال کاروبار میں لگائیں گے تو یقینی بات ہے کہ کچھ افراد شریک ہوں گے تو ان میں کوئی معاہدہ ضرور ہو گا یہ معاملہ عقد شراکت کہلاتا ہے۔ یتیم کے مال کو کاروبار میں لگانے کی اجازت خاص حکمت کے تحت ہے۔ مذکورہ بالا آیت سے معلوم ہوا ہے کہ انسان کسی بھی جائز عقد میں شراکت کی بنیاد پر شریک ہو سکتا ہے اور قرآن کریم سے یہ عمل ثابت ہے بلکہ خود قرآن کریم اس بات کی تلقین کرتا ہے۔

## شرکاء کے درمیان حصوں کی تقسیم:

---

[1] ۲ ۔البقرۃ:۲۲۰

شرکاء اگر حصوں میں برابری کے حقدار ہوں تو اسی طرح تقسیم کرنا چاہیے۔ قرآن ان کی تقسیم کو بیان کرتا ہے۔

﴿وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾[1]

**ترجمہ: جان لو جو کوئی چیز تمہیں غنیمت کے طور پر ملے بے شک اس میں سے پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے اور رشتے داروں، یتیموں، مساکین اور مسافروں کے لیے ہے اگر تم لوگ اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اس پر جو ہم نے نازل کی اپنے بندے پر فیصلے والے دن جس دن دو جماعتیں ملی اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔**

مندرجہ بالا آیت میں مال غنیمت سے متعلق اصول ذکر کیا ہے کہ مال غنیمت کا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور اس آیت میں اس حصہ کا استحقاق رکھنے والے شرکاء کا بھی ذکر ہے۔ یہ آیت بھی شراکت کے معاملے پر دلالت کرتی ہے۔

## شرکاء کے درمیان مساوات:

شرکاء کے درمیان مساوات کے اصول کا خیال رکھنا چاہیے۔ اس بات کی تلقین خود اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں کی ہے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

﴿وَ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَیَبْغِیْ بَعْضُهُم عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ قَلِیْلٌ مَّا هُم ؕ ﴾[2]

**ترجمہ: اور ان میں سے اکثر شریک ایک دوسرے پر زیادتی ہی کرتے ہیں۔ ہاں جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور ایسے بہت کم ہیں۔**

اس آیت مبارکہ میں اللہ رب العزت نے شرکاء کو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ زیادتی کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اور شرکاء کو آپس میں اصول و مساوات قائم کرنے کی تلقین کی ہے۔

---

[1] الانفال: ۴۱۔

[2] ص: ۲۴۔

اکثر شرکاء کا یہی دستور ہے بڑے اور طاقتور شریک اپنے سے کم حصے اور کمزور شریک کو اس کی قلیل پونجی سے بھی محروم کر دیتے ہیں۔ ہاں جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں وہ اپنے دوسرے رشتہ داروں پر جبر تو دور کی بات ہے ان کا حق چھیننے سے بھی گریز کرتے ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں لفظ استعمال ہوا ہے "خلطاء"۔ خلطاء خلیط کی جمع ہے۔ خلیط کہتے ہیں جزوی شریک کو یعنی کوئی ایسی کاروباری شراکت جس میں کاروبار کے کچھ پہلوؤں میں تو شریک ہوں پر کچھ میں آزاد ہوں۔ مثال کے طور پر دو بندے علی اور عمر، دونوں کے پاس اپنا الگ الگ بکریوں کا ریوڑ ہے جو ان کی ذاتی ملکیت ہے۔ لیکن ان کی حفاظت کے لیے دونوں نے مل کر جگہ کرائے پر لی ہے اور ایک چرواہا بھی رکھا ہے۔ تو اب یہ دونوں چرواہے کی اجرت اور کرائے میں شریک ہیں ایک دوسرے کے مگر دوسری جانب اپنے اپنے ریوڑ کے مالک ہیں اور ان سے آنے والے نفع کے اکیلے مالک ہیں۔ اس کو کہتے ہیں ایک دوسرے کا خلیط ہونا۔ یہ دونوں شریک ایک دوسرے کا خلیط کہلائیں گیں۔

مذکورہ بالا تمام ذکر کردہ آیتِ قرآنیہ اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ شراکت جائز ہے بلکہ قرآن کریم کی نظر میں ایک مستحسن عمل ہے۔ لیکن اس سے مراد بالکل آزاد شراکت نہیں ہے۔ بلکہ وہ شراکت مراد ہے جو تمام شراکت داروں کے نفع و نقصان کا خیال رکھتے ہوئے حق و انصاف کے ساتھ مساوات کے اصولوں کی پاسداری کرتے ہوئے مکمّل طور پر درست اور واضح ہو۔ قرآن مجید میں ذکر کردہ مندرجہ بالا واقعات مکمّل طور پر اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ انسان اپنی اجتماعی زندگی میں ایسے معاملات اور عقد کر سکتا ہے۔

## احادیث مبارکہ سے شراکت کے اثبات:

قرآن کریم کے بعد شریعت کا دوسرا بنیادی مآخذ حدیث مبارکہ ہیں. حدیث آپ ﷺ کے قول و فعل، اور عمل ان .تینوں چیزوں کو شامل کیا جاتا ہے۔ آپ ﷺ کی احادیث میں واضح طور پر شراکت کا ثبوت ملتا ہے۔

## حدیث قدسی:

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ

**((ان اللہ یقول انا ثالث الشریکین مالم یخن احدھما فاذا خانه خرجت من بیتھا))**[1]

---

[1] محمد بن علی، سنن ابی داؤد، کتاب البیوع، باب فی الشرکۃ، حدیث نمبر ۳۳۸۵، ۳/۲۶۴

**ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ فرماتے ہے کہ میں تیسرا شریک ہوں دو شریکوں کے درمیان جب تک ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے خیانت نہ کرلے پس جب ان میں سے کوئی ایک خیانت کرتا ہے تو میں ان دونوں کے درمیان میں سے نکل آتا ہوں۔.**

اس حدیث مبارکہ میں شراکت کی تعریف کی گئی ہے اور اس حدیث مبارکہ میں امانتداری کا ذکر کیا گیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ شراکت داروں کے تیسرے شریک ہیں جب تک وہ آپس میں امانتداری اور سچے دل سے ایک دوسرے کے ساتھ چلیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے شریک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کی مدد اور حفاظت کرتے ہیں مگر یہ مدد اور حفاظت کا وعدہ امانتداری کے ساتھ ہے۔.

اسی طرح آپ ﷺ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا

((يد الله على الشريكين مالم يخن احدهما صاحبه))[1]

**ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہوتا ہے شریکین پر بس وہ آپس میں ایک دوسرے سے خیانت نہ کریں۔**

اس حدیث میں بھی شراکت اور پھر امانتداری اور انصاف پر مبنی شراکت کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہوتا ہے مطلب اللہ تعالیٰ برکت دیتے ہیں ایسے دو شریکوں کے کام میں جو امانتداری سے شراکت کریں۔

## فعلی حدیث:

حضرت سائب جلیل القدر صحابی ہیں اپنا واقعہ ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"كنت شريک النبی ﷺ فی الجاهلية فكنت خير شريک لا تدارينی ولا تماريني"[2]

**ترجمہ: فرماتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے زمانہ جاہلیت میں شریک تھا۔ آپ ﷺ بہترین شریک تھے۔ آپ ﷺ نہ مجھ سے بہت زیادہ نرمی کرتے تھے اور نہ ہی مجھ سے جھگڑا کرتے تھے۔**

---

[1] علی بن عمر، سنن الدارقطنی،، دار المعرفۃ، بیروت، ۱۳۸۴ھ، کتاب البیوع، حدیث نمبر ۱۴۰، ۳/۳۵

[2] ابن ماجہ، سنن ابی ماجہ، کتاب التجارات، باب الشرکۃ و مضاربۃ، حدیث نمبر ۲۲۸۷، ۲/۷۶۸

آپ ﷺ کی زندگی ہماری لیے بہترین نمونہ ہے. آپ ﷺ کا عمل ہمارے لیے راہ ہدایت ہے۔ اس فعلی حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے خود شراکت کی اور شراکت بھی ایسے کی کہ آپ ﷺ اپنے شریک کے ساتھ حسن سلوک اور معتدل رویہ رکھتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا ہے کہ شراکت داروں کو آپس میں معتدل رویہ اور ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہیے۔

## تعامل صحابہ:

صحابہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے آپ ﷺ سے براہ راست دین سیکھا۔ اس لیے صحابہ کا کسی کام پر اجتماع یا کوئی عمل کرنا ہمارے لئے ایک دلیل ہے۔ تعامل صحابہ سے بھی شراکت کا ثبوت ملتا ہے۔ صحابہ کرام بھی شراکت کی بنیاد پر کاروبار کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ

**((اشترکت انا وعمار وسعد فیما نصیب یوم بدر قال فجاء سعد باسیرین ولم اجئ انا وعمار بشیء))**

**ترجمہ: میں نے اور عمار اور سعد نے شراکت کی بدر والے دن۔ فرماتے ہیں پس سعد دو قیدی لے کر آئے اور میں اور عمار کوئی چیز بھی نہ لے کر آئے۔**

ان مذکور بالا احادیث سے یہ بات واضحتاً معلوم ہوتی ہے کہ شراکت کے طور پر کام کرنا نہ صرف سنتِ نبویؐ ہے بلکہ صحابہ کرامؓ کا بھی طریقہ رہا ہے۔ صحابہ کرامؓ بھی شراکتی سرگرمیوں میں باہمی طور پر شریک رہتے تھے۔

## اقسام شراکت

بنیادی طور پر شراکت کی دو اقسام ہیں۔

۱۔ شرکتِ املاک

۲۔ شرکتِ عقو

### ۱۔ شرکتِ املاک

بغیر کسی عقد کے شرکاء کا کسی چیز کا مالک بن جانا شرکتِ املاک کہلاتی ہے۔ اور یہ شراکت دونوں طرح ہوتی ہے، اختیاری بھی اور غیر اختیاری بھی۔[1]

### شرکتِ اختیاری:

شرکتَ اختیاری شرکاء کے ذاتی عمل دخل سے وجود میں آتی ہے۔ کیونکہ یہ شراکت ایجاب و قبول کے تحت واقع ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر خریدی ہوئی، وصیت کی گئی چیزوں کا شرکاء کی رضامندی سے اسکا مالک بننا ہے۔ اسے شراکتِ املاک کی اختیاری صورت کہتے ہیں۔

### شرکتِ غیر اختیاری:

شرکتِ غیر اختیاری سے مراد وہ شراکت جو شرکاء کے بغیر عمل دخل کے وجود میں آئی ہو۔ مثال کے طور پر شرکاء کا وراثت میں شریک ہونا۔ یہ شرکت شرکاء کی غیر اختیاری طور پر ہوتی ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ ہے۔

### ۲۔ شرکتِ عقود

نفع کے حصول کے لیے باہمی طور پر شرکاء جو عقد، معاملہ کرتے ہیں اُسے شرکتِ عقود کہتے ہیں۔ اس کی چار اقسام ہیں۔

۱۔ شرکتِ مفاوضہ ۲۔ شرکتِ عنان

۳۔ شرکتِ صنائع ۴۔ شرکتِ وجوہ

### ۱۔ شرکتِ مفاوضہ:

---

۱۔ الزحیلی، وہبۃ بن مصطفیٰ، لفقۃ الاسلامی وادلۃ، (دارالفکر، دمشق)، ۵/۱۳۸[1]

یہ شراکت برابری کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ شرکاء کی کیفیت واہلیت، اختیارات اور سرمایہ ہر چیز میں برابری کی بنیاد پر یہ عقد طے پاتا ہے۔ جو نفع حاصل ہوتا ہے اُس میں سب برابر حصّے دار ہوتے ہیں۔

### ۲۔ شرکتِ وجوہ:

شرکاء ذاتی قابلیت کی بنا پر تعلقات استعمال کرتے ہوئے ادھار رقم لے کر کاروبار شروع کرتے ہیں۔ ابتداء میں ذاتی رقم کسی کے پاس نہیں ہوتی۔ جو نفع حاصل ہوتا ہے اُسے آپس میں تقسیم کرتے ہیں۔[1]

### ۳۔ شرکتِ صنائع:

ہنر مند افراد کا مل کر کسی کام میں شریک ہونا شرکتِ صنائع کہلاتا ہے۔ ہنر مند افراد جیسے درزی، رنگساز، کمہار وغیرہ مل کر کسی کام میں شریک ہوں اور محنت ومشقت کے بعد جو نفع حاصل ہو اُسے آپس میں تقسیم کرلیں۔

### ۴۔ شرکتِ عنان:

شراکت کی اس قسم میں برابری شرط نہیں ہے بلکہ شرکاء کم یا زیادہ مال کے اعتبار سے شریک ہوسکتے ہیں اور نفع میں بھی کم یا زیادی کا تناسب رکھ سکتے ہیں۔ اس اعتبار سے یہ قسم لچکدار ہے۔

شراکت کی یہ تمام صورتیں جائز ہیں اور ان چاروں اقسام کا استعمال عُرفِ عام میں ہوتا ہے۔ مگر ان میں سے چوتھی قسم شرکتِ عنان عام طور پر کاروباری معاملات اگر شراکت کی بنیاد پر ہوں تو اس صورت میں ہوتے یں۔ اسلامی بینکوں میں بھی شراکت کی یہی صورت اختیار کی جاتی ہے۔ کیونکہ ہر آدمی اپنی استطاعت کے مطابق حصّہ ڈال کر شرکت کرسکتا ہے۔ اور اپنے حصےّ کے بقدر نفع بھی وصول کرلیتا ہے۔ موجودہ دور میں ہوم فنانسنگ اسی شرکتِ عنان پر اسلامی بینکوں میں ہورہی ہے۔

---

[1] ۱۔ عثمانی، محمد تقی، اسلام اور جدید معیشت،، ص ۱۵۲

## شراکت کے اصول و شرائط

شراکت کی چار قسموں میں سے ہر ایک میں اصول اور ہر قسم کی شرائط الگ الگ ہیں مگر مقصود مروجہ اسلامی بینکاری میں ہوم فنانسنگ کو بیان کرنا ہے تو وہ شراکت کی قسم شرکتِ عنان پر ہوتی ہے۔ اسی لیے اس اعتبار سے صرف شرکتِ عنان کے اصول اور شرائط ذکر کیے جائیں گے۔

شراکت کے اصولوں کو جاننے سے پہلے اُن چیزوں کے متعلق جاننا ضروری ہے جن پر شراکت کے اصول مبنی ہوتے ہیں۔ جو درج ذیل ہیں:

۱۔ سرمایہ

۲۔ عقد

۳۔ نفع و نقصان

۴۔ شرکاء کے حقوق و فرائض

## سرمایہ سے متعلق احکامات

سرمائے سے متعلق چار چیزوں کا علم اور اس سے متعلق واضح معاملات طے کرنا ضروری ہیں۔

۱۔ اصل سرمائے یعنی رَاس المال کو علیحدہ رکھنا

۲۔ سرمائے میں کمی بیشی ہونا

۳۔ نقدی (کرنسی) کا مختلف ہونا

۴۔ مال (سرمائے) کی ہلاکت کی صورت میں شرکت کا باطل ہونا

### ۱۔ اصل سرمائے (رِاس المال) کو علیحدہ رکھنا:

اگر شرکاء مال کو اکٹھے رکھنا چاہیں یا مال کو الگ رکھنا چاہیں تو دونوں صورتوں میں شراکت درست ہے۔ اور اس سے شراکت کے کسی معاملے پر کوئی اثر نہیں آتا۔

امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کا یہی مفتی بہ قول ہے جبکہ امام زفرؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک مال کو ملانا ضروری ہے، اس کے بغیر شرکت درست نہیں۔ گویا ان حضرات کا قول امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کے قول کے برعکس ہے۔ امام شافعیؒ دلیل دیتے ہیں کہ

"لأن الربح فرع المال، ولا يقع الفرع على الشركة اِلا بعد الشركة فى الأ صل وأنه با لخلط"[1]

**ترجمہ: مال کی فرع نفع ہے اور اصل کے شامل کیے بغیر فرع (نفع) شامل نہ ہو گی۔ اور اصل میں مشترک ہونے سے مراد مال کا اکٹھے ہونا ہے (خلط ہونا ہے)۔**

اسی وجہ سے اِن اہلِ علم حضرات کے ہاں شراکت فی العمل یعنی شرکت صنائع درست نہیں کیونکہ اس شرکت میں اصل بنیاد ہنر ہے۔ جبکہ یہ حضرات اصل بنیاد مال کو بناتے ہیں اور جب تک مال مشترک اور متعین نہیں ہو گا تو اُس پر نفع لینا درست نہیں ہو گا۔

امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ

"ان الشركة فى الربح مستندة الى العقد دون المال لأن العقد يسمى شركة"

**ترجمہ: عقد کی طرف نسبت کی وجہ سے نفع میں شرکت ہوئی ہے نہ کہ مال کی طرف اضافت کرنے کی وجہ سے کیونکہ عقد یعنی معاملہ کرنے کا نام شرکت ہے نہ کہ مال کا۔**

حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک کیونکہ نفع کا تعین رأس المال میں تصرف کے بعد ہوا ہے۔ یعنی عقد کے بعد رأس المال میں جو تصرف ہوا، جو کچھ تجارت ہوئی، اُس کے حساب سے منافع کا تعین کیا جائے گا۔ کیونکہ تصرف کے بعد ہی معلوم

---

[1] ا۔ الہدایۃ: ۳/۱۰

ہو گا کہ نفع کتنا ہوا ہے۔ اس لیے مال کو متعین کرنا ضروری نہیں ہے۔ مثال کے طور پر علی اور ابو بکر نے برابری کے ساتھ یعنی ۵۰، ۵۰ فیصد شراکت کی بنیاد پر کاروباری سرگرمیاں شروع کیں اور دونوں نے تین، تین لاکھ روپے لگائے تو اب اگر انھیں ۴۰ ہزار روپے نفع ہوا ہے تو وہ اِن چھ لاکھ روپے لگانے کی وجہ سے ہوا ہے۔ اس بات سے نفع پر کوئی اثر نہیں آتا کہ پیسے الگ الگ اکاؤنٹ میں ہوں۔ اصل یہ ہے کہ کسی عقد کے ذریعے مال کو کاروبار میں لگانا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ عقد ہی وہ ذریعہ ہے جس کی بنا پر نفع کا تعین کیا جا سکتا ہے۔

### ۲۔ کرنسی کا مختلف ہونا:

اگر شرکاء کے پاس مروجہ کرنسیاں ہوں مگر مختلف کرنسیاں ہوں تو وہ آپس میں لین دین کر سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر عبد اللہ کے پاس ۸ لاکھ روپے ہیں اور زکریا کے پاس ۵ ہزار ڈالر ہوں تو یہ دونوں مل کر شراکت کر سکتے ہیں۔ کیونکہ دونوں کرنسیان رائج کرنسیاں ہیں۔ لوگ ان میں لین دین کرتے ہیں۔

امام قدوریؒ اس کو یوں بیان کرتے ہیں:

**"يجوز اَن يشتركا ومن جهة أحدهما دراهم ومن جهة الآخر دنانير"[1]**

**ترجمہ: جائز ہے کہ شراکت کریں ایسے دو جن میں سے ایک کی طرف سے درھم ہوں اور دوسرے کی طرف سے دینار۔**

امام شافعیؒ اور امام زفرؒ کے ہاں ایسا کرنا جائز نہیں۔ وجہ یہی ہے کہ اُن کے نزدیک مال کو اکٹھا کرنا ضروری ہے اور یہ بات شرط کا درجہ رکھتی ہے۔ لہٰذا جب تک مال ایک جنس کا نہیں ہو گا، اُسے جمع نہیں کیا جا سکتا۔ یعنی امام زفرؒ و امام شافعیؒ کے ہاں اگر ڈالر میں شراکت کرنی ہے تو سب کے پاس ڈالر یہ ہوں اور اگر روپے میں کرنی ہے تو سب کے پاس مال روپے کی صورت میں ہو۔ اسی صورت میں مال اکٹھا کیا جا سکتا ہے۔

---

[1] ۔ ۔ مختصر القدوری: ص ۱۱۱

### ۳۔ سرمائے میں کمی بیشی کا ہونا:

اگر شرکاء کے مال میں کمی بیشی ہو تو جائز ہے یعنی اگر ایک شریک ۱۰ لاکھ اور دوسرا ۱۰ ہزار یا ۵۰ فیصد مال کے حساب سے شراکت کرتا ہے تو یہ جائز ہے اور نفع بھی اُسی لحاظ سے تقسیم ہو گا۔ جسے صاحب ہدایہؒ نے اس طرح بیان کیا ہے:

"ویصح الفاضل فی المال للحاجة الیه ولیس من قضیة اللفظ المسا واة"[1]

**ترجمہ: مال میں کسی حاجت کی وجہ سے کمی بیشی کا ہونا صحیح ہے اور شرکتِ عنان برابری کا تقاضا نہیں کرتی۔**

اس شرکتِ عنان میں شراکت کے لیے برابری شرط نہیں بلکہ ہر شریک اپنی حیثیت اور استطاعت کے مطابق زیادہ یا کم مال سے شراکت میں شامل ہو سکتا ہے۔

### ۴۔ مال کے ہلاک ہونے کی وجہ سے شرکت کا باطل ہونا:

اگر شراکت میں کام شروع ہونے سے پہلے یا بعد میں کُلِ مال یا مال کا کچھ حصّہ ہلاک ہو گیا تو شراکت باطل ہو جائے گی۔ جیسے بائع اور مشتری کے درمیان معاملہ خریداری کا طے ہو جائے اور اُس کے بعد مبیع میں کسی قسم کا عیب آجائے یا مبیع ہلاک ہو جائے تو بیع و شراء کا عقد باطل ہو جاتا ہے۔ ایسی ہی شراکت میں جب مال کا بعض یا مکمّل حصہ ہلاک ہو جائے تو شراکت باطل ہو جاتی ہے۔ اگر شراکت میں مالک مخلوط تھا یعنی تمام شرکاء کا مال خلط ملط ہو گیا تھا اور اب یہ مال ہلاک ہو گیا تو نقصان سب کا ہو گا۔ کیونکہ یہ یہاں امتیاز نہیں کیا جا سکتا کہ کس کا مال ہلاک ہوا ہے اور کس کا نہیں۔

## عقد سے متعلق احکامات

شراکت کے اصول وضوابط جن چیزوں پر مبنی ہوتے ہیں اُن میں ایک چیز عقد ہے کہ عقد کس چیز پر کیا جائے گا۔ کن چیزوں کا ہونا عقد کے لیے ضروری ہے۔ اس سے متعلق تفصیل درج ذیل ہے۔

---

[1] - ہدایۃ:۳/ ۱۲

### ۱۔ نقدی رقم کا ہونا:

شرکتِ عنان کے لیے ضروری ہے کہ سرمایہ کاری نقدی یعنی روپیہ، درھم، دینار، ڈالر وغیرہ میں کی جائے۔ کاروبار نقدی جسے عُرفِ عام میں کیش بولتے ہیں اس سے شروع کیا جائے۔ اگر سرمایہ کاری مال تجارت، اشیاء یا زیورات وغیرہ میں ہو گی تو یہ معاملہ پھر شرکتِ عقود میں نہیں ہو گا بلکہ شرکتِ املاک کی قبیل میں سے ہو گا اور پھر اِس پر منافع وغیرہ کے حساب کے لیے شرکتِ املاک کے اصول جاری ہوں گے۔

### ۲۔ سرمائے کا موجود ہونا:

شرکتِ عنان کے لیے ضروری ہے کہ شرکاء کے پاس معاملہ کرتے ہوئے سرمایہ یعنی نقدی موجود ہو۔ اگر عقد کے وقت شرکاء کے پاس یا کسی ایک کے پاس نقدی نہیں بلکہ کسی کے ذمہ ادھار ہو، جس کی ابھی تک وصولی نہ ہوئے ہو تو اس طرح یہ معاملہ کرنا درست نہ ہو گا۔ مثال کے طور پر ایک بندہ شرکتِ عنان کے ذریعہ پانچ لاکھ کی سرمایہ کاری کرنا چاہتا ہے مگر معاملہ کرتے وقت وہ رقم اُس کے پاس موجود نہیں تو یہ معاملہ اُدھار ہو گا جو کہ شرکتِ عنان کی شرط کے خلاف ہے۔ لہٰذا ایسی صورت میں شرکتِ عنان نہیں ہو گی۔

### ۳۔ وکالت کا اہل ہونا:

لین دین، خرید و فروخت اور دیگر کاروباری معاملات کو سنبھالنے کے لیے وکیل کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لیے شرکتِ عنان کے عقد کے وقت وکالت کا ذکر کرنا ضروری ہو گا۔ چاہے کسی اور آدمی کو وکیل منتخب کریں یا شرکاء میں سے ہی شریک ایک دوسرے کے وکیل بن جائیں۔ وکالت کا ذکر کرنا شرکتِ عنان میں ضروری ہے جسے صاحب قدوریؒ نے یوں ذکر کیا ہے:

"فتعقد على الوكالة دون الكفالة"[1]

---

[1] مختصر القدوری: ص ۱۱۲۔

**ترجمہ: پس شرکتِ عنان وکالت پر مبنی ہو گی نہ کہ کفالت پر۔**

## نفع ونقصان سے متعلق احکامات

شرکتِ عنان میں شرکاء نفع اور نقصان میں اپنے حصّے کے بقدر حقدار ہوتے ہیں۔ لہٰذا اس میں یہ ضروری ہے کہ شرکاء کو نفع ونقصان کا معلوم ہو کہ آیا نفع ونقصان برابر ہو گا یا سرمایہ کاری کے حساب سے یا فیصد کے اعتبار سے ہو گا۔

### ا۔ نفع کا معلوم ہونا:

شرکاء جب معاہدہ کر رہے ہوں تو ضروری ہے کہ نفع کا تعین کر لیا جائے کہ کس کو کتنا نفع ملے گا۔ اس میں کسی قسم کا ابہام نہیں ہونا چاہیے۔ ہر شریک کو معلوم ہو کہ اُس کا کتنا نفع ہے، وہ کتنے حصّے کا حقدار ہے۔ جیسے کہ صاحب بدائع الصنائعؒ نے ارشاد فرمایا:

**"لِاِن الربح هوا لمعقود عليه وجهالتة تو جب فسا دالعقد كما فى البيع والاجارة"[1]**

**ترجمہ: کیونکہ نفع اُس چیز پر ہے جس پر عقد کیا گیا ہے اور اُس چیز میں جہالت عقد کو فساد کرتی ہے جیسے کہ بیع اور اجارۃ۔**

اجارہ میں کرائے اور بیع وشراء (خرید وفروخت) میں ثمن یعنی جو قیمت دوکاندار اور خریدار کے درمیان طے ہوئی ہے۔ اُس کا متعین ہونا ضروری ہے۔ اِسی صورت میں عقد درست ہو گا۔ کیونکہ اس معاملے میں بھی مقصود نفع ہے۔ اور وہ معلوم ہو گا اور جائز ہو گا جب اصل معاملہ درست ہو۔ اور اس معاملے میں دوسرے فریق کی رضامندی بھی ضروری ہے۔ بغیر شریک کی رضامندی کے معاملہ درست نہیں ہوتا۔ اس لیے شراکت میں بھی نفع کا معلوم ہونا

---

[1] ۔الکاسانی، علاؤالدین، بدائع الصنائع، (دارالکتاب العربی، بیروت، ۱۹۸۶ء)٦/ ۵۹

ضروری ہے۔ مثال کے طور پر ۲۰ فیصد، ۵۰ فیصد وغیرہ نفع ہو گا اور اس نفع پر دونوں شرکاء راضی ہوں تب شراکت کا عقد درست ہو گا۔

### ۲۔ نفع میں رقم کا متعین ہونا:

شراکت کے معاملے میں شرکاء آپس میں جو نفع طے کریں وہ کسی مخصوص رقم کی صورت میں نہیں ہونا چاہیے۔ مثال کے طور پر کوئی ایسے شراکت کرے کہ ایک لاکھ پر ہر مہینے ۲۰ ہزار نفع ملے گا، اس طرح کا عقد کرنا جائز نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شراکت میں تمام شرکاء نفع میں برابر کے شریک ہوتے ہیں اور اگر رقم متعین ہو تو معلوم نہیں اُن کو کتنا نفع ہو گا بھی یا نہیں۔ کیونکہ کاروبار میں اتار چڑھاؤ آتا رہتا ہے۔ اس بات کو صاحب ہدایہ یوں لکھتے ہیں:

**"لا تجوز الشركة اذا شرط لأ حد هما دراهم مسماة من الربح لأنه شرط يو جب انقطاع الشركة"**[1]

**ترجمہ: اگر شرکاء میں سے کسی ایک نے نفع میں رقم متعین کی شرط لگائی تو یہ شراکت جائز نہیں کیونکہ یہ شرط شراکت کو ختم کرنے کا باعث ہے۔**

اس کے ناجائز اور قابلِ عمل نہ ہونے کی وجہ کو ایک مثال سے بیان کیا گیا ہے۔

مثال کے طور پر ۳ بندوں نے مل کر شراکت کی اور آپس میں نفع طے کر لیا کہ ہر بندے کے لیے ۱۰ ہزار روپے۔ گویا کہ ٹوٹل ۳۰ ہزار روپے ہو سکتا ہے۔ ایک دو ماہ تو اُنکو ۳۰ ہزار یا اس سے زیادہ نفع آ جائے مگر یہ بھی عین ممکن ہے کہ اُن کو نفع ہی ٹوٹل ۱۰ سے ۲۰ ہزار ہو تو اب یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ ایک یا دو بندوں کو نفع دیں اور ایک کو محروم رکھیں۔ اس لیے نفع کو رقم کی صورت میں متعین نہیں کیا جا سکتا بلکہ فیصد کی صورت میں متعین کیا جا سکتا ہے۔

---

[1] الہدایۃ: ۳/۱۱۔

اگر متعین رقم کی صورت میں نفع دیں تو کسی ایک کو نفع سے محروم کرنا ہو گا جو کہ جائز نہیں اور احناف کے نزدیک یہ عقد کی صورت نہیں رہے گی۔

### ۳۔ رأس المال کی نسبت زیادہ نفع حاصل کرنا:

نفع میں زیادتی کی شرط اگر شرکاء لگائیں تو یہ شرط ٹھیک ہے۔ مثال کے طور پر اگر شرکاء میں سے ایک شریک نے کم رقم کے ساتھ شراکت کی اور مطالبہ زیادہ نفع کا کرتا ہے تو یہ مطالبہ ٹھیک ہے۔ مگر بعض فقہا اس میں اختلاف فرماتے ہیں۔ امام زفرؒ اور اہل شوافع فرماتے ہیں کہ رأس المال سے زیادہ نفع کا مطالبہ ناجائز ہے۔ البتہ احناف اس کے جواز کے قائل ہیں۔ امام زفرؒ اور امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ:

**"لأن الشركة عندهما فی الر بح للشركة فی الأصل"**[1]

**ترجمہ: شرکاء کی (یعنی اُن دونوں کی) شرکت نفع میں تھی، اصل مال میں شراکت کے ساتھ۔**

اِن حضرات کا کہنا ہے کہ شرکت میں نفع و نقصان کا سبب رأس المال میں شراکت کے ساتھ ہے۔ اگر ایک شریک نے رأس المال ۸۰ فیصد لگایا ہے اور دوسرے نے ۲۰ فیصد تو یہ ناجائز ہے کہ نفع و نقصان میں دونوں برابر کے حقدار ہوں۔ اس لیے جس حساب سے عقد میں شراکت ہو گی اُسی لحاظ سے نفع و نقصان ذمے آئے گا۔ احناف کم رأس المال کے ساتھ زیادہ نفع جائز قرار دیتے ہیں اور دلیل میں یہ عبارت پیش کرتے ہیں:

**"لان الربح کمایستحق با لعمل"**[2]

**ترجمہ: مال کی طرح کام میں بھی آدمی نفع کا حقدار ہوتا ہے۔**

---

[1] ۔ ،زین الدین، البحر الرائق (دارالمعرفة، بیروت، بدون السنة): ۵/ ۱۸۸

[2] ۔: زین الدین، البحر الرائق، ص ۵/ ۱۸۹

امام ابو حنیفہؒ کی دلیل سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ شراکت صرف مال میں نہیں بلکہ مال و کام دونوں اعتبار سے ہوتی ہے۔ لہٰذا اگر شرکاء میں سے کوئی ایک کام کی نوعیت کو زیادہ سمجھتا ہو، زیادہ قابل اور زیادہ ذمہ داریاں قبول کرنے والا ہو تو یہ تمام کام، ذمہ داریاں اِس بات کا تقاضا کرتی ہیں کہ یہ شریک نفع میں بھی زیادتی کا مستحق و حقدار ہے۔ دوسری بات یہ کہ شرکت مفاوضہ میں برابری ضروری ہے جبکہ شرکتِ عنان مساوات کا تقاضا نہیں کرتی۔ اس میں مال اور نفع کا برابر ہونا ضروری نہیں ہے۔ شرکتِ عنان میں جیسے رأس المال کم یا زیادہ ہو سکتا ہے ایسے ہی منافع میں بھی کمی بیشی کی جا سکتی ہے اور یہ جائز ہے۔

## ۴۔ رجوع کا حق حصّے کے بقدر:

شراکت کے مال سے اگر کسی ایک شریک نے کوئی سامان مثلاً گھریلو سامان کوئی مشینری وغیرہ خریدی کہ اس چیز کو آگے فروخت کر کے کاروباری منافع کمائے گا تو اب اس خریدی ہوئی چیز کی قیمت ہر شریک سے اُس کے حصّے کے بقدر وصول کی جائے گی۔ کیونکہ شراکت میں اگر کوئی چیز خریدتا ہے تو اصل میں تو وہ اپنی طرف سے خرید رہا ہوتا ہے اور اپنے دوسرے شریک کی طرف سے بطور وکیل کے خریداری کرتا ہے۔ لہٰذا دوسرے شریک پر اُس کے حصّے کے بقدر چیز کی قیمت لازم ہو گی۔ فقہاء کرام کے نزدیک اگر چیز خریدنے سے پہلے مال ہلاک ہو گیا اور کسی دوسرے شریک نے چیز خریدی تو اب قیمت وکیل پر بھی آئے گی اور باقیوں پر بھی۔ کیونکہ وکالت کی وجہ سے چیز مشترک ہے۔[1]

## ۵۔ مشتریٰ کا باہمی اشتراک ہونا:

عقد شراکت کی وجہ سے مشتریٰ چیز باہم تمام شرکاء میں مشترک ہو گی۔ سب کا اُس چیز پر اپنے حصّے کے بقدر حق ہو گا۔ اگر کسی نے چیز خریدی اور دوسرے شریک کے پاس چیز اُس کے حصّے کے بقدر اگر ہلاک ہو گئی تو بھی وہ چیز سب کے

---

[1] الزحیلی، وہبۃ بن مصطفیٰ، الفقہ الاسلامی وادلتہ، مترجم محمد یوسف تنولی، (دارالاشاعت، کراچی، ستمبر ۲۰۱۲)، ۵/ ۳۸۵

بیچ مشترک ہو گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خریدی ہوئی چیز جب خرید رہے تھے تو وہ مالِ مشترک سے خریدی گئی تھی۔ اس لیے اب اگر یہ چیز ہلاک ہوئی تو سب پر اس کا نقصان آئے گا کسی ایک پر نہیں۔[1]

## فریقین کے حقوق و فرائض سے متعلق احکامات

جب دو مسلمان یا ایک مسلم دوسرے غیر مسلم سے کوئی معاہدہ یا تجارتی معاملہ کرے تو دونوں پر اخلاقی اور معاہدہ یا عقد کے پیشِ نظر دونوں پر کچھ حقوق و فرائض لازم ہوتے ہیں۔ اسی طرح جب دو بندے آپس میں شراکت کا معاملہ کریں تو اُن پر ایک دوسرے کے کیا حقوق و فرائض لازم ہوتے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

### ا۔ مشتریٰ کا ثمن کی ادائیگی عقد کا ضامن ہونا:

شراکت کے طور پر بھی جو لین دین یا خریداری کی جائے گی، لین دین اور خریداری سے متعلق تمام معاملات کا ذمہ خریدار پر ہو گا۔ چیز کی قیمت وغیرہ کا مطالبہ اُسی خریدار سے ہو گا کسی دوسرے سے نہیں۔ کیونکہ شرکتِ عنان وکالت کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر سعید اور کاشف نے شراکت کی اور کاشف کو کاروباری لین دین اور خرید و فروخت کے لیے وکیل بنا دیا تو وہ تجارت کیلئے جو سامان بھی خریدے گا تو بیچنے والا ثمن کا مطالبہ کاشف سے ہی کرے گا۔ سامان کی رقم کا مطالبہ سعید سے نہیں کیا جا سکتا۔ اگرچہ سعید کے لیے سامان خریدا گیا ہے مگر سامان سے متعلق جو معاملات ہیں وہ کاشف سے طے کیے جائیں گے۔ کیونکہ فقہ کا یہی قاعدہ ہے۔

"الوكيل هو الأصل فی الحقوق"[2]

**ترجمہ: حقوق میں وکیل کی ذمہ داری ہوتی ہے۔**

یعنی خرید و فروخت، لین دین سے متعلق جو بھی معاملات ہوں گے، اُن سب کا سوال وکیل سے ہی کیا جائے گا۔

---

[1] ۔الفقہ الاسلامی وادلتہ: ص ۵/۳۸۹

[2] ۔ الہدایۃ: ۳/۱۰

### ۲۔ ثمن کے حصّے کے بقدر رجوع کرنا:

شراکت میں جب کسی کو خریداری کا وکیل بنایا جاتا ہے تو وہ صرف اپنے لیے خریداری نہیں کرتا بلکہ باقی شرکاء کی جانب سے بھی بطورِ وکیل وہ خریداری کرتا ہے۔ اس لیے باقیوں سے اُن کے حصے کے بقدر ثمن کا رجوع کرے گا۔ اگر چیز خریدنے کے بعد ہلاک ہوگئی اور شرکاء میں سے کسی نے ماننے سے انکار کر دیا تو پھر وکیل گواہوں کے ذریعے اُس چیز کو ثابت کرے گا۔ اور ہلاک شدہ چیز کی قیمت سب شرکاء سے وصول کی جائے گی۔

### ۳۔ ایک دوسرے کا امین ہونا:

شراکت کے جواز اور اس کو پسند کرنے کی اصل وجہ دوسروں کی خیر خواہی ہے۔ اس لیے شرکاء آپس میں ایک دوسرے کے امین کی حیثیت سے ہوں گے۔ صاحب قدوریؒ نے اپنی کتاب قدوری میں اس کے متعلق ذکر کیا ہے کہ

"يدهفى المال يد أمانة"[1]

**ترجمہ: (ایک شریک کا مال) دوسرے شریک کے ہاتھ بطور امانت ہے۔**

اس لیے شرکاء کے اپنے حصّے کے ساتھ دوسرے کے مال پر جو قبضہ ہوتا ہے وہ بطور امین کے ہوتا ہے۔ مثلاً دو، تین، چار شخص مل کر اگر کوئی شراکت کرکے کاروبار کرتے ہیں تو یہ شراکت میں جو اِن سب کا مال ہوگا تو سب مل کر اُس کی حفاظت کریں گے۔ کسی ایک کے ذمہ اس کی حفاظت نہیں ہوگی۔

### ۴۔ مال میں تصرفات کی اجازت ہونا:

تجارتی معاملات کے طور پر شرکاء کا مال کی خرید و فروخت کرنا، بطور مضاربت کے مال کو مضاربت میں لگانا یا مال کو کسی کے پاس بطور امانت کے گروی رکھوانا اور رکھنا۔ یا کسی کو بیع شراء کا وکیل بنانے کا اختیار سب شرکاء کو ہوگا۔ شرکتِ

---

[1] ۔ مختصر القدوری: ص ۱۱۵

عنان میں عقد سے مقصود نفع ہوتا ہے تو مال کو غبنِ فاحش یا ایسی جگہ مال لگانا جس میں مال کے ہلاک ہونے کا اندیشہ نہ ہو یا کسی دھوکہ والی جگہ مال لگانا، ایسی تمام صورتیں کسی بھی شریک کے لیے جائز نہیں ہیں۔

البتہ بعض تصرفات میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ اس طرح کے تصرفات جائز نہیں ہیں۔ مثال کے طور پر مالِ شراکت کو لے کر سفر کرنا تجارتی غرض کے علاوہ بعض فقہاء اس کو ناجائز کہتے ہیں۔ اس لیے کہ مال کے تلف ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ بعض آئمہ جیسے کہ احناف اس کے جواز کے قائل ہیں۔

"لأن الاِذن بالتصرف يثبت بمقتضىٰ الشركة"[1]

**ترجمہ: تصرف (زیادتی) کی اجازت شرکت کے مقتضٰی سے ثابت ہوتی ہے۔**

اگر شرکاء میں سے کسی نے تصرف میں کسی قسم کی قید لگائے یا کسی خاص قسم کے تصرف سے منع کیا مثال کے طور پر مالِ شراکت کو لے کر کوئی شریک سفر نہیں کرے گا۔ اور اس شرط یا قید کا علم بھی سب کو تھا اور پھر کوئی شریک مالِ شراکت کو لے کر سفر کرتا ہے اور مال ہلاک ہو گیا تو مال کی ہلاکت کی وجہ سے ضمان اس اکیلے پر آئے گا۔ کیونکہ اُس نے عقدِ شراکت کے خلاف کام کیا ہے۔[2]

اس اختلاف سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ اگر تو شراکت کا عقد مطلقاً تھا، کسی قسم کی کوئی قید نہیں لگائے گئی تھی تو اس عقد مطلق میں تصرفات کی تمام صورتوں کا حق تمام شرکاء کو ہو گا۔ سفر بھی اس میں شامل ہے۔ سفر سے مراد ایسا سفر جس میں مقصد نقصان کرنا نہ ہو بلکہ فائدہ مقصد ہو۔ البتہ عقد کے وقت اگر کچھ خاص قسم کی شرائط لگائی گئی تھی کسی ایک یا سب شرکاء کی طرف سے اور تمام شرکاء کو اُن شرائط کا علم بھی تھا۔ اب کوئی شریک اگر اس شرط کے خلاف جائے گا اور اُس سے مال ہلاک ہو گیا تو اب مال کا ضمان اسی خاص شریک پر ہو گا جس نے شرائط کی خلاف ورزی کی

---

[1] الفقۃ الاسلامی، وادلۃ: ۵/ ۳۹۰۲

[2] فتاویٰ عالمگیری، نجبتۃ العلماء والفقہاء، مترجم سید امیر علی، مولانا، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، ۴/ ۳۸

ہے۔ اسی طرح عقد میں شرط ہو یا نہ ہو، مالِ شراکت میں سے کسی کو قرض دینے یا ہبہ کرنے کی اجازت بلکل بھی نہیں ہو گی۔ کیونکہ کسی دوسرے کو کسی کا مال بطور تبرع اور احسان کے دینے کی اجازت نہیں۔

## عقدِ شراکت کا اختتام

عقدِ شراکت جیسے شرکاء کی باہمی رضامندی سے منعقد ہوتی ہے اسی طرح شرکاء کا معاہدہ توڑنے سے معاہدۂ شراکت ختم بھی ہو جاتا ہے۔ شرکاء کا عقدِ شراکت کو ختم کرتے ہی شرکت کا معاہدہ اور اس سے آنے والا نفع اُسی وقت ختم ہو جائے گا۔ البتہ کبھی شرکت باطل بھی ہو جاتی ہے اور اس کے باطل ہونے کی صورتیں فقہاء کے ہاں درج ذیل ہیں:

"واذا مات الشريكين أوارتدوالحق بدارالحرب بطلت الشركة"[1]

**ترجمہ: شرکاء میں سے کسی ایک کا مر جانا یا مرتد ہو جانا یا کسی ایک کا دارالحرب (کفار کی سرزمین) میں چلے جانا شرکت کو باطل کرتا ہے۔**

مذکورہ عبارت میں صاحبِ قدوریؒ نے شرکت کے باطل ہونے کی دو وجہیں بتائی ہیں۔

- متعاقدان میں سے کسی ایک کا مر جانا
- شرکاء میں سے کسی ایک کا اسلام سے پھر جانا یعنی مرتد ہو جانا۔ دینِ اسلام کے علاوہ عیسائیت، یہودیت یا کسی اور غیر مذہب کو اختیار کر لینا، اِن وجوہات سے شراکت کا عقد باطل ہو تا ہے۔ کیونکہ عقد شراکت (شرکتِ عنان) کی وکالت کی بنیاد پر ہو تا ہے۔ او کالت مردہ بندے کی نہیں ہوتی اور اسی طرح مرتد کی طرف سے بھی وکالت نہیں ہوتی۔ کیونکہ مرتد اور کافر کے کام مختلف ہیں اور کسی کا اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور مذہب اختیار کرنا یعنی مرتد ہو جانا بھی موت کے برابر ہے۔

---

[1] ۔ مختصر القدوری: ص۱۱۹

## مروجہ شراکت کے طریقے پر ہوم فنانسنگ

شراکت ایک جائز معاملہ ہے بلکہ جائز ہونے کے ساتھ ساتھ مستحسن عمل ہے۔ اور اس کا جواز قرآن مجید کی بیشتر آیات، احادیث مبارکہ اور تعامل صحابہ سے ہوتا ہے۔ بینکوں میں ہونے والی مروجہ شراکت اور اس طریقہ پر کیسے ہوم فنانسنگ ہوتی ہے اس چیز کو زیر بحث لایا جائے گا۔

## بینکوں میں ہونے والی مروجہ شراکت کا جواز

مروجہ شراکت جس پر اسلامی بینک کی بنیاد کھڑی ہے کوئی نیا تصور نہیں ہے۔ دنیا میں مروجہ شراکت کے مطابق انسان کسی بھی کاروباری سرگرمی کا حصہ دار بن کر اس کاروبار سے منافع حاصل کرتا ہے اور یہ ایک جائز اور مشروع عمل ہے شرعی طور پر۔ عصرِ حاضر میں بینکوں میں ہونے والی مروجہ شراکتی طریقوں پر کاروباری کوئی نیا امر نہیں بلکہ ایک اسلامی نظام سے پہلے بھی بہت ساری کمپنیاں اس نظام کے تحت کام کرتی چلی آرہی ہیں۔ قانون شراکت ایکٹ ۱۹۳۲ء میں مروجہ شراکت کی تعریف یوں کی گئی ہے۔

"Partnership is the relation between the persons who have agreed to share the profit of a business carried on by all or any of them acting for all."[1]

ترجمہ: "افراد کا منافع کی بنیاد پر کسی کاروبار میں متفق ہونے کا نام شراکت ہے جو ان سب شریکوں یا کسی ایک شریک کے ذریعے چلایا جائے جو ان سب کے لیے کام کرے"۔

اس تعریف سے یہ بات سمجھ آئی کہ شراکت کے لیے چار عناصر کا ہونا ضروری ہے۔ ایک معاہدہ، دوسرا کاروبار، تیسرا نفع اور چوتھی چیز وکالت۔ مذکورہ بالا تعریف کے مطابق اگر شراکت شرعی ضابطوں کے مطابق ہو تو مروجہ شراکت

---

[1] -"The Partnership Act 1932", Chapter: 11-

شام، شہزاد اقبال،: شرکت و مضاربت کے چند ملکی قوانین اور سودی معیشت کا فروغ، فکر و نظر، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، ۲۰۱۰ء، جلد ۸، شمارہ ۱، ص ۵۳

اسلام میں ایک قابل قبول اور مستحسن عمل ہے کیونکہ یہ ایک باہمی تعاون کو فروغ دینے کا ذریعہ ہے۔ ایسے افراد جو سرمایہ دار تو ہیں مگر کاروباری ہنر نہیں ہے اور دوسری طرف جو وسائل تو نہیں رکھتے مگر ہنر مند ہیں اب ایسے دونوں افراد مل کر اگر کاروبار کریں تو دونوں کی ضروریات پوری ہوں گی اور دونوں کو نفع بھی حاصل ہو رگا اور دونوں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں گے۔ اس شراکت کے طریقے پر صرف منافع کمانے آسان ہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ باہمی تعاون کا جذبہ بھی پروان چڑھتا ہے جو کہ اسلام میں ایک محبوب عمل ہے۔

## رائج شراکت کی اقسام

بینکوں میں ہونے والی مروجہ شراکت بنیادی طور پر دو طرح کی ہے۔

1۔ مشارکہ

2۔ شرکت متناقصہ

ان دونوں اقسام کی وضاحت اور طریقہ درج ذیل ہیں۔

### مشارکہ:

بینک کا مشارکہ سے مراد یہ ہے کہ کسی مشترکہ کاروبار میں منافع میں شریک ہونا ایک دوسرے کے باہمی تعاون سے۔ روایتی بینکوں اور بعض کمپنیوں میں ہونے والی رائج شراکت اسلامی تقاضوں کے عین منافی ہے جو کہ قطعاً جائز نہیں ہے۔ اسی میں کاروبار کی بنیاد ہی سود پر ہے۔ حلال و حرام کی تمیز نہیں ہوتی اور یہ سارا معاملہ سودی نظام کے تحت ہوتا ہے۔ جبکہ اسلامی بینکوں میں ہونے والی شراکت کے لیے شرعی تقاضے تجویز کیے گئے ہیں۔ ان کے مطابق اگر اسلامی بینک کام کرے تو شرعی اعتبار سے یہ شرکت جائز ہو گی۔

## مشارکہ کی رائج صورتیں:

فقہاء کرام نے شراکتی کاروبار کے طریقے بیان کیے ہیں کہ مشارکہ کے لیے بینک کن کن طریقوں سے سرمایہ کاری کر سکتا ہے۔ ان طریقوں میں درج ذیل شراکتیں شامل ہیں۔

۱۔ تعلیمی شراکت

۲۔ طبی شراکت

۳۔ شراکت برائے نقل و حمل

۴۔ شراکت برائے کاشت کاری

بینک ان مذکورہ بالا مشارکات میں درج ذیل طریقے سے شراکت کرتا ہے۔

### ۱۔ تعلیمی شراکت:

سکول، کالج، یونیورسٹیوں اور دیگر پیشہ ورانہ تعلیمی اداروں کی تعمیر اور جدید فنی آلات وغیرہ سے ان کو جدید بنانے کے لیے ایک بڑی رقم کی ضرورت ہوتی ہے جو ان اداروں کی ضروریات کو پورا کرے اس لیے بسا اوقات کافی سارے افراد یا گروپ مل کر تعلیمی ادارے کھولتے یا چلاتے ہیں۔ اور اخراجات وغیرہ کی کٹوتیوں کے بعد جو رقم بچتی ہے اسے بطور آمدن آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں۔ بینک تعلیمی سیکٹر میں اس طرح کے اداروں کے ساتھ تعلیمی شراکت قائم کر سکتا ہے۔[1]

### ۲۔ طبی شراکت:

علاج معالجہ کے لیے ادویات، ضروری آلات اور مشینری کی فروخت اور ہسپتال بنانا اور اس کو جدید آلات سے جدید کرنا تاکہ مریضوں کا علاج بہترین انداز میں ہو سکے۔ اس کے لیے بسا اوقات باہمی شراکت سے ایسے ادارے بناتے

---

[1] - الاصبحی، مالک بن انس بن مالک، المدونۃ، (دارالکتب العلمیۃ، الطبعہ الاولیٰ، ۱۴۱۵ھ۔ ۱۹۹۴ء)، ۳/ ۵۹۹

ہیں اور بسا اوقات بینک کی شراکت سے ایسے ادارے وجود میں آتے ہیں اور بڑے یا چھوٹے میڈیکل سٹورز بھی اسی شراکت کی بنیاد پر کھولے جاتے ہیں۔ بینک ان اداروں میں ان مقاصد کو سامنے رکھ کر شراکت کر سکتا ہے۔[1]

### ۳۔ شراکت برائے نقل و حمل:

نقل و حمل (ٹرانسپورٹ) فراہم کرنے والے اداروں کے ساتھ بینک شراکت کے طور پر حصہ دار بن جاتا ہے۔ اور بسا اوقات بحری ہوائی جہازوں یا ایسی کمپنیوں کا شریک بن جاتا ہے جو ان جہازوں کو خریدتی ہیں۔

### ۴۔ شراکت برائے کاشت کاری:

کھیتی باڑی کیلئے آلات ٹریکٹر، جدید مشینری، بیج اور کھادوں وغیرہ کی خریداری میں بینک شراکت داری کر سکتا ہے۔ اس طرح شراکت کی بنیاد پر زراعت سے حاصل شدہ پیداوار سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔[2]

مذکورہ بالا بیان کردہ صورتیں فقہاء کی آراء کے مطابق ہیں جن میں بینک شراکت داری کر سکتا ہے۔ اس طرح اور بھی بہت سی ایسی صورتیں ہیں جن میں بینک شراکت داری کر سکتا ہے اور وہ کرتا بھی ہے اور عوام الناس کی ضرورت بھی ہوتی ہے اور باہمی تعاون کا ذریعہ بھی ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر رہائش گاہوں، فیکٹریوں، پولٹری فارموں، صنعتوں، ملوں وغیرہ میں بینک شراکت داری کر سکتا ہے۔

### رائج مشارکہ میں شئیرز کا تصور

مشارکہ کمپنیوں میں شئیرز کی خرید و فروخت موجودہ دور میں انتہائی آسان ہے۔ کوئی بھی کمپنی اپنے شئیرز بیچ کر شراکت کے مواقع عوام الناس کو فراہم کر سکتی ہے اور اسی طرح بینک بھی ان شئیرز کو خرید کر کمپنیوں میں سرمایہ کاری کر سکتا ہے شراکت کی بنیاد پر۔ اب بینک یہ کرتا ہے کہ جو جس صارف کے پیسوں سے سرمایہ کاری کرے گا

---

[1] ۔ المدونۃ۔ الاصبحی، ۳/ ۵۹۹

[2] ۔ ایضاً: ۳/ ۶۰۱

، شئیرز خریدے گا بینک اس صارف کو بھی نفع میں حصہ دے گا۔ اب سوال یہ ہے کہ شئیرز کیا چیز ہیں اس کی تعریف اور تفصیل میں درج ذیل ہے۔

## شئیرز کسے کہتے ہیں؟

شئیرز **"تمسکات"**[1] میں سرمایہ کاری کے لئے شئیرز خریداری کا ایک معروف طریقہ ہے۔ جس میں کمپنی کے بڑے سرمائے کو چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم کر کے عوام الناس کو خریداری کی دعوت دی جاتی ہے۔[2]

کمپنیاں بنانے کیلئے ایک بڑی رقم درکار ہوتی ہے جو کوئی بھی شخص اکیلے جمع نہیں کر سکتا۔ اس بڑے سرمائے کو حاصل کرنے کیلئے لوگ یا تو مل کر سرمایہ کاری کرتے ہیں یا پھر بینکوں سے سرمایہ کاری بطور شراکت یا پھر قرض کے طور پر طلب کرتے ہیں اور سرمایہ لگا کر منافع حاصل کرتے ہیں۔ اس سرمایہ کاری کا ایک طریقہ شراکت کی دستاویزات یعنی شئیرز کا ہوتا ہے۔ مالیات کی اصطلاح میں شئیرز سے مراد سیکیورٹی ہے۔ یعنی سادہ الفاظ میں شئیرز سے مراد زری اثاثہ جات ہیں۔ یہ زری اثاثہ جات ملکیت اور شراکت کی سیکیورٹی کا کام کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر کسی کمپنی کو تین کروڑ کی ضرورت ہے تو اس کیلئے کمپنی اب مختلف قیمتوں کے حامل حصے بناتی ہے۔ مثال کے طور پر کمپنی نے دو دو لاکھ کے حصے بنائے اب اگر بینک دس حصے خریدتا ہے تو گویا بینک ۲۰ لاکھ کی شراکت کے ذریعے سرمایہ کاری کر رہا ہے۔ اس کے بدلے کمپنی کی طرف سے بینک کو ۱۰ شئیرز بطور سیکیورٹی کے ملتے ہیں جس پر ہر شئیر کی قیمت ۲۰ لاکھ روپے درج ہوتی ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ بینک حصے دار ہے کمپنی میں اور اب بینک جب چاہے اور جتنی مرضی قیمت پر ان حصوں یعنی شئیرز کو آگے بیچ دے۔ جتنے شئیرز بیچ دے گا اتنا حصہ کم ہوتا جائے گا بینک کا کمپنی سے۔ مثال کے طور پر ایک بینک تین شئیرز بیچتا ہے تو گویا بینک نے چھ لاکھ روپے کے حصے اثاثہ جات فروخت کر کے کمپنی میں اپنے اثاثہ

---

[1] ۔ جب کمپنی میں سرمایہ کاری کی جاتی ہے تو اس کمپنی کی سیکورٹی کی جاتی ہے۔ یہ سیکورٹی کی دستاویزات تمسکات کہلاتی ہیں

[2] ۔ قاضی، شہزاد اینڈ محمد سعد، کاروبار کسے کہتے ہیں؟، (عظیم اکیڈمی، لاہور)، ص ۱۴۷

جات کم کر لیے۔ اسی طرح مزید شئیرز خرید کر بینک مزید اثاثہ جات بناسکتا ہے کمپنی میں اور جتنے شئیرز ہوں گے اسی اعتبار سے منافع کا تناسب ہو گا کیونکہ منافع عام طور پر اثاثہ جات کے بقدر ہوتا ہے جو اثاثہ بطور سرمائے کے لگایا جاتا ہے۔

## شئیرز کی اقسام

شئیرز کی بنیادی طور پر تین قسمیں ہیں۔

۱۔ پریمیم شئیرز

۲۔ فیس ویلیو شئیرز

۳۔ ڈسکاؤنٹ شئیرز

### ۱۔ پریمیم شئیرز:

قیمت خرید سے زائد رقم پر فروخت کیا جانے والا شئیر "پریمیم شئیرز" کہلاتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر شئیرز کی قیمت تھی ایک لاکھ روپے تو وہ آگے اسے ایک لاکھ بیس ہزار کا فروخت کرے۔

### ۲۔ فیس ویلیو شئیرز:

قیمت خرید پر ہی شئیرز آگے فروخت کر دینے کو "فیس ویلیو شئیرز" کہتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک لاکھ کا لیا تھا اور ایک لاکھ کا ہی فروخت کر دیا۔

### ۳۔ ڈسکاؤنٹ شئیرز:

قیمتِ خرید سے بھی کم قیمت میں فروخت کر دینے والے شئیرز کو "ڈسکاؤنٹ شئیرز" کہتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک لاکھ کا لیا اور نوے ہزار کا فروخت کر دیا۔ ڈسکاؤنٹ شئیرز کی منافع کے تعین کے اعتبار سے دو مزید اقسام ہیں۔

۱۔ ترجیحی شئیرز ۲۔ مساواتیں شئیرز

### ا۔ ترجیحی شئیرز:

ترجیحی شئیرز کچھ خصوصی ترجیحات کے حامل ہوتے ہیں۔ ان کی شئیرز کی خصوصیات درج ذیل ہیں۔

ا۔ عام شئیرز کی نسبت ان شئیرز کو چھوڑنے کی صورت میں پریمیم یعنی شئیرز سے زیادہ قیمت ملتی ہے۔

۲۔ ان شئیرز میں منافع متعین ہوتا ہے۔ نفع اور نقصان کی صورت میں ایک طے شدہ منافع ملتا ہے، نہ کم اور نہ ہی زیادہ۔

۳۔ عام شئیرز ہولڈرز کو منافع دینے کے بعد بچنے والی رقم ان شئیر ہولڈرز میں تقسیم کی جاتی ہے۔

۴۔ شراکت کے اختتام پر جو رقم بقایا ہو وہ واپس کی جاتی ہے بغیر کسی کٹوتی کے۔ [1]

### ۲۔ مساواتی شئیرز:

یہ شئیر ہولڈرز بہ نسبت ترجیحی شئیر ہولڈرز کے نفع اور نقصان میں شریک ہوتے ہیں۔ ان شئیرز کی خصوصیات درج ذیل ہیں۔

ا۔ نقصان ہونے کا خطرہ اور اس کی برداشت ہوتی ہے یعنی نقصان کا خسارہ شئیر ہولڈرز پر آتا ہے۔

۲۔ ان شئیرز میں منافع اور بقایاجات ترجیحی شئیرز کے حامل افراد کے دعووں کو پورا کرنے کے بعد باقی بچنے والی رقم سے ادا کیا جاتا ہے۔

۳۔ اسی طرح شراکت ختم ہونے کی صورت میں ان حضرات کو بقایاجات ترجیحی شئیر ہولڈرز کو ادائیگوں کے بعد رقم بچ جانے کی صورت میں ادا کیے جاتے ہیں۔ [2]

### شئیرز کی خرید و فروخت کے حوالے سے علماء کی آراء

---

[1] .*Introduction of **B**usiness*, Pg#147

[2] . *Company Accounts, Cost and Management Accounting,page 323*

بینک سرمایہ کاری میں اپنی بچتوں کو استعمال کرتا ہے۔ اسلامی اور روایتی بینکوں میں اسی طرح شئیرز خریدے اور فروخت کیے جاتے ہیں یہ سلسلہ جاری وساری ہے کیونکہ اسی کے ذریعے بینک اپنی ساخت بہتر اور مضبوط کرتا ہے اور شئیرز کی خرید وفروخت میں بینک اچھا خاصا منافع کماتا ہے۔ سودی بینک تو بے لگام ہے۔ حلال وحرام کی تمیز کیے بغیر شئیرز کی خرید وفروخت کرتا ہے۔ البتہ اسلامی بینکوں کے لیے کچھ شرعی پابندیاں ہیں۔ شرعی اصولوں کے مطابق ذکر کردہ دائرہ کار میں رہ کرہی اسلامی بینک شئیرز کی خرید وفروخت کر سکتا ہے۔ اس بارے میں مفتی محمد تقی عثمانی، مجاہد الاسلام قاسمی، اور محمد نظام الدین رضوی کی آراء درج ذیل ہیں۔

- کم یا زیادہ قیمت پر شئیرز کی خرید وفروخت کی شرط یہ ہے کہ کمپنی کے تمام اثاثے کسی پر بطور قرض نہ ہوں۔ یعنی صرف نقد اور دین کی صورت میں نہ ہوں۔ بلکہ نقد کے ساتھ ساتھ کچھ جامد اثاثے جیسے فرنیچر، عمارت، ساز وسامان اور مشینری وغیرہ بھی ہو۔ کیونکہ اس صورت میں اگر بیع ہو گی شئیرز کی تو مطلب یہ ہو گا کہ کمپنی کے شئیرز متناسب حصے بیچے جا رہے ہیں۔ اگر جامد اثاثہ نہ ہو تو صرف نقد ہو تو شئیرز کو اپنی اصل قیمت پر بیچا جائے گا۔

- کمپنی کیلئے ضروری ہے کہ حلال کاروبار کرے۔ جیسے پراپرٹی، خوردونوش اشیاء، فرنیچر، ڈیری فارم وغیرہ کرے۔ حرام کاروبار نہ ہو جیسا کہ شراب، سور کا گوشت، موسیقی کے آلات کی تیاری وغیرہ یا اصل کاروبار ہی سودی لین دین، دھوکا وغیرہ ہوں۔ ان حرام کاروباری کمپنیوں کے شئیرز کی خرید وفروخت اسلامی بینکوں کے لیے ناجائز اور حرام ہے۔

- کمپنی کا اصل کام تو حلال ہو مگر اس میں حرام بھی شامل ہو گیا ہو مثال کے طور پر سودی قرضہ لے لیا یا کمپنی نے زائد رقم سودی بینکوں کے پاس جمع کروادی تو اس کمپنی کے شئیرز تب اس کے لیے جائز ہوں گے جب یہ خود سود پر راضی نہ ہو بلکہ کمپنی کے سالانہ اجلاس میں سود کے خلاف آواز اٹھائے بھرپور انداز میں اور اپنے ووٹ کے ذریعے ایسی سودی سرگرمیوں کا بائیکاٹ کرے۔ اس طرح کے اقدامات کے ذریعے عملی طور پر سود کے خلاف مہم چلے گی اور

کثرتِ رائے سے سود کے خلاف آگاہی اور اس کا سدباب احتجاج ہو گا۔ اس سے سود کا سدباب ممکن ہے۔ اگر اکیلا یا اقلیت رائے کی وجہ سے اس کی بات کو اہمیت حاصل نہ ہو اور سود کا سدباب نہیں ہو تا تو اس پر گناہ نہیں ہے البتہ سود کے طور پر جو رقم منافع آئی ہے اسے مکمّل طریقے سے حساب کر کے بغیر ثواب کے نیت کے صدقہ کرے اور اپنے ذاتی استعمال میں یہ سود کی رقم نہ لائے۔[1]

ان مذکورہ بالا شرائط کے پیش نظر اسلامی بینک کمپنیوں سے شئیرز کی خرید و فروخت کر سکتا ہے اور اگر ان شرائط کا لحاظ نہیں رکھا جائے تو اسلامی بینک شرعی بنیادوں کو چھوڑنے والا ہو گا، اور ایسا کرنا بینک کیلئے ناممکن ہے کیونکہ صارفین اسلامی بینک پر اعتماد کر کے اپنی بچتیں اسلامی بینک میں لاتے ہیں۔ اگر بینک اسلامی اصولوں کے خلاف شئیرز کی خریداری کرے گا تو اسلامی بینکوں پر سے لوگوں کا اعتماد اٹھ جائے گا۔

## شرکت متناقصہ

شرکت متناقصہ شراکت کی ایک خاص قسم ہے جس کے دوران ایک شریک (بینک یا کمپنی) کا حصہ یونٹس کے طور پر فروخت ہوتا ہے اور آہستہ آہستہ کم ہوتا جاتا ہے۔ جب کہ دوسرے فریق (صارف) کا حصہ زیادہ ہوتا جاتا ہے۔[2]

اسلامی بینکوں میں رائج تمویل کا طریقہ شرکت متناقصہ ہی ہے اور شرکت متناقصہ کا تناسب اسلامی بینکوں میں شراکت کی نسبت بہت زیادہ ہے۔ چونکہ بینک شراکت کا معاہدہ کرتا ہے اور بعد میں اپنا حصہ اپنے شریک صارف کو فروخت کر دیتا ہے اس لیے احمد شاہ ناز یہ رائے دیتے ہیں کہ بینک درج ذیل صورتیں اپنائے تو یہ زیادہ بہتر ہے۔

ا۔ معاہدہ کے اختتام پر اپنا حصہ اپنے شریک صارف کو فروخت کرنے کے بجائے کسی اور کمپنی یا آدمی کو بیچ دے پھر وہ خود اپنا حصّہ اس کو فروخت کرے۔

---

[1] ۔ اسلام اور جدید معیشت، ص۸۸ تا ۹۰۔ نیز دیکھیں۔ قاسمی، مجاہد الاسلام، مولانا، شئیرز اور کمپنی، (ندوی اکیڈمی، نئی دہلی، انڈیا، اشاعتِ اوّل، جنوری ۲۰۰۰ء)، ص ۱۴۰، ۱۳۹

[2] ۔ اسلامی بینکاری (نظریاتی بنیادیں اور عملی تجربات)، ص ۵۳

۲۔ سرمائے سے حاصل ہونے والے منافع کو تین مختلف حصوں میں تقسیم کرے۔ ایک حصہ بینک خود اپنے لئے رکھے اور ایک حصے سے بینک اپنے لگائے ہوئے رأس المال کی وصولی کرے اور ایک حصہ منافع کا اپنے شریک صارف کے لیے مختص کر دے۔

۳۔ رأس المال کو مختلف حصوں میں تقسیم کر کے اس کے ہر حصے کی قیمت مقرر کر دی جائے اور حصے کی اس قیمت میں اصل زر اور حاصل شدہ منافع بھی شامل ہو۔ یہ حصے بینک کے ساتھ شریک صارف کاروباری شخص یا کمپنی جس نے بینک کو اپنے ساتھ سرمایہ کاری میں شریک کیا تھا تھوڑا تھوڑا کر کے ہر سال بینک سے خرید تا رہے۔ اس طرح بینک کا حصہ کم ہو تا جائے اور مالک کا سرمایہ بڑھتا جائے۔ [1]

آج کل صارف اور بینک جو شراکت کے طور پر منافع حاصل کرتے ہیں یہ شرکت متناقصہ کی بہترین صورت ہے۔ اس میں بنیادی طور پر دو باتوں کو ملحوظِ خاطر رکھا جاتا ہے۔

- بینک کا صارفین کو شرکت کی بنیاد پر کاروبار میں تعاون دینا اور اپنے حصے کو تدریجاً فروخت کر کے نفع کمانا۔
- صارفین کا بینک سے مدد لینا وسیع پیمانے پر کاروبار یا ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے اور بینک کا کاروبار یا شے کی ملکیت حاصل کرنا۔

### شرکت متناقصہ کا طریقہ کار

شرکت متناقصہ کے ذریعے جیسے بینک بڑے بڑے پراجیکٹ میں شریک بن کر منافع حاصل کرتا ہے ایسے ہی ہوم فنانسنگ وغیرہ میں شراکت داری کے ذریعے اثاثہ میں شریک ہوتا ہے اور صارف شریک کا حصہ ۵۰ فیصد سے کم ہوتا ہے اور بینک اپنے حصے کو جو اس نے مستقبل میں صارف کو فروخت کرنا ہوتا ہے اسے چھوٹے چھوٹے یونٹس یا

---

[1] ۔ نور احمد شاہتاز، اسلامی بینکاری اور سودی بینکاری میں فرق، (ماڈرن اسلامک فقہ اکیڈمی، کراچی، مارچ ۲۰۰۸ء)، ص ۲۴

اکائیوں میں تقسیم کرتا ہے۔ اور پھر ان یونٹس کو ہر ماہ میں صارف سے طے شدہ قسطوں کے ذریعے فروخت کرتا ہے اور شراکت کے دوران بینک جس حصے کا مالک ہے اس کو صارف بھی استعمال کر رہا ہے۔ بینک صارف سے اپنے استعمال ہونے والے حصے کا کرایہ وصول کرتا ہے اور اس کرائے میں ہر ماہ بینک کا حصہ کم ہونے کے ساتھ ساتھ کمی آتی ہے کیونکہ ہر ماہ صارف بینک کا حصہ خرید رہا ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے بینک کی ملکیت کم ہو رہی ہوتی ہے اس لیے کرایہ ہر ماہ کم ہوتا ہے۔ مختصراً بینک طے شدہ مدت پر اپنا مکمّل حصہ شریک صارف پر فروخت کر دیتا ہے اور مکمّل شے صارف کی ملکیت میں سونپ دیتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک بندے نے گھر بنانا ہے یا خریدنا ہے اور بندہ اسلامی بینک سے اگر قرضہ مانگے تو بینک قرضہ دینے کے بجائے اس کے ساتھ شراکت متناقصہ کا عقد کرتا ہے ا۔

## مشارکۃ متناقصہ کی بنیاد پر ہاؤس فنانسنگ

اس صورت میں عمیل (خریدار) کے پاس اتنی رقم نہیں ہوتی کہ وہ اکیلا گھر خریدے۔ اس لیے وہ سرمایہ کار (اسلامی بینک) کے پاس آتا ہے اور بینک اپنے شریک کے حصے سے دُگنی سرمایہ کاری کرتا ہے۔ دونوں مل کر گھر خرید لیتے ہیں۔ اور صارف گھر کو استعمال کرتا ہے۔ کیونکہ صارف اور بینک دونوں گھر میں شریک ہوتے ہیں اور صارف صرف گھر استعمال کرتا ہے تو بینک صارف سے اپنے حصے کا منافع استعمال کرنے کے بدلے کرایہ لیتا ہے اور کرایہ دینے کے ساتھ ساتھ صارف بینک کا تقسیم شدہ حصہ آہستہ آہستہ خریدتا جاتا ہے۔ اس طرح آہستہ آہستہ کرایہ بھی کم ہوتا جاتا ہے۔ جب تمام حصے ختم ہو جاتے ہیں تو صارف اکیلا گھر کا مالک بن جاتا ہے۔

اس تفصیل سے مشارکۃ متناقصہ کی وجہ تسمیہ بھی واضح ہو گئی۔ لفظ متناقصۃ سے مراد وہ شے ہے جو کم ہوتی ہے اور اپنا مستقل وجود نہیں رکھتی۔ مشارکۃ متناقصۃ کو اسی لیے متناقصۃ کہا جاتا ہے کہ وہ تدریجاً کم ہوتی ہے اور صرف اپنے مقصد کے حصول تک جاری رہتی ہے۔

جس طرح صارف اور بینک مل کر گھر خریدتے ہیں اور پھر کچھ عرصے کے بعد صارف بینک کے حصے کا بھی مالک بن جاتا ہے اس طرح صارف بلا شرکت غیر گھر کا مالک بن جاتا ہے۔ مشارکۃ متناقصۃ اسلامی بینکوں میں رائج مشارکۃ کی متعدد انواع میں سے ایک ہے۔

## مشارکۃ متناقصۃ کی بنیاد پر ہوم فنانسنگ کے طریقِ کار کی تفصیلی وضاحت

مشارکۃ متناقصۃ کے مفہوم کو بیان کرنے کے بعد مشارکۃ متناقصۃ کے ذریعے ہونے والی ہوم فنانسنگ کو تفصیلاً ذکر کیا جائے گا۔

مشارکۃ متناقصۃ کے ذریعے ہوم فنانسنگ درج ذیل پانچ مراحل میں طے پاتی ہے۔

۱۔ جائیداد میں مشترکہ ملکیت پیدا کرنا (شرکۃ الملک)

۲۔ تمویل کار (بینک) کا حصہ عمیل (صارف) کو کرایہ پر دینا

۳۔ مختلف مراحل پر مشارکۃ کے یونٹس کی عملاً خریداری

۴۔ صارف (عمیل) کی طرف سے تمویل کار (بینک) سے یہ وعدہ کہ وہ اس کے حصے کو خرید لے گا

۵۔ تمویل کار کی جائیداد میں باقی ماندہ حصے کے حوالے سے کرایہ کا تعین

### ۱۔ جائیداد میں مشترکہ ملکیت پیدا کرنا (شرکۃ الملک)

مشارکہ متناقصۃ کے طریقۂ کار کے مطابق ہاؤس فنانسنگ کے عمل میں سب سے پہلے مرحلے میں فریقین کے مابین مشترکہ ملکیت عمل میں لائی جاتی ہے۔ شرکۃ الملک بہت سے مختلف طریقوں سے عمل میں لائی جاسکتی ہے۔ جس میں فریقین کی جانب سے مشترکہ خریداری کا عمل بھی شامل ہے۔ شریعت اس عمل کی مکمّل طور پر اجازت دیتی ہے۔ مشترکہ خریداری کا عمل اختیاری ہے نہ کہ جبری۔

### ۲۔ تمویل کار کا حصہ عمیل کو کرایہ پر دینا

مشارکۃ متناقصۃ کے ذریعے ہاؤس فنانسنگ کے طریقِ کار کے دوسرے مرحلے میں تمویل کار یعنی بینک عمیل یعنی صارف کا اپنا حصہ کرائے پر دے دیتا ہے۔ اور ہر مہینے اپنے حصے کا کرایہ وصول کرتا ہے۔ اس طریقِ کار کے مؤیدین کے نزدیک کرایہ داری کا معاہدہ جائز ہے۔ اس کو فقہ کی اصطلاح میں اجارہ کہتے ہیں۔ بینکوں میں اس وقت رائج اجارہ 'اجارۃ الایمان' ہے۔

## ۳۔ صارف (عمیل) کی طرف سے یہ وعدہ کہ وہ تمویل کار (بینک) کے حصے کو خرید لے گا

مشارکۃ متناقصۃ کے ذریعے ہوم فنانسنگ کے طریقہ کار کے تیسرے مرحلے پر صارف، تمویل کار یعنی بینک سے یہ وعدہ کرتا ہے کہ وہ بینک کے تمام حصے ایک ایک کر کے خریدتا جائے گا۔ یہاں پر یہ بات قابلِ غور ہے کہ خرید و فروخت کے معاملے میں یہ شرط لگانا صحیح ہے؟ کیا اس شرط کی وجہ سے معاملے پر کوئی اثر آئے گا اور اس شرط کے ساتھ خرید و فروخت درست ہے کیا؟

ویسے تو احنافؒ کے نزدیک عام فقہی قاعدہ ہے کہ بیع میں کسی قسم کی شرط لگائی جائے تو اُس شرط کی وجہ سے وہ معاملہ یعنی بیع فاسد ہو جاتی ہے۔ مگر کچھ صورتیں ایسی ہیں کہ وہاں شرط کے باوجود بیع فاسد نہیں ہوتی۔[1]
ذیل میں وہ صورتیں ذکر کی جائیں گی جن کا تعلق شراکتِ متناقصہ کی صورت میں ہوم فنانسنگ والے عقد سے ہے۔

۱۔ اگر بیع میں ایسی شرط لگائی جائے جو مقتضائے عقد (یعنی عقد جس چیز کا تقاضا کر رہا ہے) اُس کے عین مطابق ہو تو ایسی شرط لگانے سے بیع فاسد نہیں ہو گی بلکہ بلکل صحیح رہے گی۔

۲۔ اگر عقدِ بیع میں ایسی شرط لگائی جو عُرف میں عام تھی، یعنی کہ ایسی شرط تھی کہ لوگوں میں ایسی شرط بیع میں لگانے کا معمول تھا۔ یعنی تعامل الناس تھا اس شرط میں لوگوں کا، اس صورت میں بھی بیع فاسد نہیں ہو گی کیونکہ شرط ایسی ہے جس سے کسی کا بھی نقصان نہیں ہو رہا۔

## کس شرط سے بیع فاسد ہوتی ہے؟

اس کے متعلق فقہاء کرام نے ایک قاعدہ تحریر کیا ہے کہ ہر ایسی شرط جس سے عاقدین یعنی بائع و مشتریٰ میں سے کسی ایک کا فائدہ ہو اور دوسرے کا نقصان ہو رہا ہو تو اِس طرح کی کوئی بھی شرط عقدِ بیع میں لگانے سے عقدِ بیع فسخ ہو جائے گا اور شرط فاسد ہو جائے گی۔[2]

---

[1] ۔البحر الرائق: جلد ۳/ ۳۱۹

[2] ۔مروجہ اسلامی بینکاری، ص ۲۸۶

اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا یہ بینک جو ہوم فنانسنگ کرتا ہے اُس میں شرط لگاتا ہے کہ صارف سے جو وعدہ لیا جاتا ہے کہ وہ اس کا حصّہ خرید لے گا۔ یہ جو وعدہ بمنزل شرط ہے، کیا یہ شرط فاسد کا درجہ رکھتی ہے؟

۳۔ اگر صارف اور بینک کے معاہدے کو بغور دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ بینک جو یہاں شراکتِ متناقصہ کے طور پر معاملہ کر رہا ہے، اس میں صارف کے ساتھ تعاون مقصود ہے۔ فنانسنگ کے طور پر بھی اور جو شرط لگائی جاتی ہے شریکِ کنندہ کا حصّہ خریدنے کی یہ شرط متقضائے عقد کے عین مطابق ہے۔ لہٰذا اِس کی وجہ عقد بیع فسخ نہیں ہو گا۔

## ۴۔ مختلف مراحل میں مشارکہ کے یونٹس کی خریداری

شرکتِ متناقصہ کے تحت ہوم فنانسنگ کا تیسرا مرحلہ یہ سرانجام پاتا ہے کہ شریک یعنی عمیل (بینک) کے حصّے کو چھوٹے چھوٹے یونٹس یعنی اکائیوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے اور بینک شراکتِ متناقصہ کے معاملے کے تحت دوسرے شریک (صارف) کو اپنے یہ یونٹس فروخت کرتا ہے۔ آہستہ آہستہ بینک کا حصّہ کم ہوتا جاتا ہے اور شریک (صارف) کا حصّہ بڑھتا جاتا ہے۔ شراکتِ متناقصہ کی بنیادی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ عملاً یونٹس کی منتقلی ہوتی ہے اور ابتداء تھوڑے سرمائے والا شریک ایک مقررہ مدّت کے بعد آہستہ آہستہ اپنے شریک (عمیل) کا حصّہ خریدتے خریدتے گھر کا واحد مالک بن جاتا ہے۔ مثال کے طور پر گھر کی کُل قیمت ۱۰ لاکھ ہے اور بینک نے ۹ لاکھ لگائے اور ایک لاکھ صارف نے لگایا۔ اب بینک اپنے ۹ لاکھ کو نفع کے ساتھ صارف پر بیچتا ہے۔ وہ اس طرح کہ ان ۹ لاکھ کو چھوٹے یونٹس میں تقسیم کرے گا۔ مثلاً ایک یونٹ ۱۵ ہزار روپے کا اور یہ تمام تقسیم شدہ یونٹ بینک صارف کو فروخت کرے گا۔ ان یونٹس کی قیمت بینک صارف سے ہر ماہ کی اقساط میں وصول کرے گا تاکہ صارف پر بوجھ بھی نہ آئے اور وہ اپنی مطلوبہ چیز کا مالک بھی بن جائے۔[1]

## ۵۔ عمیل کی جائیداد میں باقی یونٹس میں کرائے کا تعین

مشارکہ متناقصہ کے ذریعے ہوم فنانسنگ کا آخری مرحلہ یہ ہوتا ہے کہ عمیل کے حصّے جو صارف خرید رہا ہوتا ہے اُن یونٹس کو جو مستقبل میں خریدنے ہیں، اور وہ یونٹس (صارف) شریک استعمال تو کر رہا ہے۔ تو بینک اپنے یونٹس سے منافع اُٹھانے کے صارف سے پیسے لیتا ہے۔ گویا بینک باقی ماندہ حصّے فی الوقت صارف کو بطور کرائے کے دیتا ہے۔ جیسے

---

[1] ۔ ایضاً، ۳/ ۳۱۹

جیسے صارف بینک کے یونٹس کا مالک بنتا جاتا ہے تو بینک کا حصّہ مطلوبہ چیز سے کم ہوتا جاتا ہے اور اس اعتبار سے کرایہ بھی ہر ماہ کم ہوتا جاتا ہے۔[1]

## کرائے کی وصولی کا طریقہ

مشارکہ متناقصہ کے ذریعے ہونے والی ہوم فنانسنگ میں جب بینک اپنے یونٹس صارف (شریک) کا فروخت کرتا ہے تو اُس سے باقی ماندہ یونٹس کا کرایہ وصول کرتا ہے۔ کرایہ کیسے وصول کیا جاتا ہے، اس کا طریقہ درج ذیل ہے۔

سب سے پہلے بینک سالانہ کرایہ معلوم کرتا ہے۔ پھر مطلوبہ قیمت یعنی جو بینک نے سرمایہ کاری کی ہوتی ہے۔ اُس مطلوبہ چیز میں بینک اُس کی قیمت اور جو اس پر نفع وصول کرتا تھا۔ مثال کے طور پر نفع کی شرح ۱۳ فیصد تھی اور بینک نے اصل قیمت ۱۰ لاکھ لگائی تھی۔ اب بینک ان ۱۰ لاکھ کو ۱۳ سے ضرب دے گا اور جو جواب آئے گا وہ سالانہ کرایہ ہوگا۔ اب اس سالانہ کرائے کو مزید سال کے ۱۲ مہینوں پر تقسیم کرے گا اور جو جواب آئے گا وہ ماہانہ قسط ہوگی۔

| | | |
|---|---|---|
| سالانہ کرایہ کا تعین | (مطلوبہ چیز کی رقم x شرح منافع)/۱۰۰ | (1,000,000 x 13) / 100 = 130,000/- |

اب ماہانہ کرایہ معلوم کرنے کے لیے اِس کو سال کے بارہ مہینوں پر تقسیم کریں گے۔

| | | |
|---|---|---|
| ماہانہ کرایہ | سالانہ کرایہ/۱۲ | 130,000 / 12 = 10, 834 |

اِس مذکورہ طریقہ پر بینک صارف سے پہلے مہینے کا کرایہ وصول کرے گا اور اس کرائے کی وصولی میں ایک یونٹ کی قیمت ادا ہوگی۔ کیونکہ ۱۲ یونٹس میں سے ایک یونٹ کم ہو گیا تو اگلے ماہ صارف نے بینک کے ۱۱ یونٹ استعمال کیے۔ تو اب کرایہ ۱۱ یونٹ کا دے گا۔ پھر اُس سے اگلے ماہ ۱۰ استعمال کیے تو دس یونٹس کا کرایہ دے گا۔ اس لحاظ سے کرائے کی تفصیل درج ذیل ہے۔

---

[1] اسلام اور جدید معیشت، ص ۱۱۸۔

| بقایا یونٹس | بقیہ یونٹ کی قیمت | ماہانہ قسط | یونٹ کی قیمت | کرایہ | ماہ |
|---|---|---|---|---|---|
| 24 | 1,000,000 | | | | 0 |
| 23 | 958,333 | 52,501 | 41,667 | 10,834 | 1 |
| 22 | 916,666 | 52,048 | 41,667 | 10,381 | 2 |
| 21 | 874,999 | 51,597 | 41,667 | 9,930 | 3 |
| 20 | 833,332 | 51,146 | 41,667 | 9,479 | 4 |
| 19 | 791,665 | 50,694 | 41,667 | 9,027 | 5 |
| 18 | 749,998 | 50,243 | 41,667 | 8,576 | 6 |
| 17 | 708,331 | 49,791 | 41,667 | 8,124 | 7 |
| 16 | 666,664 | 49,340 | 41,667 | 7,673 | 8 |
| 15 | 624,997 | 48,889 | 41,667 | 7,222 | 9 |
| 14 | 583,330 | 48,437 | 41,667 | 6,770 | 10 |
| 13 | 541,663 | 47,986 | 41,667 | 6,319 | 11 |
| 12 | 499,996 | 47,535 | 41,667 | 5,868 | 12 |
| 11 | 458,329 | 47,083 | 41,667 | 5,416 | 13 |
| 10 | 416,662 | 46,632 | 41,667 | 4,965 | 14 |
| 9 | 374,995 | 46,180 | 41,667 | 4,513 | 15 |
| 8 | 333,328 | 45,729 | 41,667 | 4,062 | 16 |
| 7 | 291,661 | 45,278 | 41,667 | 3,611 | 17 |
| 6 | 294,994 | 44,826 | 41,667 | 3,159 | 18 |
| 5 | 208,327 | 44,375 | 41,667 | 2,708 | 19 |
| 4 | 166,660 | 43,923 | 41,667 | 2,256 | 20 |
| 3 | 124,993 | 43,472 | 41,667 | 1,805 | 21 |
| 2 | 83,326 | 43,021 | 41,667 | 1,354 | 22 |
| 1 | 41,659 | 42,569 | 41,667 | 902 | 23 |
| 0 | 0 | 42,118 | 41,667 | 451 | 24 |

اس مذکورہ بالا طریقے سے معلوم ہوا ہے کہ صارف ہر ماہ یونٹ کی قیمت کے ساتھ استعمال شدہ یونٹس کا کرایہ بھی دے گا اور یہ کرایہ ہر ماہ یونٹس کم ہونے کے ساتھ ساتھ کم ہوتا جائے گا۔ یہی طریقہ اسلامی بینکوں میں تمویل کا ہے جسے ہم مشارکہ متناقصہ کے نام سے جانتے ہیں۔ اس طریقہ کار میں دونوں شریکوں کی مکمّل طور پر رعایت رکھی گئی ہے اور باہم تعاون کو اصل مقصد بنایا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ گھر بندے کی بنیادی ضرورت ہے۔ اور ہر شخص اس کو

حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اور اکیلے ایک عام آدمی کے لیے یہ مشکل ہے بلکہ اب ناممکن ہے۔ ایسی صورت میں اسلامی بینک شراکتِ متناقصہ کی بنیاد پر تمویل کرتا ہے جو در پردہ اپنے شریک کے ساتھ تعاون ہے۔ نہ کہ روایتی بینکوں کی طرح سود پر مبنی قرضہ دیتا ہے۔

## خلاصہ بحث

اِس باب میں اوّلاً اسلامی بینکوں اور دیگر اسلامی اداروں کا مختصر اًتعارف پیش کیا گیا ہے۔ خصوصا اسلامی بینکوں کے شرعی بورڈز کو ذکر کیا گیا ہے۔ الخدمت فاؤنڈیشن اور اخوت ٹرسٹ جن طریقوں پر تمویل کر رہے ہیں اُن کا ذکر ہے۔ ویسے تو فنانسنگ کے بے شمار طریقے ہیں مگر مروجہ بینکاری نظام میں فل الوقت رائج جو طریقہ تمویل ہے ہوم فنانسنگ کے لیے وہ ہے شراکت کا طریقہ۔ مشترکہ طور پر کاروبار کو مال و محنت کے ذریعے چلانا عقدِ شراکت کہلاتا ہے۔ اِس عقد میں تمام شرکاء کی رضامندی ضروری ہوتی ہے۔ شراکت میں نفع و نقصان ایک معین مقدار کی صورت میں طے نہیں کیا جاتا بلکہ تناسب ۳۵، ۲۰، ۱۰ فیصد وغیرہ طے کیا جاتا ہے نفع کا تناسب کم اور زیادہ بھی کیا جاسکتا ہے مگر نقصان ہر شریک کا اُس کے حصے کے بقدر ہو گا۔ شرکاء میں سے ہر ایک کو معاہدہ ختم کرنے کا اختیار ہو گا یہ وہ چند اُمور ہیں جن کو مد نظر رکھ کر اسلامی بینک مختلف اثاثہ جات کی خریداری اور صنعتوں کے ساتھ معاہدے کرتے وقت اِن اصولوں کو بنیاد بنا کر شراکت کرتا ہے۔ موجود دور میں اسلامی بینکوں میں شراکت کی رائج صورت مشارکہ متناقصہ پر اکثر معاملات خصوصا ہوم فنانسنگ ہوتی ہے۔ مشارکہ متناقصہ کے ذریعے بینک اپنے شئیرز صارف کو فروخت کرتا ہے چھوٹے چھوٹے یونٹس بنا کر اِس کا طریقہ یہ ہے کہ بینک اور صارف مل کر گھر بناتے یا خریدتے ہیں بینک کا یہ شراکت داری کرنا اصل میں صارف سے تعاون ہے۔ اس لیے بینک اپنا حصہ چھوٹے یونٹس بنا کر صارف کو بیچتا ہے ا ور اِس کی قیمت ماہانہ قسطوں کی صورت میں لیتا ہے اِس خریداری کے دوران بینک کے جو اثاثہ جات آپ استعمال کرتے ہیں بینک اجارے کے طور پر صارف سے کرایہ وصول کرتا ہے جیسے جیسے حصہ کم ہوتا ہے بینک کا تو کرایہ بھی کم ہوتا جاتا ہے اور یہ دونوں معاملات باقاعدہ الگ الگ عقود ہوتے ہیں ایک ہی عقد میں دونوں عقود نہیں چلتے بلکہ شراکت میں مشارکہ اور اجارہ دونوں کی شرائط کا لحاظ کرتے ہوئے الگ معاملہ کیا جاتا ہے اور یہ شریعت کے منافی نہیں ہے۔

# باب چہارم

# ہوم فنانسنگ سے متعلق روایتی اور اسلامی بینکاری کا تقابل

## فصلِ اوّل: روایتی اور اسلامی بینکاری میں ہوم فنانسنگ کے طریقۂ کار کا تقابل

## فصلِ دوم: روایتی اداروں کو اسلامی بینکاری سے ہم آہنگ کرنے کے لیے اقدامات

# فصلِ اوّل

## روایتی اور اسلامی بینکاری میں ہوم فنانسنگ کے طریقۂ کار کا تقابل

روایتی بینکوں اور نجی ادارے جو ہوم فنانسنگ کی سہولت فراہم کرتے ہیں ان کی اصل بنیاد ہی سود پر مبنی ہے اور سود سے متعلق تفصیلاً ذکر کر دیا گیا ہے۔ باب دوم میں سود اسلامی قوانین اور ملکی وانین دونوں میں حرام ہے۔ اس لئے روایتی اداروں میں کی جانے والی ہوم فنانسنگ شرعی اعتبار سے ناجائز و حرام ہے بلکہ ایک سودی معاملہ ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کھلی جنگ ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿ وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا ﴾[1]

**ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام۔**

اسی طرح ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ يُرْبِی الصَّدَقٰتِ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ﴾[2]

**ترجمہ: اللہ تعالیٰ سود کو گھٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے ہر کافر گنہگار کو۔**

اس سے بھی معلوم ہوا کہ سود اللہ تعالیٰ کے نزدیک انتہائی بری اور حرام چیز ہے۔ اس سے بچنا تمام مسلمانوں کے لیے ضروری ہے۔

### اسلامی اداروں میں ہونے والی ہوم فنانسنگ

---

[1] ۔ البقرۃ: ۲۷۵

[2] ۔ ایضاً: ۲۷۶

اسلامی اداروں میں ہونے والی ہوم فنانسنگ شراکت متناقصہ کے اصولوں پر ہوتی ہے۔ آیا شرعی اعتبار سے یہ جائز ہے یا ناجائز ہے اس کے بارے میں علماء کرام کے دو گروہ ہیں۔ شراکت متناقصہ کی طرز پر ہوم فنانسنگ کا حرام ہونا یا جائز ہونے کا دارومدار اس بات پر ہے کہ آیا اسلامی بینکنگ جائز ہے یا ناجائز۔ اس کے جواز اور عدم جواز کے بارے میں علماء کے دو گروہ ہیں۔ جن کی آراء درج ذیل ہیں۔

ایک گروہ جس میں کراچی کے اہل علم میں سے جامعہ بنوریہ اور جامعہ فاروقیہ کے حضرات ہیں اور ان حضرات کے نزدیک اسلامی بینکنگ مروجہ بینکاری سے بھی بگڑی ہوئی ایک صورت ہے۔ ان حضرات کے نزدیک اسلامی بینکنگ کوئی چیز نہیں بلکہ دھوکا اور عزر ہے۔ دوسرا علماء کرام کا وہ گروہ ہے جو اسلامی بینکنگ کے جواز بلکہ اس کی ترویج کرنے والے اور پاکستان میں متعارف کروانے والوں میں صف اول میں نظر آتے ہیں۔ ان حضرات میں اولاً نام دارالعلوم کراچی اور جامعۃ الرشید کا ہے۔ ان حضرات کے نزدیک یہ ایک اچھا اقدام ہے اور عوام کو محض حرام اور عدم حرام تک محدود نہیں بلکہ ان کے لئے آسانی کی صورت بھی پیدا کرنے کی کوشش ہے۔ جو حضرات اس کے قائل ہیں ان پر ناقدین کی جانب سے سب سے پہلا جو اعتراض ہے وہ یہ ہے کہ اسلامی بینکوں میں شراکت پر کاروبار نہ ہونے کے برابر ہے۔ عوام کو بتایا تو شراکت کا جاتا ہے مگر کام، معاملہ و معاہدہ مکمّل شراکت کے اصولوں پر نہیں ہوتا۔

## شراکت کے اصولوں پر محدود کاروبار کا ہونا

اسلامی بینکاری نظام میں کئی سارے تمویل کے طریقے ہیں جسے کہ اجارہ، مرابحہ، بیع سلم، مضاربت وغیرہ۔ مگر دیکھنے میں یہ بات آئی ہے کہ اسلامی بینک صارف کو مضاربت اور شراکت پر شراکتی کاروبار کرنے کے علاوہ دیگر تمویل کی سہولیات بھی مہیا کرتا ہے۔ جس کے لئے بینک کئی طریقے اپناتا ہے۔ مثلا مرابحہ، بیع ثمن اجل، اجارہ، اجارہ ثم البیع، شرکت متاقصہ، الاستصناع، مقاولۃ وغیرہ۔ اعتراض ناقدین کی جانب سے یہ ہے کہ بینک شرکت کے بجائے دیگر تمویل کے ذرائع پر زیادہ توجہ دیتا ہے۔ جس سے ان کو فروغ ملتا ہے اور اسلامی بینکوں میں اصل مقصد کی طرف رجحان کم ہوتا جارہا ہے، جیسے کہ رفقاء دار لافتاء بطور اعتراض لکھتے ہیں۔

"مروجہ اسلامی بینکاری کی بنیادوں کو دو حصوں میں متعارف کرایا گیا ہے۔ ایک حصہ دائمی، اصلی اور مستقل بنیادیں جس میں شرکت و مضاربۃ شامل ہے۔ دوسرا حصہ عارضی اور عبوری بنیادیں ہیں جن میں مرابحہ اور

اجارہ شامل ہیں۔ آغاز کار میں عارضی اور غیر اصلی بنیادوں کو نامناسب اور خطرناک ہونے کے باوجود یہ کہ عبوری دور کیلئے طریقہ تمویل کے طور پر اختیار کیا گیا تھا۔ یہ عبوری لفظ دونوں ناپید ہوتے جا رہے ہیں، مگر عارضی بنیادیں کو اب بھی اسلامی بینکاری کا سب سے زیادہ منافع بخش طریقہ تمویل اختیار کرنا چاہیے تھا اور زیادہ سے زیادہ رواج اور فروغ دینا اسلامی بینکوں کی ذمہ داری تھی اور وعدہ بھی تھا مگر مروجہ اسلامی بینک نہ صرف یہ کہ اس ذمہ داری کا احساس نہیں کر رہے بلکہ اسلامی بینک اسی پر قانع ہو کر بیٹھ گئے ہیں اور ان طریقوں کو چھوڑنے کے لئے رضامند بھی نہیں ہو رہے ہیں اور نہ ہی اپنا وعدہ پورا کر رہے ہیں۔"[1]

اسلامی بینکوں میں ہونے والی تمویل کو اگر دیکھیں تو بینک ان کے لئے شراکت کی جگہ مشارکہ کا لفظ استعمال کرتا ہے اس اعتبار سے یہ اعتراض معترضین کا حق بجانب ہے۔

مشارکہ کی نسبت شراکت متناقصہ کا تناسب بینکوں میں زیادہ ہے اور زیادہ تر بینک اس پر معاملہ کرتے ہیں اور اس میں شراکت عقد کے ساتھ ساتھ اجارے کا اصول بھی اپنایا جاتا ہے تو گویا جو بھی منافع حاصل ہوتا وہ خالصتاً شراکت کے عقد سے نہیں ہوتا بلکہ آدھا نفع شراکت سے ہوتا ہے اور آدھا اجارے سے اس طور پر ناقدین کا یہ کہنا کہ بینک کہ اکثر معاملات شراکت کے مکمّل اصولوں پر نہیں یہ بات درست ہے۔

## اس اعتراض کا جواب

یہ بات درست ہے اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ شراکت اور مضاربت یہ دو تمویل کے طریقے اسلامی بینکوں میں زیادہ استعمال ہوتے ہیں۔ مگر یہ بات بھی اپنی جگہ درست اور عذر ہے کہ اسلامی بینکوں میں ان دو طریقوں سے تمویل بنسبت باقی طریقوں کے جو کی جا رہی ہے یہ ترجیحات بلاوجہ نہیں بلکہ مجبوری اور ضرورت کی وجہ سے کی جا رہی ہے۔

اسلامی بینکوں کی طرف مالی طور پر خوشحالی اور بے پناہ سرمائے کے حامل لوگوں کی عدم دلچسپی کے بارے میں مفتی شفیع عثمانی نے فرمایا تھا اپنی تفسیر معارف القرآن میں کہ اسلامی بینکوں کی مالی خوشحالی اور تاجر برادری کا رجحان تب تک ممکن نہیں جب تک حکومت اس کی منظوری اور لوگوں کو حکومتی سطح پر جب تک اس طرف

---

[1] ۔ علماء کرام میں محمد عبد السلام، جسیم الدین، نور احمد، کفایت اللہ، محمد ہارون، احمد شفیع، محمد شمس، محمد جنید، شامل ہیں۔ دیکھیے: مروجہ اسلامی بینکاری (تجزیاتی مطالعہ - شرعی جائزہ- فقہی نقد و تبصرہ)، رفقاء دار الفتاء جامعۃ العلوم الاسلامیۃ، مکتبۃ بینات، کراچی، ۲۰۰۸ء، ص۳۰۹۔ ۳۹۳

متوجہ نہیں کیا جائے گا، تب تک اسلامی بینکوں میں مالی خوشحالی ناممکن ہے۔[1] بدقسمتی سے آج جب اسلامی بینکاری کو پاکستان میں شروع ہوئے عرصہ ہو گیا مگر آج بھی عام اور سرمایہ دار تاجر کا رجحان اسلامی بینکوں کی طرف نہیں ہوتا۔ اسی طرح مفتی تقی عثمانی نے بھی ناقدین کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے ان اسباب کا ذکر کیا جس کی وجہ سے اسلامی بینک مکمّل شراکت پر مبنی عقد نہیں کرتا۔

مفتی تقی عثمانی صاحب نے بھی سب تاجروں کی عدم توجو کو ذکر کیا اور ان الفاظ سے کیا مسلمان تاجر بھی روایتی بینکوں سے 12٪ شرح سود پر قرضہ لینے کو تیار ہوتے ہیں اور اسلامی بینک سے شراکت کی بنیاد 24٪ پر بھی تجارت کے لئے راضی نہیں ہوتے۔[2]

لہٰذا ایسی صورت میں کھاتہ داروں کو بینک کا نفع دینا محض شراکت کی بنا پر ناگزیر ہے اس لئے مجبوراً دیگر تمویل کے طریقوں کو بھی اپنایا جاتا ہے تاکہ اسلامی بینک کی عمارت و بنیاد باقی رہے۔

## شریعت کے خلاف معاہدے کا ہونا

اسلامی بینکاری کے حوالے سے ناقدین کا ایک یہ بھی اعتراض ہے کہ بینکوں میں بہت سے کام خلافِ شرع معاہدے کے تحت ہوتے ہیں۔ ناقدین کے مطابق ہونے والے خلافِ شرع معاہدے درج ذیل ہیں۔

ا۔ بینک گاہک کو معاملے کی دستاویز فراہم نہیں کرتا اسی طرح اگر پالیسی بدل جائے تو اس کے متعلق آگاہ بھی نہیں کرتا گویا کہ بینک اپنے صارف کے ساتھ ایک عقد جہالت کرتا ہے۔ جبکہ شراکت پر مبنی عقد میں ہر ایک بات کا واضح اور صراحتاً ذکر کرنا ضروری ہے۔

۲۔ مروجہ اسلامی بینک اسٹیٹ بینک کے سودی معاملات سے آزاد نہیں ہیں۔

i. اسلامی بینک سودی بینک کے ہر اصول و ضوابط کے تابع ہیں۔

ii. اسلامی بینکوں کی طرف سے یہ دعویٰ ہے کہ اسلامی بینکوں کے لئے اسٹیٹ بینک نے ثبوت یا کوئی شواہد سامنے لائیں۔

---

[1] معارف القرآن، ا/ ۶۷۸۔

[2] مفتی، احمد ممتاز، اسلامی بینکاری (تاریخ و پس منظر اور غلط فہمیوں کا ازالہ)، (مکتبہ رحمانیہ، لاہور، ۲۰۰۸)، ص ۱۵۸

iii. بینک ایک متعین منافع تقسیم کرتا ہے۔ حقیقی طور پر منافع کا حساب نہیں کرتا جب کہ یہ طریقہ شرعی مضاربہ اور مشارکہ کے اصولوں کے خلاف ہے۔ [1]

حقیقتاً یہ تمام اعتراضات دو بنیادی اعتراض پر مبنی ہیں۔ ایک یہ کہ بینک عقد جہالت کرتا ہے جو کہ درست نہیں، دوسرا اعتراض اسلامی بینک جب اسلامی اصولوں کے مطابق تمویل کر رہا ہے تو پھر اسلامی بینک اسٹیٹ بینک کے تابع کیوں ہے جبکہ اسٹیٹ بینک کا مکمّل نظام سود پر مبنی ہے۔

## اعتراضات کے جوابات:

آپ کا یہ کہنا کہ بینک جہالت پر مبنی عقد کرتا ہے صارف کے ساتھ جبکہ ایسا نہیں بینک جو بھی معاہدہ کرتا ہے وہ چھپ کر نہیں کرتا بلکہ بینک کا صارف کے ساتھ معاملہ ایک ایگریمنٹ فارم اور تفصیلات کی دستاویز فارم کرتا ہے جس کو پڑھ کر صارف دستخط کرتا ہے۔ اس لئے اس کو عقد جہالت نہیں کہہ سکتے۔ دوسری بات بینک اور صارف میں عقد شراکت پر مبنی ہوتا ہے اور شراکت میں یہ شریک دوسرے کا وکیل ہوتا ہے۔ لہذا ہر ایک سرمائے کو کاروباری ضرورت کے مطابق صرف کر سکتا ہے۔ اب اگر ناقدین فارم پر عقد سے متعلق معلومات کو جہالت کہتے ہیں کہ ایک ایک روپیہ کا حساب دے بینک کہ کون سا پیسہ کہاں سے آیا تو یہ بینک کے لئے بہت مشکل ہے کیونکہ بینک کام چھوٹے بڑے مختلف کاروباروں میں ہوتا ہے

## دوسرے اعتراض کا جواب:

جہاں تک بات ہے اسٹیٹ بینک کے ماتحت ہونے کی تو نجی معاشی اداروں کا کنٹرول اسٹیٹ بینک ہے اور اگر اسٹیٹ بینک سے الگ ہوں تو گویا کہ ایک الگ نظام بتایا ہے اور یہ حکومتی منظوری کے بغیر نہ ممکن ہے اور حکومتی منظوری کے بعد اسٹیٹ بینک کی مخالفت اور الگ نظام یہ ملکی قوانین کی خلاف ورزی ہے۔ خکومتی پالیسوں کو تو نہیں بدلا جا سکتا یہ ضرور کیا جا سکتا ہے کہ نجی سیکٹر میں جو سودی اصول بنے ہیں ان کو بدلا جائے اور باوجود اس کے کہ اسٹیٹ بینک کا نظام سودی ہے پھر بھی اس کا الگ سے کھاتہ بنانا اور مدد کرنا بھی ایک غنیمت ہے، اور جہاں تک مکمّل بینکنگ معاملات کی بات ہے تو صرف بینک ہی نہیں اور بھی بہت سے اسلام

---

[1] خان، محمد زرولی، نام نہاد اسلامی بینکاری، جامعہ عربیہ احسن العلوم، کراچی، جنوری ۲۰۱۴ء

کے اول کے فریضوں کا اہتمام نہیں جسے کہ نماز، روزہ جو اہم فریضہ ہے اور اس کی مکمّل پابندی نہ کرنا اسلامی مملک کے لئے ایک بہت بڑا المیہ ہے۔

## ہوم فنانسنگ شرکت متناقصہ کے اصولوں پر حقیقتاً شریعت سے متصادم ہے

فقہ میں شرکت متناقصہ اصطلاح نہیں پائی جاتی حقیقتاً اس شرکت کا آغاز اسلامی بینکوں نے کیا اور اس شرکت کا طریقہ کار بھی عام شراکت سے مختلف ہے۔ جس کی وجہ سے اس شراکت کو غیر شرعی کہا جاتا ہے۔ ناقدین نے کچھ نقاط ذکر کیے جس کی بنا پر وہ اس کو شراکت مانتے ہی نہیں ہیں۔ وہ نقاط درجہ ذیل ہیں:

۱۔ فقہاء کے ہاں شراکت متناقصہ شرکت میں داخل ہے کیونکہ شرکت عنان کا بنیادی مقصد شرکت ہے اور شرکت متناقصہ میں مفقود ہے کیونکہ یہاں نہ نفع کا تناسب طے ہے اور نہ ہی نفع میں شرکت ہے اور نہ ہی صارف کا مقصد چیز فروخت کر کے نفع کمانا ہے۔ لہذا یہ شرکت، شرکت عنان نہیں ہے۔

۲۔ بینک اپنے حصوں کو یونٹس کی صورت میں قیمت کے مطابق فروخت کرتا ہے۔ اس صورت کو بینک شرکت ملک کہتا ہے اور اس بنا پر جائز قرار دیتا ہے۔ جبکہ شرکت ملک کی دو بنیادی باتیں اس میں پائی ہی نہیں جا رہی ہیں۔

i. وعدہ کا لزوم نہ ہونا

ii. مارکیٹ ریٹ پر فروخت کرنا

شرکت متناقصہ میں اگر بینک حصوں کی فروخت کے علاوہ صارف اور بینک مل کر حصوں والی آمدن میں حصہ لیں ۔ مثال کے طور پر اگر گھر خریدا ہے تو بینک اور صارف مل کر اس سے آنے والی آمدن میں شریک ہوں تو یہ صورت شرکت عنان میں داخل ہو گی کیونکہ یہاں عقد سے مقصود نفع ہے اور اگر بینک کو منافع سے عرض نہیں ہے بلکہ وہ اپنے صارف کو اپنے حصے فروخت کرنا چاہتا ہے تو یہ صورت شرکت ملک میں داخل ہوئی ہے۔ اب مسلہ یہ ہے کہ اسلامی بینک حصوں کی فروخت کے ساتھ ساتھ کرایہ بھی وصول کرتا ہے یعنی ایک چیز میں دو مختلف طریق تمویل چلاتا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا اس صورت میں وعدہ کا لزوم ہو گا اور اس میں حصوں کو فروخت کیا جاتا ہے آیا اس کی قیمت مارکیٹ ریٹ پر ہوتی ہے یا مارکیٹ ریٹ سے کم یا زیادہ ہوتی ہے؟

### اعتراض کا جواب:

عام طور پر جو وعدہ بطور فقہاء پورا کروایا جاتا ہے گویا کہ وہ لزوم کا درجہ رکھتا ہے۔ اس طرح کے وعدے کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ دونوں فریقین پابند ہوتا ہیں معاہدے کے اور جہاں تک قضاء کی بات رہی تو وہ اگر قضاء نہ کروائیں تو پھر اس وعدہ کی حیثیت ختم ہو جاتی ہے

اور عام عرف میں لوگ وعدہ کی پاسداری نہیں کرتے اس لئے نقصان سے بچانے کے لئے اکثر معاملات میں کہا جاتا ہے یہ مثال کے طور پر "زید نے دوکاندار کو آرڈر پر کوئی چیز منگوانے کا کہا تو دوکان دار نے وعدہ لیا تھا زید سے کہ وہ شے کو خریدے گا گویا شے کا لزوم ہے مگر اس صورت میں دوکاندار کو نقصان سے بچایا گیا ہے اور اس میں کوئی قباحت نہیں اور اسلام نے بھی اس کی تلقین کی ہے اگر زید اپنا وعدہ پورا نہ کرے تو اس کے خلاف کوئی کاروائی نہیں ہوتی بینک کا وعدہ بھی اسی طرح ہوتا ہے۔ اسی طرح اعتراض کا دوسرا حصہ کہ کس ریٹ پر حصے فروخت کیے جاتے ہیں اس اعتراض کا جواب درج ذیل ہے۔ یونٹس یعنی حصوں کی خرید و فروخت سے متعلق اسلامی بینکنگ کے ماہرین جو طریقہ بیان کرتے ہیں وہ یہ ہے۔

"بجائے اس کے کہ گاہک وعدہ کرے کہ وہ تمویل کنندہ کے یونٹس خریدے گا، تمویل کنندہ کو یہ ذمے داری ہوگی کہ وہ وعدہ بھی یکطرفہ ہوگا یعنی تمویل کنندہ کی تو یہ ذمے داری ہوگی کہ وہ اپنے وعدہ کو پورا کرے البتہ گاہک کو اختیار ہوگا کہ وہ خریداری کرے یا نہ کرے"[1]

مذکورہ بالا جو طریقہ ہے اسلامی بینک کا حصوں کی خرید و فروخت کا وہ معاہدے میں وعدہ یکطرفہ ہے اور اس کی حیثیت لازمی کی سی نہیں ہوتی اور اس کی تائید مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کی اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ:

"غیر سودی بینکوں میں گاہک کی طرف سے جو التزام ہوتا ہے اس میں یہ صراحت نہیں ہوتی کہ یہ التزام قضاء بھی لازم ہوگا اور کم از کم میرے علم میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ہے جس میں یہ معاملہ عدالت تک پہنچا ہو اور وہاں سے اس کی ادائیگی کا فیصلہ ہوا ہو لہذا اگر عدالت تک جائے بغیر اس پر عمل ہو رہا ہے تو اس میں کسی مذہب کے لحاظ سے بھی اشکال نہ ہونا چاہیے"[2]

لہذا شرکت ملک کی بنیادی طور پر جو شرائط ہیں وہ دونوں اس میں پوری ہوتی ہیں۔

---

[1] Muhammad Ayub ,*Understanding Islamic Financing* , , John  Wiley & Son Ltd , England  2007,pg 339

[2] ، عثمانی، محمد تقی، غیر سودی بینکاری، (مکتبہ معارف القرآن، کراچی، طبع جدید مئی 2009ء جمادی الاول 1430ھ) صفحہ 297

i. پہلی شرط کہ وہ وعدہ لازم نہ ہو اور جو تفصیل بیان ہوئی وعدہ کے لزوم کے متعلق اس کے مطابق وعدہ لازم نہیں ہوتا شرکت ملک کی یہ پہلی شرط ہے اور وہ پائی جارہی ہے۔

ii. یونٹس کی فروخت بازاری قیمت پر ہونی چاہیے جسے کہ شرکت ملک کے جو لوگ جواز کے قائل ہیں ان کا کہنا ہے کہ کاروبار کی قیمت لگائی جائے خریداری کے وقت یعنی بازار کے ریٹ پر فروخت ہو چیز اور یہ ہی شرط ہے شرکت متناقصہ کی اور یہی اسلامی بینکوں میں رائج ہے اور اس سے متعلق بھی تفصیلا ذکر کر دیا گیا ہے کہ کیسے حصوں کی خرید وفروخت ہوتی ہے وہ بھی عین شرعی اصولوں کے مطابق ہے۔ لہذا اس میں بھی کسی قوم کی قباحت نہیں ہے۔

جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ معترضین کی جانب سے یہ اعتراض ہے مروجہ بینکوں میں ہونے والی شرکت کو متناقصہ نہیں کہہ سکتے بلکہ یہ عدم شراکت ہے ان کے اعتراض کا جواب ماہرین بینکنگ اور علماء کے اقوال سے دیا گیا جس میں سے ثابت ہوا کہ اگر یہ شراکت متناقصہ نہیں تو کم از کم مثل شراکت ضرور ہے دوسری بات یہ طریقہ لوگوں کو سہولت فراہم کرنے اور کاروباری حضرات کے ساتھ تعاون فراہم کرنے میں مثبت اقدام ضرور ہے۔ تیسری بات ترقی پذیر ممالک میں اس طرح کے اقدام معاشی استحکام کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ البتہ اس امر کو اجاگر کرنے کی ضرورت ہے کہ کاروبار اور کمپنی کی سطح پر اس طریقے کو اپنایا جائے تاکہ شراکت عنان کی طرح شرکاء کا عمل اور نفع دونوں میں شراکت داری ہو سکے اور یہی بینکنگ کا طریقہ کار بھی ہے تاکہ اس طرح کے اعتراضات باقی نہ رہیں اور اس شرکت عنان کو اصل بنا کر اگر بینک ضمنا اپنے شئیرز فروخت بھی کرتا ہے تو اس شرعی اعتبار سے کوئی قباحت نہیں ہے۔ کیونکہ کمپنی کے شرکاء اپنا اپنا شئیرز الگ فروخت کرنے کا مکمّل حق رکھتے ہیں[1]۔

## حصص (یونٹس) کی فروخت

ناقدین کی جانب سے ایک اور جو نقد جو کیا جاتا ہے شرکت متناقضہ کے تحت وہ ہے حصوں کا فروخت کرنا۔

بینک اپنے حصص کو فروخت کرنے کے لئے اسے چھوٹے چھوٹے یونٹس میں تقسیم کرتا ہے تاکہ اگر خریدار ایک دفعہ میں مکمّل حصہ نہیں لے سکتا تو آسان اقساط میں اس حصے کو خرید کر اس کا مالک بن جائے۔ اس طرح بینک کو یہ فائدہ ہو گا کہ اس کو اس کا سرمایہ واپس مل جائے گا اور صارف آسان قسطوں پر مطلوبہ چیز بینک سے خرید لے

---

[1] An Introduction to Islamic finance pg 91

گا۔ اب اس یونٹس کی فروخت پر ناقدین کی جانب سے یہ اعتراض ہے کہ یونٹس کی فروخت کے لئے بینک کچھ ایسی صورتیں اختیار کرتا ہے جو شرعی اعتبار سے درست نہیں ہیں جیسا کہ حافظ ذوالفقار علی اس کی تفصیل ان الفاظ کے ساتھ بیان کرتے ہیں جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ اگر بینک مارکیٹ ریٹ یا اس سے زیادہ پر یونٹس صارف کو بیچتا ہے تو ایک تو یہ کہ شراکت کے اصولوں کے خلاف نفع و نقصان دونوں میں شریک بھی ہے اس کو لوٹتا ہے وہ ایسے کہ بینک اپنے راس المال کو نفع کے ساتھ واپس لینے کی ضمانت لیتا ہے جو کہ صحیح نہیں ہے۔

۲۔ اگر اتنے کا ہی آگے صارف کو بیچے جس قیمت پر خود لیا ہے یعنی قیمت اسمیہ پر (face value) تو شرعاً قیمت اسمیہ پر خریداری جائز ہی نہیں ہے۔

۳۔ اگر بازار والے ریٹ پر فروخت کرے تو اس میں دھوکہ اور غرر ہے کیونکہ خریدار سے لازمی طور پر چیز کے خریدنے کا وعدہ لیا جاتا ہے جو کہ مستقل بیع کی شکل ہے اور شرعی قاعدہ ہے کہ بیع کو کسی شرط کے ساتھ معلق کرنا درست نہیں یہ بیع کو فاسد کرتا ہے اور اس شرط پر معاملہ کرنا کہ مستقبل میں خریداری بازاری نرخ پر ہو گی یہ واضحتا دھوکے کی صورت ہے۔

۴۔ اگر قیمت خرید سے کم قیمت پر لے تو اس پر بینک رضامند نہیں ہو گا[1]۔

شراکت متناقصہ کی صورت میں فنانسنگ یا تجارت و کاروبار کی صورت میں یونٹس کی قیمت پیشگی متعین کر دینا یہ درست نہیں اسلامی بینکنگ کے حاملین کی بھی یہی رائے ہے اور اس حوالے سے مفتی محمد تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں کہ:

> "Here the price of unit of financier cannot be fixed in the promise to purchase, because if the price is fixed before hand at the time of entering in to Musharakah, it will partially mean that the client has ensured the principal invested by the financier with or without profit, which is strictly prohibited in case of Musharakah"[2]

---

[1] ذوالفقار علی، اسلامی بینکاری کی حقیقت، (دارالدعوۃ السلفیۃ، لاہور، اگست ۲۰۰۸ء شعبان ۱۴۲۹ھ) ص ۴۳

[2] *An Introduction to Islamic Finance*, pg:91

ترجمہ: " یہاں (شراکت متناقصہ کی بنیاد پر کاروبار و تجارت میں) خریداری کے وعدے میں تمویل کنندہ کے یونٹس کی کوئی بھی قیمت متعین نہیں کی جاسکتی اس لئے اگر مشارکہ میں شمولیت کے وقت یونٹس کی کوئی متعین قیمت لگائی جائے لامحالہ اس کا مطلب یہ ہو گا کہ گاہک نے تمویل کنندہ کے لگائے ہوئے سرمائے کی واپسی کے بغیر نفع دیا ہے یا پھر نفع کے ساتھ ضمانت دی ہے جو کہ مشارکہ جیسے معاملات میں سختی سے ممنوع ہے"

اس بات میں کوئی بات چھپی نہیں کہ بینک ہمیشہ سے اور آئندہ بھی اپنے یونٹس کو کبھی قیمتِ خرید سے کم پر نہیں بیچے گا اور بینک کی پالیسی بھی یہی ہے۔ بینک اس بات کی بھی ضمانت نہیں دے گا کہ جو سرمایہ لگایا ہے وہ واپس ہو گا اور یہ ایک سودی معاملہ ہے اور اسلامی بینک کی بنیاد شرعی اصولوں پر ہے اس لئے اسلامی بینکوں میں اس طرح یونٹس کی خرید و فروخت درست نہیں ہے اور اسی بات کو بنیاد بناتے ہوئے اسلامی بینکاری کے مؤیدین نے اسلامی بینکنگ میں یونٹس کی پہلے سے قیمت کے متعین کرنے کو منع کیا ہے اور اس کے متبادل کے طور پر یہ حل پیش کیا کہ جب اسلامی بینک کا صارف اسلامی بینک سے اس کے یونٹس خریدنا چاہے تو اس وقت بینک یونٹس کی قیمت نہ لگائے بلکہ اس کاروبار کی قیمت لگائے جس میں شراکت ہے اور اگر کاروبار کی قیمت زیادہ ہوئی ہے تو یونٹس کی قیمت زیادہ ہو جائے گی خود بخودی اور اگر کاروبار کی قیمت کم ہوئی ہے تو یونٹس کی قیمت بھی کم ہو جائے گی، بر حال جو قیمت فی الوقت کاروبار کی متعین ہو گی اسی لحاظ سے یونٹس کی خرید و فروخت کی جائے گی۔

علم معاشیات کے ماہرین کا کہنا ہے:

" معاہدے کی ابتداء میں ہی ماہرین تجارت یا کوئی ادارہ تمویل کنندہ اور گاہک کے درمیان مرحلہ وار یونٹس کی خریداری پر کاروبار کی مالیت کا مجموعی اندازہ لگائے ادارہ جو مالیت کاروبار کی متعین کرے گا اسی کے مطابق یونٹس کی خرید و فروخت ہو سکے گی"[1]

اسلامی بینکاری کے مویدین کا کہنا یہ ہے کہ جب قیمت خریداری کے وقت طے کی جائے گی تو اس کا فائدہ یہ ہو گا کہ قیمت اسمیہ اور قیمت کا ضمان دونوں احتمال باقی نہیں رہیں گیں، باقی رہی بات بازاری نرخ پر عزر کا جو سوال ہے اس کا جواب یہ ہے جس وقت بینک کاروباری یونٹس کی قیمت مقرر کرے گا تو اس میں اختیار ہوتا

---

[1] *Ibid,pg*: 94

ہے ساتھ شریک (صارف) کو بھی کہ چاہے وہ خود وہ حصے (یونٹس) خریدے یا کمپنی کو اس کاروبار میں اس کا شریک بنادے۔ لہذا جو اعتراض کیا گیا کہ شرعی تقاضوں کا خیال نہیں رکھا گیا اس تفضیل سے مکمّل طور پر یہ بات بیان کی گئی ہے کہ شرعی تقاضوں پر صرف عمل ہی نہیں بلکہ ان کا مکمّل خیال رکھا جارہا ہے لہذا وہ حضرات جو اسلامی بینکاری کے قائل ہیں ان کی رائے کو ترجیح حاصل ہو گی[1]۔

## الصفقہ فی الصفقہ

ناقدین کی جانب سے اسلامی بینکاری میں رائج شراکت متناقصہ پر ایک یہ اعتراض بھی ہوتا ہے کہ بینک ایک معاملے کے لئے جو معاہدہ کرتا ہے اس میں ایک ہی معاہدے میں مزید معاہدے کر لیتا ہے یعنی ایک ہی وقت میں کئی سارے معاہدے ایک ساتھ چلا رہا ہوتا ہے جو کہ شرعی نقطہ نظر سے مناسب نہیں ہے۔

رسول اکرم ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے:

((نھی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن بیعتین في بیعة))-[2]

ترجمہ: آپ ﷺ نے منع فرمایا کہ ایک بیع میں دو عقد نہ کرو۔

اس حدیث مبارکہ کی روشنی میں ناقدین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اسلامی بینک شرکت متناقصہ کے تحت تین عقود یعنی شرکت ملک، اجارہ اور بیع کرتا ہے۔ اور یہ تینوں ایک شرکت متناقصہ والے عقد کے تحت سر انجام دے جاتا ہیں۔ جو

حدیث مبارکہ کی روشنی میں صراحتاً ممنوع ہیں اور خلاف شرع عمل ہے۔ ہونا یہ چاہیے کہ تینوں معاملات مستقبل طور پر انجام دے جائیں اور ایک عقد میں دوسرے عقد کے ہونے یا نہ ہونے کی شرط بھی نہیں ہوتی[3]۔

---

[1] *Understanding Islamic Finance*, pg: 339

[2] مالک، انس بن عامر، الموطا، (موسسۃ زاہد بن سلطان آل نہیان، ابو ظھبی، الامارات، طبعہ اولیٰ ۱۴۲۵ھ۔ ۲۰۰۴ء)، کتاب البیوع، باب النھی عن بیعتین فی بیعۃ حدیث، 4/957

[3] غیر سودی بینکاری، ص۲۸۶

اس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے اسلامی بینک ہر گز یہ شرط نہیں لگاتا کہ ایک عقد کے ساتھ دوسرا عقد بھی ہو گا بلکہ اسلامی بینک ایک معاملہ پورا ہونے کے بعد دوسرا معاملہ شروع کرتا ہے اور اس کی گنجائش شریعت میں بھی ہے اور حدیث میں اس امر کی ممانعت بھی نہیں آئی ہوئی اور بینک کوئی بھی معاملہ مشروط نہیں کرتا جیسے کہ ناقدین حضرات کا کہنا ہے اور شرعی اعتبار سے بھی اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

معترضین ایک ہی معاملے میں تینوں عقود کو اس لیے شمار کرتے ہیں کہ معاملہ شروع ہونے سے پہلے بینک جو وعدہ لیتا ہے صارف سے کہ وہ اس کا حصہ خریدے گا وہ اس وعدہ کی وجہ سے تینوں عقود کو ایک ہی معاملے کے تحت شمار کرتے

ہیں جبکہ ایسا نہیں ہے۔ ناقدین کے ہاں بینک وعدہ کرنے کے بعد اس وعدے کو پورا کرنے کی یقین دہانی بھی کرواتا ہے تو ناقدین بینک کے اس لزوم کو شرط کے درج میں رکھتے ہیں جسے پورا کرنا لازم ہے تاہم مفتی احمد ممتاز[1] اس بارے میں یوں فرماتے ہیں کہ

"اگر شرط مقدم کو فریقین عقد کی بنیاد اور مدار سمجھتے ہوئے عقد کریں گے تو اس عقد کو شرط سے خالی نہیں سمجھا جائے گا۔ اگرچہ عقد لفظوں میں بلا شرط ہو لیکن حقیقت میں اس عقد کا شرط کے ساتھ مقید ہونے کا اعتبار ہو گا"[2]

گویا کہ ناقدین فقہ کے اس اصول کو بنیاد بنا کر وعدہ کو شرط کے قائم مقام مان رہے ہیں جو کہ درج ذیل ہے۔

## "المعروف عرفا کا لمشروط شرطاً"[3]

ترجمہ: جو چیز عرف میں معروف ہو تو گویا کہ ایسی ہے جیسے کوئی طے شدہ شرط۔

مفتی احمد ممتاز صاحب کی بات سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ مشاہدے میں یہ آیا ہے کہ بینک اپنے وعدے پر سو فیصد قائم ہے۔ لہذا یہ شرط ہے۔

---

[1] مفتی احمد ممتاز احمد صاحب جامعہ خلفائے راشدین سے منسلک ہیں دینی مسائل سے متعلقہ کئی علمی خدمات پیش کرنے کے ساتھ ساتھ مروجہ اسلامی بینکاری سے متعلقہ بھی تفصیلا اپنی آرا پیش کر چکے ہیں دیکھئے "غیر سودی بینکاری "ایک منصفانہ علمی جائزہ، احمد ممتاز، جامعہ خلفائے راشدین، کراچی طبع دوم، دسمبر ۲۰۱۰ء، محرم الحرم ۱۴۳۲ھ، ص:۲۹

[2] ایضاً ،صفحہ:۱۵۲

[3] اتاسی، محمد خالد، شرح مجلۃ الاحکام العدلیۃ، (مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، سن ندارت)، ص:۱۲

اس اعتراض پر اہل علم کی طرف سے جو جواب دیا گیا وہ درج ذیل ہے۔

جو وعدہ عقد سے الگ ہے یعنی عقد کا حصہ نہیں ہے اس کو آپ عقد کا حصہ بنا کر شرط کے احکام میں شرط کے احکام میں شامل نہ کریں[1]۔

شرکت متناقصہ میں وعدہ شرط کا درجہ نہیں رکھتا، جیسا کہ تفصیلاً بات گزر گئی اس پر اسلامی بینک یک طرفہ وعدہ پورا کرتا ہے اس کے لئے کوئی عدالتی کاروائی آج تک نہیں ہوئی۔ اس وجہ سے اسلامی بینکاری کے حاملین کے ہاں یہ وعدہ کوئی لزوم

کا درجہ نہیں رکھتا ہے۔ مگر یہ بات اپنی جگہ حقیقت رکھتی ہے کہ آج تک کوئی ایسا معاملہ سامنے نہیں آیا جس میں بینک نے اپنا وعدہ پورا کیا ہو اور اگر اس وعدہ کو شرط مان بھی لیں تو بینکاری کے مؤیدین کا کہنا ہے کہ یہ ایسی شرط ہے کہ اس کی وجہ سے عقد خراب نہیں ہوتا ان حضرات کی دلیل یہ کہ:

عقد میں کوئی شرط لگائی جائے تو عقد فاسد ہو جاتا ہے یہ احناف ؒ کے ہاں عام قاعدہ ہے۔ مگر تین صورتیں ایسی ہیں کہ ان میں شرطیں لگانا جائز ہے اور عقد بھی فاسد نہیں ہوتا ہے۔ وہ تین صورتیں جن میں شرط کی وجہ سے عقد فاسد نہیں ہوتا وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ ایسی شرط جو متنضائے عقد کے مطابق ہو۔

۲۔ ایسی شرط جو عقد کے مناسبات میں سے ہو۔ جیسے رہن رکھنے یا کفالت یا حوالہ کی شرط

۳۔ ایسی شرط ہو جس میں عرف عام میں لوگ تعامل کرتے ہوں[2]۔

ان مذکورہ بالا شرائط سے معلوم ہوا کہ شرکت متناقصہ سے مقصود تعاون اور مدد کرنا ہے اور اس تعاون اور مدد کرنا ہے اور اسی تعاون اور مدد کی یقین دہانی کے لئے وعدہ کا تذکرہ ہوتا ہے اس میں کسی طرح کا کوئی خرچ نہیں ہے یہ درست ہے اور احناف میں سے اکثر فقہاء کے نزدیک وعدے اور عہد کو لوگوں کی حاجت کے لئے ضروری قرار دیا جاتا ہے۔[3]

---

[1] غیر سودی بینکاری، ص:۲۷۶

[2] محمد علی، الدر المختار، (دار لکتب العلمیہ، طبع اولی ۱۴۲۳ھ - ۲۰۰۲ء)، ص:۶۷۸

[3] غیر سودی بینکاری، ص:۲۷۸

## بینچ مارک کا غیر مساوی استعمال

شرکت متناقصہ میں ایک اعتراض ناقدین کی جانب سے یہ بھی ہے کہ اس میں منافع کی جو شرح رکھی جاتی ہے وہ سود ہے یعنی منافع شرح سودی ہے اور ہاؤس فنانسنگ میں جو منافع شرح رکھی جاتی ہے وہ تو علاقے کے حساب سے ہوتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ایک بات تو یہ کہ آپ جس کو بینچ مارک کا نامناسب استعمال کہہ دیتے ہیں یہ ویسا نہیں کیونکہ آپ غور کریں ایک بندہ اسلام آباد میں بینک سے ہوم فنانسنگ کی سہولت لے رہا ہے اور ایک رواٹ میں اب اسلام آباد اور رواٹ دونوں کے کرائے میں فرق ہے اور دونوں جگہوں کی مالیت میں فرق ہے۔ لہذا آپ کیسے دونوں سے ایک طرح کا کرایہ وصول کر سکتے ہیں اس لئے اس کو آپ بینچ مارک کا غیر مساوی استعمال نہیں کہہ سکتے۔ ناقدین کی یہ بات درست ہے کہ بینک ایک جیسا کرایہ وصول نہیں کرتا تمام شہروں میں مگر بینک کا یہ امر کوئی نیا نہیں ہے۔ عرف عام میں لوگوں کا یہ ہی تعامل ہے۔ گاڑی کا کام چلنا ہے اور چھوٹی بڑی گاڑیوں اور علاقوں کے لحاظ سے ان میں بھی فرق ہوتا ہے تعامل الناس کی وجہ سے اس بات کو لے کر بینک کے معاملات کو سودی قرار دینا انتہائی نامناسب ہے۔

## خطرات کے عناصر کا مقصود ہونا

روایتی اور اسلامی بینکاری میں بنیادی فرق خطرات کو برداشت کرنے کا ہے۔ روایتی بینک کسی قسم کا کوئی خطرہ ذمے میں نہیں لیتا روایتی بینک سے گھر بنانے کی بات کی جائے تو وہ گھر بنانے کے لئے شرح سود پر قرض تو دے دے گا مگر شراکت کی بنیاد پر تعاون کرنے کو ہرگز تیار نہیں ہوگا جبکہ دوسری جانب اسلامی بینکاری جس کی بنیاد ہی شراکت پر ہے اور شراکت میں مقصود صارف کے ساتھ تعاون اور اس کو خود کفیل بنانا ہوتا ہے یہ اسلامی بینک خطرات کو قبول کرتا ہے اور صارف کے ساتھ شراکت کی بنا پر شریک ہو کر صارف کو خطرات سے محفوظ کرتا ہے۔[1] تاہم اسلامی بینکوں پر ایک یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ وہ ہوم فنانسنگ کرتے وقت سودی بینکوں کی طرح نفع متعین کرتے ہیں اس بنا پر شرکت متناقصہ پر اعتراض وارد ہو سکتا ہے کہ اس میں کہتے تو ہیں کہ مقصود نفع ہے مگر رسک نہیں لیتے بلکہ اپنی سائیڈ سیف کرتے ہیں اور مقصد ان کا بھی نفع کمانا ہے۔

---

[1] عائشہ فاطمہ، اسلامی ہاوس فنانسنگ کے مروجہ طریقے اور مشکلات کا جائزہ، پاکستان کے تناظر میں، قدیمی کتب خانہ، ٢٠١٢)، ص:٦٢

اس اعتراض کا جواب اہل علم حضرات نے ایسے دیا ہے کہ شراکت پر اگر دو آدمی کاروبار شروع کرتے ہیں تو وہ خطرات سے خالی نہیں ہوتا۔ اس میں نفع اور نقصان دونوں کا احتمال ہوتا ہے ایسی ہے۔ جب بینک شراکت داری کی بنا پر سرمایہ کاری فراہم کرتا ہے تو ایک شریک ہونے کی حثیت سے مسلسل بینک بھی رسک لیے ہوئے ہے جبکہ شرکت متناقصہ کا معاملہ تھوڑا مختلف ہے اس میں بھی اصلا تو صارف کی ضرورت کو پورا کیا جاتا ہے ہوتی فنانسنگ ہے اب دیکھنا صرف یہ ہے کہ آیا اس صورتحال میں رسک یعنی نقصان کا احتمال ہے یا نہیں ہے؟ اگر احتمال ہے تو کہاں کہاں ہے اور کس حد تک ہے نقصان کا احتمال؟ جس پر یہ معاملہ شرعی اعتبار سے درست سمجھا جائے۔ اس کو سمجھنے کے لئے ہمیں اس طریقے کار کو دیکھنا ہو گا جس پر بینک معاملہ کرتا ہے اور وہ طریقہ کار درج ذیل ہے۔

بینک صارف کی ڈیمانڈ پر صارف کے لئے اگر کوئی چیز خریدتا ہے تو شرکت متناقصہ کے طریقے پر فنانسنگ کرتا ہے اور پہلے چیز کو اپنی ذمہ داری پر خود خریدتا ہے اس کو ایک مثال سے سمجھیں مثال کے طور پر کوئی تیار گھر خریدنا چاہتا ہے اور گھر بینک کے ذریعے خریدنا چاہتا ہے تو بینک ابتداء کرتا ہے گویا بینک اس گھر کو خریدے گا۔ اب اس گھر کی تمام تر ملکیت بینک کے پاس ہے۔ اس دوران کچھ ہو جاتا ہے تو گھر کا کسی بھی طرح کا نقصان بینک پر آتا ہے۔ جب تک کہ بینک یہ گھر صارف کو فروخت نہ کر دے اس گھر کا ہر طرح کا نفع و نقصان بینک کے ذمے ہو گا۔ اب یہاں پر صارف کی طرف سے مطلوبہ چیز کی وصولی کے بعد بینک اس چیز کو صارف کے حوالے کرے گا اور اس چیز کی قیمت کو چھوٹے چھوٹے یونٹس میں تقسیم کرے گا جسکی وصولی بینک قسطوں کی صورت میں لیتا رہے گا۔ اب اس دوران بینک کی شراکت جتنی گھر میں ہو گی اتنے حصے کا رسک بینک کے ذمے ہے۔

اس تفصیل سے یہ بات سمجھ آئی کہ شراکت متناقصہ رسک سے خالی نہیں ہوتی اس میں رسک دو اعتبار سے ثابت ہے۔

۱۔ بینک کا آرڈر دینے سے لے کر صارف کو گھر حوالے کرنے تک سب رسک اٹھانا ہے۔
۲۔ صارف کو چیز حوالے کرنے کے بعد اپنے حصے کے بقدر رسک برداشت کرنا۔

پہلی صورت میں رسک آرڈر وصول کرنے کے بعد سے صارف کو گھر حوالے کرنے تک ہے بینک اس پر کس حد تک انحصار کرتا ہے اب یہ دیکھنا ضروری ہے کہ آرڈر کئے جانے والا گھر کی وصولی کس طرح ہو گی۔

۱۔ گھر کے کاغذات وغیرہ مکمّل کر کے کمپنی کاغذات بینک کے حوالے کرے گی اور اس پر چار جز وصول کرے گی۔

۲۔ بینک اپنا نمائندہ بطور وکیل بھیجے گا اور اسے اس کام کا کمیشن دے بینک۔

۳۔ صارف کو بذات خود مطلوبہ چیز کی وصولی کے لئے بھیج دے۔

پہلی اور دوسری صورت کے مطابق اگر حوالے کی جائے چیز تو ان دونوں صورتوں میں صارف کو صرف اطلاع دی جائے گی کہ مطلوبہ چیز آکر وصول کرلی جائے صارف کے آنے پر بینک گھر کے کاغذات صارف کو دے دے گا اور معاہدہ طے کرے گا۔ صارف ممکن ہے تین چار دن بعد جائے کاغذات وصول کرنے اس دوران چیز بینک کے ذمے ہے یہ بھی رسک اٹھانا یقینی ہے۔ لیکن عام طور پر بینک تیسری صورت پر عمل کرتا ہے کہ صارف کا قبضہ کرنا بینک کی طرف سے بطور وکالت کے ہو گا جیسے کہ مرابحہ اور اجارہ میں کرتا ہے۔ [1] مطلوبہ گھر پر قبضے کے بعد صارف بینک کو بتاتا ہے کہ گھر پر قبضہ کر لیا ہے پھر صارف بینک کے ساتھ شراکت متناقصہ کے معاہدے پر دستخط کرتا ہے، آج کل یہ تمام کام چونکہ آئن لائن ہو رہے ہیں آرڈر دینا وصول کرنا حوالے کرنا تو اس اعتبار سے بینک رسک گویا کہ زیر ور رہا ہے۔

رسک کی دوسری صورت یہ ہے کہ بینک اور صارف کے معاہدہ ہو جانے کے بعد ہے جب دونوں آپس میں شرکت متناقصہ کا عقد و سامان میں شراکت رکھتے ہیں اور اس سامان میں فی الوقت بینک زیادہ حصے کا مالک ہے اور صارف کا حصہ بہت کم ہے۔ تو اس اعتبار سے جس کا جتنا سامان ہے اس کو اتنا ہی رسک اٹھانا ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر گھر 10 لاکھ کا تھا تو صارف نے ایک لاکھ ادا کیا اور بینک نے نو لاکھ ادا کیا تو اب بینک کا حصہ اس سامان میں زیادہ ہے تو اس اعتبار سے بینک کو زیادہ رسک اٹھانا ہو گا اور جوں جوں بینک اپنے یونٹس صرف کو فروخت کرے گا تو آہستہ آہستہ بینک کا حصہ اس سامان میں کم ہوتا جائے گا اور صارف کی ملکیت درجہ بدرجہ بڑھتی جائے گی اور جوں جوں بینک کا حصہ سامان میں کم ہوتا جائے گا اس کا رسک بھی کم ہوتا جائے گا۔ [2] اور اس صورت میں بینک اور صارف دونوں کو رسک کا سامنا ہے اور شرعی اعتبار سے ناقدین کے ہاں بھی اس میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔

---

[1] مروجہ اسلامی بینکوں کے ذرائع تمویل (مروجہ مرابحہ، اجارہ اور مشارکہ متناقصہ) کی شرعی حیثیت ص: ۱۴۸

[2] مروجہ اسلامی بینکوں کے ذرائع تمویل کی شرعی حیثیت ص: ۱۵۲

## خلاصہ کلام:

خلاصہ کلام یہ نکلا کہ اسلامی بینکوں میں جو تمویل شرکت متناقصہ پر ہوئی وہ عین شرعی اصولوں پر ہے اور اس طریقہ تمویل میں رسک کا عنصر موجود ہے مگر یہ رسک کا عنصر معاہدہ طے ہونے کے بعد دکھائی دیتا ہے۔ معاہدے کے بعد یہ چیز واضحتا نظر آتی ہے۔ باقی رہی بات کہ بینک صارف کو کیوں بھیجتا ہے سامان پر قبضہ کیونکہ باقی صورتوں میں بینک کو مزید چارجز دینے ہوں گے اور یہ چیز بینک کی پالیسوں کے خلاف ہے اور عملی طور پر بینک اس کے لئے تیار بھی نہیں ہوتا۔

اسلامی بینکنگ اگر مکمّل شرعی اصولوں پر نہیں ہے تو کم از کم اتنا ضرور ہے۔ کہ یہ مثل شراکت ضرور ہے اور سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ اس میں لوگوں کا فائدہ ہے اور روایتی بینکاری محض نفع کو مد نظر رکھتے ہوئے سودی لین دین کو عام کر رہی ہے حقیقتا اللہ اور اس کے رسول کے خلاف اعلان جنگ ہے جبکہ دوسری طرف اسلامی بینکاری شرعی طریقہ تمویل،

شرکت متناقصہ اور مشارکہ کے اصولوں پر مبنی ہے اور اس میں اصل مقصد صارف کے ساتھ تعاون کرنا ہے۔ سود کے لئے ایک اہم اور مضبوط اقدام ہے اس لئے مسلمان تاجروں کو خاص طور پر اور حکومت کو حکومتی سطح پر ایسے اقدامات کرنے چاہیے جو اسلامی بینکاری کو فروغ دیں اور اسلامی ملک اسلامی ریاست ہونے کے ناطے یہ ریاست اس بات کا تقاضا بھی کرتی ہے اور ایسے نظام معشیت کی متحمل ہے جو اسلامی اصولوں پر ہو اور محض نفع ہی مقصد نہ ہو بلکہ نفع کے ساتھ ساتھ آپس میں باہمی تعاون کو بھی فروغ دے۔

# فصلِ دوم

## روایتی اداروں کو اسلامی بینکاری سے ہم آہنگ کرنے کے لیے اقدامات

معاشیات انسانی زندگی کا اہم ترین حصہ ہے۔ جس کا تعلق فردِ واحد ہی سے نہیں بلکہ ہر قوم کی ترقّی اور تنزّل کا انحصار اُس کی معیشت پر ہوتا ہے۔ جس ملک کی معاشیات مضبوط ہوں وہ ملک ترقی یافتہ ممالک کی صفِ اوّل میں شامل ہوتا ہے اور جب بات اجتماعیت کی ہو تو وہاں حقوق و فرائض بھی آتے ہیں جن کی پاسداری ہر ایک پر لازم ہے۔ اسلام ایک مکمّل ضابطہ حیات ہے جو انسان کی زندگی کے ہر شعبے میں راہنمائی کرتا ہے۔ معاش سے متعلق بھی اسلام نے مکمّل راہنمائی کی ہے۔ اسلام میں معاشی زندگی کے حوالے سے کچھ قیود بھی ہیں جن سے تجاوز کی ممانعت کی گئی ہے۔

### بینکاری اور علمِ معاشیات دورِ حاضر کی اہم ضرورت

علمِ معاشیات و بینکاری کی دورِ حاضر میں بہت اہمیت ہے۔ ہر معاشرہ اور اس کا ہر فرد اِس میدان میں علمی کاوشیں جاری رکھے ہوئے ہے۔ کیونکہ یہ علم معاشی نظام سے جُڑا ہوا ہے۔

شاہ ولی اللہؒ معاشیات کی تعریف کچھ اس طرح کرتے ہیں:

"افرادِ معاشرہ کی اشیاء کے باہمی تبادلے، ایک دوسرے سے معاشی تعاون اور ذرائع معیشت و آمدن کی حکمت سے بحث کرنے کا نام علمِ معیشت ہے۔"[1]

اسلامی ہو یا غیر اسلامی معاشرہ ہو اُس کے لیے دونوں شعبوں معاشیات اور بینکاری سے آگاہی بلکہ مکمّل مہارت ضروری ہے۔ اس کے بغیر کوئی بھی معاشرہ اور کوئی بھی ملک ترقی کی دوڑ میں شامل نہیں ہو سکتا۔

### اسلامی ریاست اور بینکاری کے تقاضے

پاکستان اسلام کے نام پر بنا ہے۔ یہ ایک اسلامی ریاست ہے اور اسلامی ریاست ہونے کے ناطے یہ ریاست اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ یہاں کا معاشی نظام بھی اسلامی ہونا چاہیے۔ ریاست پر یہ فرض ہے کہ ہر شعبے میں قرآن وحدیث سے رہنمائی لیتے ہوئے اسے اسلام کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرے۔ بینکاری کا شعبہ ہمارے معاشی تقاضوں میں

---

[1] ۔ شاہ، ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، (مکتبہ رحمانیہ، لاہور)، س ن، ص ۹۰

سے ایک ہے اور اسے معاشی نظام سے نکالا نہیں جا سکتا۔ اسلامی ریاست پر یہ بات لازم ہے کہ وہ اس بینکاری نظام کو بھی اسلام کے مطابق کرے۔

اسلامی بینک ایک ایسا ادارہ ہو گا جس میں تمام شرعی احکامات کی پیروی کی جائے گی۔ اسلامی بینک کی تعریف ماہرینِ فن نے یوں کی ہے:

"بینک فقط حرام اُمور کے عدم ارتکاب سے مکمّل اسلامی نہیں ہوتا بلکہ اس کو مکمّل اسلامی بننے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے معاملات اپنی شرائط، ارکان اور اختیارات کے لحاظ سے بھی شریعت کے احکام کے موافق ہوں۔ خلاصہِ کلام یہ ہے کہ اسلامی بینک وہ نہیں ہے جو صرف سود اور حرام امور سے اجتناب کرے بلکہ اسلامی بینک وہ ہے جو ممنوعہ امور کے ساتھ شرعی احکامات کی بھی پابندی کرے"۔ [1]

بینکاری نظام کو اسلامی بنانے کے لیے کچھ شرعی بنیادیں حسبِ ذیل ہیں۔ جنھیں بینکوں کو اپنے نظام میں شامل کرنے کی ضرورت ہے۔ اِن کے بغیر اسلامی بینکاری نظام قائم نہیں کیا جا سکتا۔

## سودی بینکاری اور اُس کا متبادل

موجودہ ومروجہ بینکوں کا سارا نظام سودی نظام ہے اور اسلامی بینکاری اس نظام کا متبادل نظام ہے اور حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی وحی کی پیروی کرنے کے مترادف ہے۔ اللہ ربّ العزت نے قرآن مجید میں جو تجارت اور سود کے اصول وضع کیے ہیں، بینکنگ اُسی کی تصویر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام قرار دیا ہے۔ اور بیع (تجارت) کو حلال قرار دیا ہے۔

جیسے کہ ارشادِ خداوندی ہے

﴿وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾[2]

ترجمہ: اللہ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔

---

[1] ذوالفقار علی، دورِ حاضر کے مالی معاملات کا شرعی حکم، (ابو ہریرہ اکیڈمی، لاہور، طبع اوّل: ستمبر ۲۰۰۸)، ص ۱۱۲

[2] سورۃ البقرۃ: ۲۷۵

قبیلہ بنی عمرو بن عمیر کا دوسرے قبیلے بنی مغیرہ کے ساتھ سودی لین دین تھا۔ سود کی حرمت کے بعد بنی عمیر و بنی عوف نے قبیلہ بنی مغیرہ سے اپنی باقی سود کی رقم کا مطالبہ کیا تب اللہ تعالیٰ نے مدینہ منورہ میں درج ذیل آیات نازل فرمائیں۔[1]

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ۞فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ۞وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ ﴾[2]

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور جو ساد باقی رہ گیا ہے اس چھوڑ دو۔ اگر تم مومن ہو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔

آپؐ نے سود کو ہلاک کرنے والی چیزوں میں شمار کرتے ہوئے سود سے بچنے کی تلقین کی۔

((عن ابي هريرة ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:" اتيت ليلة اسري بي على قوم بطونهم كالبيوت فيها الحيات ترى من خارج بطونهم، فقلت: من هؤلاء يا جبرائيل؟، قال:" هؤلاء اكلةالربا"))[3]

**ترجمہ: میں معراج کی رات ایک قوم سے گزرا جن کے پیٹ گھروں کی مانند تھے جن میں سانپ تھے۔ میں نے انھیں اُن کے پیٹوں میں سے نکلتے دیکھا، میں نے وچھا: اے جبرئیل یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیلؑ نے جواب دیا یہ سود کھانے والے ہیں۔**

مروجہ بینکاری نظام میں سود اصل یعنی بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔ مذکورہ بالا آیات واحادیث کی روشنی سے معلوم ہوتا ہے کہ سود اللہ تعالیٰ کے ساتھ جنگ ہے۔ روایتی بینکوں میں نظامِ بینکاری کو اسلامی بنانے کے لیے ضروری ہے کہ سود جیسی لعنت کو چھوڑا جائے اور اِس کی جگہ اسلامی بنیادوں (اَجارہ، مرابحہ، مشارکۃ) وغیرہ کو بنیاد بنا کر لین دین کیا جائے۔

---

[1] ۔، دہلوی، محمد مظہر اللہ شاہ، تفسیر مظہر القرآن، (مکتبہ ضیاء القرآن، لاہور، اگست ۲۰۰۷ء، جلد ۱)، ص ۱۷۲

[2] ۔ سورۃ البقرۃ ۲۷۸-۲۷۹

[3] ۔ محمد بن یزید القزوینی، سنن ابی ماجہ، (دار الفکر، بیروت)، س۔ن، کتاب التجارات، باب التغلیظ فی الربا، حدیث ۲۲۷۳

حضور اکرم ﷺ نے سودی معاملہ کرنے والے، کھانے والے اس کی وکالت، شہادت اور کتابت کرنے والے پر لعنت کی۔

((عن عبد الله بن مسعود ،" ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لعن آكل الربا ومؤكله وشاهد ه وكاتبه"))[1].

**ترجمہ: آپ ﷺ نے سود کھانے والے، کھلانے والے پر، اُس کی گواہی دینے والے پر اور اُس کا حساب لکھنے والے پر لعنت بھیجی ہے۔**

اسلامی نظام تجارت کے ساتھ ساتھ مسلمان بھائی سے تعاون اور معاملات میں عدل وانصاف کا حکم دیتا ہے۔ جبکہ سودی نظام کا مقصد ضرورت مند کی مجبوری سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے پیسہ کمانا ہوتا ہے۔

## عدل وانصاف

اسلام کسی کے ساتھ ناانصافی اور غیر مساوی سلوک رکھنے کی قطعاً اجازت نہیں دیتا۔ روایتی بینکوں میں رائج سودی نظام عدل وانصاف کے تقاضے پورے کرنے میں آج تک ناکام رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں سودی لین دین کی سخت ممانعت ہے۔ کیونکہ اس میں باطل طریقے سے دوسرے کا مال کھایا جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ ﴾[2]

**ترجمہ اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقے سے مت کھاؤ۔**

روایتی بینکاری میں ایک دوسرے کا مال باطل طریقے سے کھایا جاتا ہے۔ جبکہ اس کے برعکس اسلامی بینکوں میں کاروبار و تجارت کیلئے باہمی رضامندی کی صورت اختیار کی جاتی ہے۔ جو کہ اسلامی اصولوں کے منافی نہیں ہے۔ قرآن پاک میں اسی آیت کے دوسرے حصے میں ارشاد ہے کہ

﴿ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ﴾[3]

---

[1] ۔ محمد بن یزید القزوینی، سنن ابی ماجہ، کتاب التجارات، باب التغلیظ فی الربا، حدیث ۲۲۷۹ ۔

[2] ۔ سورۃ النساء: ۲۹

[3] ۔ سورۃ النساء: ایضاً

**ترجمہ: مگر یہ کہ تمھاری آپس میں باہمی رضامندی کے ساتھ تجارت ہو۔**

روایتی اور اسلامی بینکوں کا مقصد نفع کمانا ہوتا ہے۔ مگر ان بینکوں کا طریقہ کار دو مخالف اطراف ہیں۔ ایک بلکل نا انصافی پر مبنی ہے اور دوسرے میں انصاف کا لحاظ رکھا جاتا ہے تاکہ منافع وہ جو جائز ہے اُس کے حصول کو ممکن بنایا جا سکے۔ ہر صارف اپنے سرمایے کے بقدر نقصان برداشت کرتا ہے اور اُسی کے مطابق جائز منافع لیتا ہے۔ مروجہ بینکاری نظام مغربی نظامِ معیشت سے مماثلت رکھتا ہے۔ اس نظام کے بارے میں قائد اعظم نے بھی یکم جولائی ۱۹۴۸ء کو اسٹیٹ بینک آف پاکستان کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ مروجہ نظام معیشت عدل و انصاف قائم نہیں کر سکتا۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

> "مغربی معاشی نظام نے انسانیت کے لیے تقریباً لا حل مسائل کھڑے کر دیے ہیں اور ہم جیسے بہت سے لوگوں کو یہ نظر آتا ہے کہ کوئی معجزہ ہی دنیا کو ہلاکت سے بچا سکتا ہے جس سے آج یہ دوچار ہے۔ یہ نظام افراد کے مابین عدل قائم کرنے اور بین الاقوامی رقابتوں کا خاتمہ کرنے میں ناکام رہا ہے۔"

دنیا میں اس وقت ارتکازِ دولت کا عروج ہے، معاشی طور پر عدل و انصاف نہیں ہے۔ مارچ ۲۰۲۰ء میں افراطِ زر ادارہ معاشیات کی جاری کردہ رپورٹ کے مطابق ۹۰۴ فیصد تھی جو اگست میں ۱۱۰۶ فیصد سے بھی تجاوز کر گئی اور رواں سال جنوری ۲۰۲۱ء میں ۱۴۰۶ فیصد تک جا پہنچی ہے۔ دن بدن روپے کی قدر و منزلت کم ہو رہی ہے جس کی وجوہات میں ایک اہم وجہ سود پر مبنی نظام ہے۔ اسلام میں عدل و انصاف سے عاری معاملات کی اسلامی معیشت میں گنجائش نہیں ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

> "اگر کوئی معاملہ اس طرح کیا جائے جس میں نہ صحیح بدل موجود ہو اور نہ ہی باہمی تعاون پایا جاتا ہو جبکہ دوسرے کو نقصان دے کر نفع حاصل کرنا مقصود ہو جیسے قمار یا اس سے صحیح رضامندی موجود نہ ہو جیسے سود تو یہ تمام طریقے باطل اور ظلم ہیں اور ایسے معاملات ناجائز اور حرام ہیں[1]۔"

---

[1] ۔شاہ ولی اللہ، حجۃ البالغۃ، ص ۳۵۲۔ ۳۵۳

اِس لیے روایتی بینکاری نظام میں ہونے والے لین دین خصوصاً ہوم فنانسنگ کو اُس وقت ہی اسلامی بنایا جا سکتا ہے جب مقصد صرف پیسہ کمانا نہ ہو بلکہ عدل و انصاف کے تقاضوں کا خیال رکھتے ہوئے معاملات کیے جائیں۔

## دیانتداری

اسلامی معاشرے کے ہر معاملاتِ زندگی میں سچائی اور ایمانداری لازم چیز ہے۔ اسلام انسانی حقوق کو پورا کرنے پر بہت زور دیتا ہے۔

قرآن مجید میں افراد کو آپس کے معاملات میں دیانتداری سے کام لینے کی تلقین کی گئی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ﴾[1]

**ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اُن کے مالکوں کو پہنچا دو۔**

لین دین کے دوران اگر ایک فریق نے دوسرے فریق کا حق یا کوئی چیز دینی ہے تو اس پر لازم ہے کہ پوری ایمانداری سے اس کی چیز اس کے حوالے کی جائے۔ اسی طرح خرید و فروخت میں چیزوں کے عیب کو چھپانا نہیں چاہیے بلکہ کھل کر ذکر کرنا چاہیے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ

(( ان رسول اللہ ﷺ مرَّ علی صبرہ من طعام فادخل یدہ مَن غشَّ فَلَیسَ مِنّاَ ------)) [2]

**ترجمہ: ایک دفعہ نبی اکرم ﷺ غلّے کے ڈھیر سے گزرے۔ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ اس میں ڈالا کہ آپؐ کی انگلیاں بھیگ گئیں۔ آپؐ نے فرمایا: اے اناج والے! یہ کیا ہے؟ اُس نے جواب دیا، اے اللہ کے رسولؐ اس پر بارش ہوئی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: تم نے اسے غلّے کے اوپر کیوں نہیں رکھا تا کہ لوگ اسے دیکھ لیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں۔**

حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے تلقین کی ہے کہ گاہکوں کو مبیع میں موجود عیب کے بارے میں کھُل کر بتاؤ تا کہ وہ اُس چیز کے متعلق مکمّل تفصیل جانتا ہو۔ پھر اُس کی مرضی کہ وہ چیز لے یا نہ لے۔ روایتی بینکوں میں ہوم فنانسنگ یا دیگر معاملات کو اسلامی بنانے کے لیے ضروری ہے کہ روایتی بینک جو بھی چیز فراہم کر رہے ہیں اُس سے متعلق مکمّل

---

[1] ۔ سورۃ النساء: ۵۸

[2]. الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، سنن ترمذی، (دار الفکر، بیروت ۱۹۹۸ء)، کتاب البیوع، باب ماجاء فی کراہیۃ الغش فی البیوع، حدیث نمبر ۱۳۱۸

تفصیلات اور خصوصیات صارف کو دیں۔ تا کہ صارف مکمّل آگاہی رکھتا ہو اور پھر وہ چیز کے خریدنے یا نہ خریدنے کا فیصلہ اپنی مرضی سے کرلے۔ مثلاً اگر کسی نے گھر لینا ہے تو گھر سے متعلق بینک کا نمائندہ موجود نئے یا پُرانے گھر اور اُن سے متعلق ہر چیز کی تفصیل اور معاہدے سے متعلق شرائط کی مکمّل تفصیل صارف کو دیتا ہے۔

## صاف گوئی

کاروباری معاملات ہمیشہ باہمی رضامندی سے ہی طے پاتے ہیں۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ معاملہ صاف اور واضح ہو اور اس میں فراہم کی جانے والی تمام تر معلومات درست ہوں تا کہ کسی قسم کا شک وشبہ نہ رہے جس سے بعد میں فریقین کے مابین جھگڑا یا ان میں سے کسی ایک کا بھی نقصان ہو۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

((لا بیع حاضرٌ لِبادٍ))[1]

**ترجمہ: کوئی شہری دیہاتی کے لیے خرید وفروخت نہ کرے۔**

فقہاء کرام اس کی ممانعت کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اس میں دیہاتی کے ساتھ غبن کا اندیشہ ہے کیونکہ اسے بازار کا نرخ معلوم نہیں۔ بعض فقہاءِ اسے مکروہِ تحریمی قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ خریدار جب شہر سے باہر دیہاتی سے خریداری کرے گا تو شہر لاکر مہنگے داموں فروخت کرے گا۔ اس سے شہری اور دیہاتی دونوں کا نقصان ہو گا۔ اسلامی بینکاری میں بھی شفافیت اور صاف گوئی کا اصول اپنایا جاتا ہے جسے شریعت کی اصطلاح میں مرابحہ[2] کہتے ہیں۔

**مرابحہ: دوکاندار بیچی جانے والی چیز کی قیمت کا واضح طور پر بتاتا ہے کہ اِس پر اتنا خرچا ہوا ہے اور یہ چیز مجھے اتنے کی پڑی ہے اور اتنے منافع کے ساتھ میں آپ کو فروخت کر رہا ہوں۔**[3]

بینک اس مرابحے کو کبھی منافع رقم اور کبھی تناسب کی صورت میں بیان کرتا ہے۔ مثلاً اس آرڈر پر ہم دو لاکھ کما رہے ہیں یا یوں کہتا ہے اس آرڈر پر ۲۰٪ منافع بینک کمائے گا۔ بہر حال دونوں طرح درست ہے۔

---

[1] ۔ صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب تحریم الحاضر للبادی، حدیث نمبر ۱۵۲۰ / ۳

۲۔ مرابحہ: دوکاندار بیچی جانے والی چیز کی قیمت کا واضح طور پر بتاتا ہے کہ اِس پر اتنا خرچا ہوا ہے اور یہ چیز مجھے اتنے کی پڑی ہے اور اتنے منافع کے ساتھ میں آپ کو فروخت کر رہا ہوں۔

[3] ، الجزیری، عبدالرحمٰن، ۔ کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، (البیروت ۱۹۹۷ء)، ص ۳۴۲ / ۴

جبکہ روایتی بینک منافع کی نہیں بلکہ مارک اَپ ریٹ کو طے کرتا ہے، جو کہ صحیح نہیں ہے۔ اس کے علاوہ خرید و فروخت میں باقی تمام تر تفصیلات سے آگاہ کرنا چاہیے اور گاہک کو مطمئن کر کہ سودا طے کرنا چاہیے اور طے کردہ سامان ہی فراہم کرنا چاہیے۔ اگر سامان میں کوئی کمی ہو گئی یا خرابی ہو جائے تو فقہاء کے نزدیک خریدار کو اختیار ہے کہ وہ رقم واپس لے لے اور سامان نہ خریدے اور اگر فریقین اس بات پر راضی ہو جائیں کہ جو کمی یا خرابی آئی ہے اُس کی قیمت کاٹ لی جائے تو بھی درست ہے۔ بہر حال صاف گوئی معاملات میں ضروری ہے۔ مندرجہ بالا فقہی تفریعات اس بات کی دلیل ہیں کہ اسلام مالی معاملات میں صاف گوئی کو کتنی اہمیت دیتا ہے۔ اس لیے روایتی بینکوں کو اسلامی بنانے کے لیے ضروری ہے کہ روایتی بینکوں کی ہوم فنانسنگ اور تمام لین دین کے معاملات میں دیانتداری کو ملحوظِ خاطر رکھا جائے۔

### تعاون و تناصر

مسلمانوں کے باہمی تعاون اور تناصر کو اسلام نے بہت پسند کیا ہے۔ جس کو اخوّت و بھائی چارہ کے عنوان سے بھی جانا جاتا ہے اور اس کا درس بھی دیا جاتا ہے۔ اللہ رب العزت قرآن مجید میں فرماتے ہیں۔

﴿ وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۪ ﴾[1]

**ترجمہ: نیکی اور بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔**

قرآن مجید کا یہ حکمِ عام ہے جو مالی اعانت کو بھی شامل کرتا ہے۔ مسلمانوں کی باہمی ذمہ داری ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کی ہر لحاظ سے مدد کریں۔ جیسے کہ قبیلہ اشعر کے اس فعل کو آپ ﷺ نے بھی بہت پسند کیا کہ جب جہاد کے موقع پر کھانا کم ہو گیا تو اُن سب نے اپنا کھانا ایک جگہ جمع کیا اور سارے لشکر نے مل کر وہ کھانا کھایا۔ آپؐ نے قبیلہ اشعر والوں کے اس فعل کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا، "کہ وہ مجھ سے ہیں اور میں اُن سے ہوں"۔

اسلامی بینکوں میں بھی مالی تعاون کو فروغ دیا جاتا ہے۔ اسلامی بینکوں میں رائج شرکت و مضاربت تعاون و تناصر کی عظیم مثالیں ہیں۔ جس میں صارف اور بینک باہمی تعاون سے کاروباری منافع کماتے ہیں۔ اگر نفع ہو تو دونوں مل کر فائدہ اُٹھاتے ہیں اور اگر نقصان ہو تو بھی مل کر برداشت کرتے ہیں۔ جبکہ مروجہ روایتی بینکاری نظام میں نفع تو دونوں

---

[1] ۔المائدة: ٥

لیتے ہیں لیکن نقصان کوئی بھی برداشت کرنے کو تیار نہیں ہوتا۔ اس لیے روایتی بینکوں کی ہوم فنانسنگ کو اسلامی بنانے کے لیے ہوم فنانسنگ کو شراکت کے اصول پر استوار کرنا ہوگا۔

## رزقِ حلال

انسان رزق کی تلاش کے لیے مختلف کوششیں کرتا ہے۔ ہر کوئی اپنی بنیادی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی ذریعہِ معاش اختیار کرتا ہے۔ اسلام نے صرف رزقِ حلال کمانے کی ترغیب نہیں دی بلکہ اس کی تعلیم بھی دی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

﴿ یٰاَیّہاَ النَّاسُ کُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا ۖ وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ﴾[1]

**ترجمہ: اے ایمان والو! زمین میں سے حلال اور پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو۔ بیشک وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔**

آپ ﷺ نے بھی حرام کے بارے میں سخت وعید ارشاد فرمائی ہے۔

(( لا یدخل الجنة لحمٌ نبت مِن سُحتٍ النار اولیٰ بہ))[2]

**ترجمہ: گوشت جو حرام مال سے پروان چڑھے وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ اس کیلئے آگ (جہنم) ہی لائق تر ہے۔**

حرام یا حرام ذریعہ سے حاصل کی گئی کمائی کی قرآن وحدیث کی روشنی میں یا اسلامی معاشیات میں کسی قسم کی گنجائش نہیں ہے۔ اس لیے ناجائز اور حرام کاروبار یا تجارت یا حرام چیزوں کی ترسیل و فراہمی کے لیے تمویل کی سہولت دینا قطعاً کسی صورت بینکوں کے لیے جائز نہیں بلکہ ممنوع ہے۔

---

البقرۃ:١٦

٨.[1]

الدارمی، ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن، سنن الدارمی، (دار المغنی للنشر والتوزیع، المملکۃ العربیہ السعودیۃ، طبعۃ اولیٰ ١٤١٦ھ۔ ٢٠٠٠ء)، کتاب الرقاق، باب فی السحت، حدیث نمبر ٢٨١٨، ١٨٢٧/ ٣[2]

حرام کام اور حرام کا آلہِ کار بننے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا جیسے کہ مذکورہ حدیث شریف میں گزر چکا ہے۔ آپ ﷺ نے نہ صرف شراب پینے والے پر لعنت فرمائی بلکہ اس کے ساتھ جو بھی اس کاروبار میں شریک ہے یا اس سلسلے میں اُس کی مدد کرنے والے ہر شخص پر لعنت فرمائی خواہ وہ شراب اُٹھانے والا ہو، خریدنے والا ہو، نچوڑنے والا ہو غرض کسی بھی طرح اس حرام کام میں شریک ہو اُس پر آپ ﷺ نے لعنت فرمائی۔ اسلامی بینک ہر قسم کے حرام کام مثلاً شراب بنانے والی فیکٹریوں میں شراکت یا لین دین، سینما گھروں یا کلب وغیرہ کی تعمیرات یا حرام جانوروں کے گوشت یا کھالوں کے کاروبار وغیرہ میں کسی بھی طرح شریک نہیں ہوتا۔ اسی طرح کسی بھی اُس کمپنی کے ساتھ شراکت یا کاروبار نہیں کرتا جو کسی سودی نظام کے تحت یا سودی ادارے کے تحت کام کر رہی ہو۔ روایتی بینکوں کو اسلامی بنانے کے لیے ضروری ہے کہ وہ بھی حرام کام یا حرام کے آلہِ کار نہ بنیں۔

## دھوکہ اور غرر سے اجتناب

ایسی تمام بیوع جن میں دھوکہ یا غرر ہو وہ تمام بیوع منع ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ ربّ العزت کا فرمان ہے۔

﴿حُرِّمَتۡ عَلَيۡكُمُ الۡمَيۡتَةُ وَ الدَّمُ وَ لَحۡمُ الۡخِنۡزِيۡرِ وَ مَاۤ اُهِلَّ لِغَيۡرِ اللّٰهِ بِهٖ وَ الۡمُنۡخَنِقَةُ وَ الۡمَوۡقُوۡذَةُ وَ الۡمُتَرَدِّيَةُ وَ النَّطِيۡحَةُ وَ مَاۤ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيۡتُمۡ ۚ وَ مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَ اَنۡ تَسۡتَقۡسِمُوۡا بِالۡاَزۡلَامِ ؕ﴾[1]

**ترجمہ: تم پر حرام کیا گیا ہے مردار، خون، سور کا گوشت اور (وہ جانور) جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو اور وہ جو گلا گھٹ کر اور چوٹ کھا کر اور بلندی سے گر کر اور سینگ لگ کر مر گیا ہو اور جسے درندے نے کھایا ہو سوائے اس کے جسے تم (مرنے سے پہلے) ذبح کر لو اور جسے تھان پر ذبح کیا گیا ہو اور جوئے کے تیروں کے ذریعے تمہارا تقسیم کرنا (بھی حرام ہے)**

اس مذکورہ آیت میں الازلام کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ جو کہ تیروں کے ذریعے قسمت آزمائی کا طریقہ ہے۔ موجودہ دور میں لاٹری اس ازلام کی ہی نئی صورت ہے۔

مفسرینِ کرام نے ازلام کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ ازلام سے مراد وہ تیر ہیں جن پر قرعہ اندازی کر کے عرب میں جوّا کھیلنے کی رسم جاری تھی۔ اُس کی صورت یہ تھی کہ دس آدمی مل کر ایک اونٹ ذبح کرتے۔ پھر اُس کا گوشت

---

[1] ۔ المائدۃ: ۳

برابر تقسیم کرنے کی بجائے اُسمیں جوّا کھیلتے، وہ اس طرح کہ دس عدد تیروں میں سات تیروں پر کچھ مقرّرہ حصوں کے نشانات بنا رکھتے تھے۔ کسی پر ایک، کسی پر دو یا تین اور دس میں سے سات تیروں پر نشانات ہوتے اور تین تیروں کو خالی رکھتے۔ خالی سے مراد مطلب سادہ تیر۔ پھر ان تیروں کو ترکش میں ڈال کر ہلاتے تھے۔ پھر ایک ایک تیر صاحبِ حصّہ کے لیے ترکش میں سے نکالتے اور جتنے حصّوں کا تیر اُس کے نام نکلتا اُتنے حصّے کا وہ مستحق ہو جاتا تھا اور جس کے نام سادہ تیر نکلتا وہ اُس حصّے سے محروم ہو جاتا تھا۔

مروجہ بینکوں میں بھی لاٹری، قرعہ اندازی، انعامی ٹوکن کے نام پر یہی کیا جاتا ہے جو شریعت اسلامی میں حرام ہے۔ اس لیے روایتی بینکوں کے نظامِ بینکاری کو اسلامی بنانے کے لیے ضروری ہے کہ اِس طرح کی اسکیمیں جن میں دھوکہ وغرر صراحتاً موجود ہوتا ہے یا دھوکہ وغرر کا شائبہ بھی پایا جاتا ہے، اِن تمام سے مکمّل طور پر اجتناب کیا جائے۔

## خلاصہِ بحث

اس باب کی پہلی فصل میں مشارکہ متناقصہ سے متعلق اعتراضات وجوابات ذکر کیے گئے ہیں۔ مشارکہ متناقصہ بعض حضرات کے نزدیک شراکت کی قسم ہی نہیں کیونکہ اُن کے نزدیک شراکت میں مال ومحنت میں برابری شرط ہے ۔ اِس نقطے کو لے کے ناقدین نے اِس بات پر اعتراض کیا ہے کہ مشارکۃ المتناقصہ کے طریقے پر تمویل درست نہیں اور ایک گروہ کے نزدیک مشارکہِ متناقصہ کے طریقے پر تمویل کاری درست ہے۔ مگر مروجہ اسلامی بینکاری میں ہونے والی تمویل کاری اُن اصولوں پر مکمّل طریقے سے عمل پیرا نہیں جن پر مشارکہ متناقصہ کی بنیاد ہے۔ ان مختلف طرز کے اعتراضات وسوالات کے جوابات ماہرین معیشت ومفتیان کرام کی تحقیق کو مدِ نظر رکھ کر دے گئے ہیں اور یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ اسلامی بینکاری کی بنیادیں عین اسلامی اصولوں کے مطابق ہیں۔

ناقدین کے اعتراضات اور اُن کے جوابات کا حاصل درج ذیل ہے۔

۱ -مشارکہ متناقصہ میں شراکت اور اجارہ دو الگ الگ عقد ہیں۔ بینک مطلوبہ اثاثہ خریدنے میں صارف کے ساتھ شریک ہوتا ہے پھر بینک اپنے حصے کو مختلف چھوٹے یونٹس میں تقسیم کرتا ہے اور ہر ماہ اُن یونٹس کو قسطوں کی صورت میں صارف پر فروخت کرتا ہے اور اِس طرح ہر ماہ صارف کا حصہ بڑھتا جاتا ہے اور بینک کا کم ہوتا جاتا ہے۔ بینک کے جو حصے صارف استعمال کر رہا ہے بینک ا۔ استعمال شدہ حصوں کا صارف سے کرایہ وصول کرتا ہے۔ کرائے کی وصولی اور یونٹس کی فروخت دونوں الگ الگ معاملے ہیں لہذا اِس میں کسی قسم کی کوئی قباحت نہیں اور نہ ہی یہ شریعت کے کسی اصول سے متصادم ہیں۔

۲ -حصوں کی فروخت کے وقت یونٹس کی قیمت لگانے کے لیے مارکیٹ ویلیو کا خیال رکھا جاتا ہے۔ اِس ویلیو کو سودی بینک کی جو شرح معیار ہے اِس پیمانے کو بینچ مارک کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ ایسا صرف ریٹ معلوم کرنے کے لیے کیا جاتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ اثاثہ کی کیا ڈیمانڈ ہے مارکیٹ میں اور اِس میں کوئی قباحت نہیں۔

۳ -اسلامی طریقہ تمویل کوئی بھی عقد تب جائز ہوتا ہے جب اُس میں خطرات کا عُنصر ہو۔ اگر کاروبار میں سراسر منافع ہو کسی قسم کے نقصان کا اندیشہ نہ ہو تو ایسا کاروبار جائز نہیں۔ شرکتِ متناقصہ میں بھی بینک شراکت کے بعد اپنے حصوں کے بقدر نقصان برداشت کرتا ہے۔ اگرچہ اِس میں رسک انتہائی کم ہے مگر ہے ضرور۔ عقدِ رسک سے خالی نہیں ہے اور شرعی اعتبار سے یہ جائز ہے۔

ایک اسلامی ریاست میں اسلامی نظامِ معیشت کا نفاذ انتہائی ضروری ہے۔ اسلامی معاشی نظام کے لیے کچھ حدود و قیود مقرر کرتا ہے۔ اِن حدود و قیود کو بغیر عمل میں لائے اسلامی معاشی نظام کا نفاذ ایک خواب ہے۔ اسلامی اصولوں کے مطابق سود سے اجتناب، عدل و انصاف، دیانتداری، صاف گوئی، تعاون و تناصر، رزقِ حلال، دھوکہ اور غرر وغیرہ سے اجتناب اسلامی معیشت اور اسلامی بینکاری نظام کی شرعی بنیادیں ہیں۔ تاہم ان وضع کردہ میں سے کسی ایک کی مخالفت بھی اسلامی نظامِ معیشت کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ اسلامی بینکوں میں جو پالیسیاں بنائی گئی ہیں وہ شرعی اصولوں کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے بنائی گئی ہیں۔ اسی بنا پر کہا جاتا ہے کہ اسلامی بینکاری نظام سودی بینکوں کا متبادل نظام پیش کرتا ہے۔

# نتائجِ مقالہ

۱ -عوام الناس کی ضرورت کے پیشِ نظر مختلف ممالک نے ملکی سطح پر ہوم فنانسنگ سے متعلق ادارے قائم کیے تا کہ عوام الناس کو سستی اور معیاری رہائش میسّر ہو سکے۔

۲ -ہوم فنانسنگ سے متعلقہ مختلف اداروں کو اربوں کا منافع ہونا بے روزگاروں کے لیے رزق کے اسباب مہیا کرنا، ہوم فنانسنگ کی اہمیت کا ایک واضح ثبوت ہے۔

۳۔ دیہاتوں کی بنیادی سہولیات پر توجہ نہ دینے کی وجہ سے دیہاتی لوگوں کا ذرخیز زمینیں بیچ کر کسب حلال کے لیے دیگ ذرائع معاش تلاش کرنا اور شہروں کا رُخ کرنا کھریلو مالکاری کی قیمت کو اُجاگر کرتا ہے۔

۴۔ وہ مسائل اُجاگر کیے گئے ہیں جو اِس بات کی واضح دلیل ہیں کہ ہوم فنانسنگ وقت کی ضرورت ہے ورنہ کچھ عرصے تک ملک کے بعض حصوں کو وسائل کی کمی اور بے انتہا مسائل کا سامنا ہو گا۔

۵۔ روایتی بینک جس طریقے پر ہوم فنانسنگ کر رہے ہیں وہ سراسر سود ہے۔

۶۔ سود سے متعلق پاکستان میں عدالتی و آئینی سطح پر سود کی مذمت، اسلامی نظریاتی کونسل کے اراکین و علماء کی کاوشیں ار مقننہ کا کردار سف کے خلاف اہم رکاوٹیں ہیں۔ ان کاوشوں کے نتیجے میں مختلف اداروں نے اپنی تجارت شراکت، مرابحہ اور بیع مؤجل جیسے شرعی اصولوں پر استوار کی مگر تاحال حکومتی سطح پر سود کا خاتمہ نہیں ہو سکا۔

۷ -مروجہ شراکت میں ایسے نئے طریقے متعارف ہوئے ہیں جو کہ موجودہ دور کے تقاضوں کے عین مطابق اور عوام الناس کے لیے سہولت کا سامان مہیا کرتے ہیں۔ اِن طریقوں میں شرعی احکام کی پابندی کی مکمّل طور پر حتی الوسع کوشش کی گئی ہے۔

۸ -اسلامی بینکوں میں ہونے والی ہوم فنانسنگ کے نظام میں عملاً کئی جگہوں پر تساہل نظر آتا ہے مثلاً مروجہ مشارکہ میں بینک کا خود جا کر اشیاء کی خریداری نہ کرنا، نہ ہی اپنی طرف سے خریداری کیلئے لیے وکیل بھیجنا اور تمویل کے طریقوں میں مکمّل طور پر خطرات برداشت نہ کرنا۔

۹ -اسلامی بینکوں میں ہونے والی ہوم فنانسنگ میں نفع اور نقصان کا تعین سودی شرح معیار کائبور کے مطابق کیا جاتا ہے۔

۱۰ - اسلامی بینک اسٹیٹ بینک کی سربراہی میں کام کر رہے ہیں جبکہ اسٹیٹ بینک کا نظام شریعت سے متصادم ہے اور سود پر مبنی ہے۔

۱۱ - اسلامی بینکوں میں ہونے والی ہوم فنانسنگ اگر مکمّل طور پر اسلامی نہیں بھی ہے تو کم از کم اتنا ضرور ہے کہ علماء کی یہ کاوشیں نیکی کے درجے کو شامل ہیں۔

۱۲ - اسلامی بینکوں کے ذریعے ہونے والی ہوم فنانسنگ پر مختلف ناقدین نے محض اعتراضات کر کے عوام کو تذبذب میں ڈالا ہے صرف اپنا نقطہ نظر بیان کیا ہے مگر اِس نظام میں بہتری کے لیے کوئی حل یا تجاویز پیش نہیں کی ہیں۔

۱۳ - اسلام کی بیان کردہ شرعی بنیادیں جن میں عدل وانصاف، دیانتداری، صاف گوئی، تعاون، ہمدردی، دھوکہ و غرر سے اجتناب اور رزقِ حلال کا حصول شامل ہے، اور اسلامی بینکاری ان تمام شرعی بنیادوں کی پابند ہے۔

# سفارشات

۱۔ روایتی بینکوں میں غیر شرعی طریقوں سے ہونے والی ہوم فنانسنگ سے متعلق عوام الناس کو آگاہ کیا جائے تاکہ عوام اسلامی طریقۂ طرز پر سرمایہ کاری کے لیے راغب ہو سکیں۔

۲۔ بینکوں میں سودی طرز کی ہوم فنانسنگ کے طریقوں پر پابندی لگائی جائے اور اسلامی طریقۂ تمویل مشارکہ متناقصہ، اجارہ، مرابحہ کی طرز پر ہوم فنانسنگ کی سہولت دی جائے۔

۳۔ اسلامی بینکوں میں ہونے والی ہوم فنانسنگ کو کو محض تنقید برائے تنقید نہ بنایا جائے بلکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلامی بینکوں میں رائج نئے طریقوں میں مزید بہتری لائی جائے اور اس سلسلے میں محققین، علماء کرام اور ماہرین معاشیات کی رائے لی جائیں تاکہ مؤثر حل سامنے آسکے۔

۴۔ ہوم فنانسنگ کی سہولت فراہمی کے دوران اسلامی بینکوں کے نظام میں جو کمیاں کوتاہیاں رہ گئی ہیں اُن کو دور کیا جائے تاکہ کسی کو اعتراض کا موقع نہ ملے۔ مثال کے طور پر خرید و فروخت میں بینک کا خود نہ جانا، نہ ہی اپنا وکیل مقرر کرنا، صارف جو خریدار اور شریک بھی ہے اُسے ہی بطور وکیل بھیج دینا وغیرہ۔ ان کوتاہیوں کو دور کرنے کی ضرورت ہے۔

۵۔ ہوم فنانسنگ میں یونٹس کی خرید و فروخت کے وقت اور یونٹس کو کرائے پر دیتے وقت مارکیٹ ریٹ کی آڑ میں لائبر کے اصول کو مدِ نظر رکھنے کی بجائے اپنے شرعی معیار قائم کرنے چاہییں۔

۶۔ ہوم فنانسنگ کی ضرورت و اہمیت کو جدید ذرائع اشاعت کی مدد سے اُجاگر کیا جائے تاکہ لوگوں میں اس کا شعور پیدا ہو ہو اور جو مسائل ہوم فنانسنگ نہ ہونے کی صورت میں جنم لے رہے ہیں اُن کی روک تھام کی جاسکے۔

۷۔ ہوم فنانسنگ کے لیے جو اسلامی ادارے رجسٹرڈ ہوں اُن سے ہوم فنانسنگ کی سہولت لی جائے تاکہ محض اسلامی نام رکھ کر لوگوں کو لوُٹنے والے فراڈیوں سے بچا جاسکے۔

۸۔ دیہاتی زندگی جن دُشواریوں کا سامنا ہے اُن مسائل کا حل تلاش کیا جائے تاکہ لوگ جوک دَر جوک شہروں کا رُخ نہ کریں۔ اور مختلف مسائل جو ہجرت سے جنم لے رہے ہیں ان کی روک تھام ہو سکے۔

۹۔ شہروں میں جو بنیادی سہولیات ہیں وہ ہر شہر اور اس کے ہر شہری تک با آسانی پہنچائی جائیں تا کہ وسائل کا مناسب استعمال ہو اور ہر بندہ ان سے فائدہ اُٹھائے۔

۱۰۔ صنعتیں جن پر براہِ راست ہوم فنانسنگ اثر انداز ہوتی ہے، ایسی صنعتوں کو جدید ٹیکنالوجی و مراعات دی جائیں تا کہ روزگار کے بہتر اسباب مہیا کیے جا سکیں۔

۱۱۔ زمین کی قیمتوں میں بے جا اضافہ نہ کیا جائے اور اس کی روک تھام حکومتی سطح پر کی جائے تا کہ ہر بندہ اپنے گھر جیسے خواب کو پورا کر سکے۔

۱۲۔ ادارے جن کو ہوم فنانسنگ سے ماہانہ اربوں روپے کا منافع آرہا ہے، اُن کو چاہیے کہ مزید نرخ کم کریں اور سہولیات کی فراہمی کو مزید بہتر کریں تا کہ لوگ مزید ہوم فنانسنگ کی طرف متوجہ ہوں۔

۱۳۔ اسلامی بینکوں میں مشارکہ متناقصہ کی طرز پر ہوم فنانسنگ ہو رہی ہے جبکہ اسلامی طریقہِ تمویل اور بھی ہیں۔ مثلاً مرابحہ، بیع مؤجل وغیرہ۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلامی بینکوں کے محققین اِن دیگر طریقہ تمویل کے مطابق ہوم فنانسنگ کے لیے علماء کرام کی مشاورت اور آراء لیں تا کہ ہوم فنانسنگ کے لیے مزید بہتر اور مؤثر حل تجویز کیا جا سکے۔

# فہرستِ آیات

| نمبر شمار | آیات | سورۃ | آیت نمبر | صفحہ نمبر |
|---|---|---|---|---|
| ۱ | اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَاۙ--- | **النساء** | **۵۸** | 123 |
| ۲ | حُرِّمَتْ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃُ ----- تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ | **المائدہ** | **۳** | 127 |
| ۳ | فَاِنْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِی الثُّلُثِ | **النساء** | **۱۲** | 60 |
| ۴ | فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ ہ --- یُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا | **الکھف** | **۱۹** | 61 |
| ۵ | یَمْحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا --- وَ اللّٰہُ لَا یُحِبُّ کُلَّ کَفَّارٍ اَثِیْمٍ | **البقرۃ** | **۲۷۶** | 101 |
| ۶ | يا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا--- | **البقرۃ** | **۲۷۹_۲۷۸** | 120 |
| ۷ | يا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ --- | **النساء** | **۲۹** | 120 |
| ۸ | اَیُّہَا النَّاسُ کُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا------- | **البقرہ** | **۱۶۸** | 126 |
| ۹ | وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا | **البقرۃ** | **۲۷۵** | 56,101,120 |
| ۱۰ | وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى | **المائدہ** | **۵** | 125 |
| ۱۱ | وَ اِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ؕ---- | **البقرۃ** | **۲۲۰** | 61 |
| ۱۲ | وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ ---ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ | **الانفال** | **۴۱** | 62 |
| ۱۳ | وَ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ --- وَ قَلِیْلٌ مَّا هُمْ ؕ | **ص** | **۲۴** | 62 |
| ۱۴ | وَ لَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِی الْاَرْضِ | **الاعراف** | **۱۰** | 7 |

# فہرستِ احادیث

| نمبر شمار | حدیث کا متن | کتب کا نام | صفحہ نمبر |
|---|---|---|---|
| ۱ | اَربَع مِنَ السعادة: المرأة الصالحة، والمسكن الواسعُ، **---الخ** | المستدرک | 7 |
| ۲ | ان رسول الله ﷺ مرَّ على صبره من طعام فادخل يده مَن غشَّ فَلَيسَ مِنّاَ **---الخ** | سنن ترمذی | 123 |
| ۳ | ان الله يقول انا ثالث الشريكين مالم يخن احدهما فاذا خانه خرجت من بينهما | سنن ابی داوٗد | 64 |
| ۴ | عن ابي هريرة ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:" اتيت ليلة اسري**--- الخ** | ابنِ ماجہ | |
| ۵ | عن عبد الله بن مسعود ،" ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لعن آكل الربا**---الخ** | ابنِ ماجہ | 121 |
| ۶ | کنت شریک النبی ﷺ فی الجاہلیہ فکنت خیر شریک لا تدارینی ولا تمارینی".. | سنن ابن ماجہ | 64 |
| ۷ | لا بيع حاضرٌ لِبا دِ | صحیح مسلم | 124 |
| ۸ | لا يدخل الجنة لحمٌ نبت مِن سُحتٍ النار اولىٰ بہ | سنن الدارمی | |
| ۹ | نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بیعتین في بیعة | الموطا | 112 |
| ۱۰ | يد الله على الشريكين مالم يخن احدهما صاحبہ | سنن الدار قطنی | 64 |

# فہرستِ مصادر و مراجع

## قرآن مجید

## عربی مصادر:

- ابراھیم مصطفی و آخرون، المعجم الوسیط، (دار الدعوة، مجمع اللغة العربیة، القاھرة)
- ابنِ قدامة، عبد اللہ بن احمد، الکافی، (دار الکتب العلمیة، طبعہ اولیٰ، ۱۴۱۴ / ۱۹۹۴ء)۔
- ابنِ منظور، محمد بن مکرم بن علی، لسان العرب، (دار صادر، بیروت: طبعہ اولیٰ ۱۴۱۶ھ)
- ابی داؤد، سلیمان بن الاشعث بن اسحاق، سنن ابی داؤد، (دار الکتاب العربی، بیروت)
- اتاسی، محمد خالد، شرح مجلة الاحکام العدلیہ، (مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)
- الاصبحی، مالک بن انسبن مالک، المدونة، (دار الکتب العلمیة، الطبعہ الاولیٰ، ۱۴۱۵ھ / ۱۹۹۴ء)
- البارعی، عثمان بن علی، تبیین الحقائق، المطبعة الکبریٰ الامیریة، بولاق، (القاھرة: طبعہ اولیٰ ۱۳۱۳ھ)
- البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، (دار طوق النجاة، طبعہ الاولیٰ، ۱۴۲۲ھ)
- البغدادی، عبد الوھاب بن علی، المعونة علی مذھب عالم المدینة، (المکتبة التجاریة، مصطفیٰ احمد لباز، مکة المکرمة)
- الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، سنن ترمذی، (دار العرب الاسلامی، بیروت: ۱۹۹۸ء)
- الجرجانی، علی بن محمد، کتاب التعریفات، (دارال۰کتب العلمیة، بیروت–لبنان: ۱۹۸۳ء)
- حنبل، ابو عبد اللہ احمد بن محمد، مسند احمد، موسة الرسالة، (طبعہ اولیٰ، ۱۴۲۱ھ / ۲۰۰۱ء)
- الحنبلی، ابنِ قدامہ، عبد اللہ بن احمد بن محمد، المغنی، (مکتبة القاھرة، بدون طبعة، ۱۳۸۸ء)
- الخطاب، شمس الدین ابو عبد اللہ، تحریر الکلام فی مسائل الالتزام، دار الغرب الاِسلامی، (بیروت–لبنان: طبعہ اولیٰ ۱۴۰۴ھ ۱۹۸۴ء)
- الدارقطنی، علی بن عمر، سنن الدارقطنی، (دار المعرفة، بیروت: ۱۳۸۶ھ)

- الدارمی، ابو محمد بن عبد الرحمٰن، سنن الدارمی، (المملکۃ العربیۃ السعودیۃ: طبعہ اولیٰ، ۱۴۲۰ھ / ۲۰۰۰ء)
- الرازی، محمد بن ابی بکر، مختار الصحاح، مکتبہ لبنان ناشرون، (بیروت: طبعہ جدید ۱۴15ھ-1995ء)
- الزحیلی، وہبۃ بن مصطفٰی، الفقۃ الاسلامی وادلتہ، (دارالفکر، دمشق)۔
- زین الدین، البحر الرائق، دارالمعرفۃ، (بیروت، بدون السنۃ)
- الشافعی، تقی الدین، کفایۃ الاخیار فی حل غایۃ الاختصار، (دارالخیر، دمشق: طبعہ الاولیٰ ۱۹۹۴ء)
- شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، (مکتبہ رحمانیہ، لاہور)
- الشیبانی، محمد بن الحسن، اصل، دار ابنِ حزم، (بیروت—لبنان: الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۳۳ھ-۲۰۱۲ء)
- عبدالغنی ابوالعزم، معجم الغنی، بدون الطباع، بدون السنہ۔
- العینی، بدرالدین، محمود بن احمد بن موسیٰ، البنایۃ شرح الہدایۃ، (دارالکتب العلمیۃ، بیروت—لبنان: الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۲۰ھ-۲۰۰۰ء)
- الفتاویٰ الہندیۃ، شیخ نظام اور ہندوستانی علماء کا گروہ، (دارالفکر، ۱۴۱۱ھ / ۱۹۹۱ء)
- القدوری، احمد بن محمد بن احمد، مختصر القدوری، (دارالکتب العلمیۃ، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۱۸ھ)۔
- القزوینی، محمد بن یزید، سنن ابی ماجہ، (دارالفکر، بیروت)
- الکاسانی، علاء الدین، بدائع صنائع، (دارالکتاب العربی، بیروت، ۱۹۸۲ھ)
- الکیاہراسی، ابوالحسن علی بن محمد، احکام القرآن، (دارالکتب العلمیۃ، بیروت: ۱۴۰۵ھ)
- مالک، انس بن ابی عامر، المؤطا، موسۃ زاید بن سلطان آل نہیان للاعمال الخیریۃ والانسانیۃ، (ابوظہبی—الامارات، طبعہ اولیٰ، ۱۴۲۵ھ / ۲۰۰۴ء)
- المرسی، علی بن اسماعیل، المحکم والمحیط الاعظم، (دارالکتب العلمیۃ، بیروت: ۲۰۰۰ء)

### اردو مصادر:

- بلاسود بینکاری، ارشاد، شیخ احمد، (مکتبہ تحریکِ مساوات)
- احمد ممتاز، مروجہ تجارتی کمپنیاں اور اسلامی شرکت و مضاربت، (جامعہ خلفائے راشدین، کراچی، س ن)

- احمد ممتاز، "غیر سودی بینکاری" ایک منصفانی علمی جائزہ، جامعہ خلفائے راشدین، (کراچی: طبع دوم: دسمبر ۲۰۱۰ء / محرم الحرام ۱۴۳۲ء)
- ارشاد، شیخ احمد، بلا سود بینکاری، (مکتبہ تحریکِ مساوات، ۱۹۶۴ء)
- الازھری، محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، (مکتبہ ضیاء القراان پبلیکیشنز، لاہور، س ن)
- اسلامی بینکاری اور علماء (اختلافی فتوے پر اہل علم وفکر کے تبصروں کا مجموعہ)، الافنان، (کراچی: طبع جدید، شعبان ۱۴۳۰ھ - اگست ۲۰۰۹ء)
- اسلامی نظریاتی کونسل، سالانہ رپورٹ: ۱۹۷۸ء - ۱۹۷۷ء، (پاکستان، اسلام آباد، اشاعت اول ۱۹۷۹ء)
- بلاسود بینکاری رپورٹ، اسلامی نظریاتی کونسل، لاہور۔
- تنزیل الرحمٰن، سود کے خلاف وفاقی شرعی عدالت کا تاریخی فیصلہ، (صدیقی ٹرسٹ، کراچی: ۱۹۹۸ء)
- ثاقب الدین، اسلامی بینکاری اور متفقہ فتوے کا تجزیہ، (میمن اسلامک پبلشرز، کراچی: ۲۰۰۹ء)
- الجزیری، عبدالرحمٰن، کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، مترجم منور احسن، شعبہ مطبوعات علماء اکیڈمی اوقاف، (لاہور، طباعت جدید، ۲۰۱۲ء)
- چراغ، محمد علی، تاریخ پاکستان، (سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۸۶ء)
- الحاج، فیروز الدینؒ، فیروز اللغات، (فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، س ن۔)
- حقانی، عبدالحق، تفسیر حقانی، میر محمد کتب خانہ، کراچی، س ن۔
- خان، محمد زرولی، نام نہاد اسلامی بینکاری، جامعہ عربیہ احسن العلوم، (کراچی، جنوری ۲۰۱۴ء / ۱۴۳۸ھ)
- دہلوی، محمد مظہر اللہ، شاہ، تفسیر مظہر القرآن، (ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، اگست ۲۰۰۷ء)
- ذولفقار علی، اسلامی بینکاری کی حقیقت، دارالدعوۃ السلفیہ، (لاہور، اگست ۲۰۰۸ء / شعبان ۱۴۲۹ھ)
- ذولفقار علی، دورِ حاضر کے مالی معاملات کا شرعی حکم، (ابوہریرہ اکیڈمی، لاہور، طبع اوّل: ستمبر ۲۰۰۸ء)
- ذولفقار علی، معیشت وتجارت کے اسلامی احکام، (ابوہریرہ اکیڈمی، لاہور، طبع اوّل: ۲۰۱۰ء)
- رحمانی، خالد سیف اللہ، جدید مالیاتی ادارے، (کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، سہارنپور، یوپی، طبع جدید ۱۴۳۶ح / ۲۰۱۴ء۔)

- رفقاء دارالافتاء جامعۃ الرشید، غیر سودی بینکاری، (الحجاز، کراچی، ۱۴۳۰ھ)۔
- الزحیلی، وہبۃ بن مصطفیٰ، الفقہ الاسلامی وادلتہ، مترجم محمد یوسف تنولی، (دارالشاعت، کراچی، ستمبر ۲۰۱۲ء)
- سیوطی، جلال الدین، تفسیر درِ منثور، مترجم الازھری، محمد کرم شاہ، (مکتبہ ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور: نومبر ۲۰۰۶ء)
- شام، شہزاد اقبال، شرکت و مضاربت کے چند ملکی قوانین اور سودی معیشت کا فروغ، فکر و نظر، ادارہ تحقیقات اسلامی (بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، ۲۰۱۰ء)
- شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغۃ، مترجم خلیل احمد، مکتبہ رحمانیہ، لاہور۔
- شیخ عثمان صفدر، مرابحہ، اجارہ اور مشارکہ متناقصہ کی شرعی حیثیت۔ سہ ماہی البیان، المدینہ اسلامک ریسرچ سنٹر، (کراچی، جنوری تا جون ۲۰۱۳ء-ربیع الاوّل تا شعبان ۱۴۳۴ھ)
- صدیقی، نجات اللہ، شرکت و مضاربت کے شرعی اصول، اسلامک پبلیکیشنز پرائیویٹ لمیٹڈ، (لاہور: اشاعت اول: جولائی ۱۹۹۶ء-اشاعت دوم: جولائے ۱۹۹۷ء۔)
- صمدانی، اعجاز احمد، اسلامی اور سودی بینکاری میں فرق، ڈاکٹر، مکتبہ کامل پورے، کراچی۔
- صمدانی، اعجاز احمد، اسلامی بینکاری اور غرر، ادارہ اسلامیات، (کراچی-لاہور، مئی ۲۰۰۶ء / ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ)
- صمدانی، اعجاز احمد، اسلامی بینکاری، ایک حقیقت پسندانہ جائزہ، ادارہ اسلامیات، (کراچی-لاہور، ستمبر ۲۰۰۶ / شعبان ۱۴۲۷ھ)
- صہیب، عبدالقدوس، پاکستان میں بلاسود بینکاری: عملی اقدامات کا ایک جائزہ، معارف اسلامی، (علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، ۲۰۰۵ء)
- ضیاء، ضیاء اللہ، سود کیا ہے؟ (سیف پرنٹنگ پریس، ۲۰۰۱ء)
- عارف، محمود الحسن، موجودہ بینکنگ اور اسلامی بینکاری، سہ ماہی منہاج، ش(مارہ ۱-۲، جنوری-اپریل ۱۹۹۲ء)
- عبدالواحد۔ جدید معاشی مسائل، دارالافتاء و تحقیق، (لاہور، شعبان ۱۴۲۹ھ)
- عبداللہ فہد فلاحی (مترجم)، ہدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد، (دارالتذکیر، لاہور، ۲۰۰۹ء)

- عثمانی، محمد تقی، آسان ترجمہ قرآن، مکتبہ معارف القرآن، (کراچی، طبع جدید: ربیع الاوّل ۱۴۳۲ھ / فروری ۲۰۱۱ء)
- عثمانی، محمد تقی، اسلامی بینکاری (تاریخ وپس منظر اور غلط فہمیوں کا ازالہ)، الافنان، (کراچی، طبع جدید، جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ / مئی ۲۰۱۰ء)
- عثمانی، محمد تقی، اسلام اور جدید معاشی مسائل، ادارہ اسلامیات پبلشرز، بک سیلرز، ایکسپورٹرز، (لاہور، جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ / جون ۲۰۰۸ء)
- عثمانی، محمد تقی، اسلام اور جدید معیشت و تجارت، (ادارۃ المعارف، کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۱۴ھ)
- عثمانی، محمد تقی، اسلامی بینکاری کی بنیادیں (مترجم)، (مکتبۃ العارفی، فیصل آباد، رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ)
- عثمانی، محمد تقی، غیر سودی بینکاری، مکتبہ معارف القرآن، (کراچی طبع جدید، مئی ۲۰۰۹ء / جمادی الاوّل ۱۴۳۰ھ)
- عثمانی، محمد زبیر اشرف، جدید معاشی مسائل میں قانونِ اجارہ، (ادارۃ المعارف، کراچی، طبع جدید، جون ۲۰۰۵ء / ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ)
- غازی، محمود احمد، حرمتِ ربا اور غیر سودی مالیاتی نظام، انسٹیٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، (اسلام آباد، طبع اوّل ۱۹۹۳ء، طبع دوم ۱۹۹۶ء)
- فرحان علی، اسلامی بینکوں میں رائج اجارہ، ہزارہ اسلامیکس، (ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ، ۲۰۱۵ء)
- القادری، محمد طاہر، بلاسود بینکاری اور اسلامی معیشت، (منہاج القرآن پبلی کیشنز، لاہور، جون ۱۹۹۴ء۔)
- قاسمی، قاضی مجاہد الاسلام، شئیرز اور کمپنی، ایفا پبلیکیشنز، (نئی دہلی، انڈیا، اشاعت اوّل، جنوری ۲۰۰۰ء، اشاعت دوم جون ۲۰۱۰ء۔)
- کاندھلوی، ساجد الرحمٰن صدیقی، حرمتِ سود، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد۔
- کریمی، مشتاق احمد، بینک کا سود حلال ہے؟ شبہات-ازالہ، (الہلال ایجوکیشن سوسائٹی، انڈیا ۲۰۰۵ء)
- گنگوہی، محمد حنیف، اشرف الہدایہ، (دارالاشاعت، کراچی، ۲۰۰۹ء۔)
- محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی، محرم ۱۴۳۰ھ / جنوری ۲۰۰۹ء۔

- مروجہ اسلامی بینکاری (تجزیاتی مطالعہ – شرعی جائزہ – فقہی نقد و تبصرہ) رفقاء دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیۃ، مکتبہ بینات، کراچی۔
- ممتاز احمد سالک، پاکستان میں اسلامی بینکاری کی کوششیں (۱۹۸۰-۲۰۱۲) – تاریخی و تجزیاتی مطالعہ، پاکستان جرنل آف اسلامک ریسرچ، اسلامک ریسرچ انڈیکس، ۲۰۱۴ء۔
- مودودی، ابوالاعلیٰ، سود، (اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۷ء)
- مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، س ن۔

## English sources:

- Asifullah A, *Introduction to Electronic Banking*; Publish 2011, New Delhi (India).
- *Encyclopedia of Britannica*, Vol 3, Edition 15, see the word Bank.
- Faruqi, Jalees Ahmed, *Islamization of Banking in Pakistan*, Research Department United Bank Limited, Karachi, 1984.
- *Constitution of Islamic Republic Pakistan*, 1973.
- Fuad Al-Omar and Mohammed Abdel Haq, *Islamic Banking (Theory, Practiceand Challenges)*, Zeb Books, London.
- GLYN Davies, *A History of Money from Ancient Times to the Present Day*, University of Wales Press, 2002.
- Homoud.S.H, *Islamic Banking, Arabian Information*, London, 1985.
- M. Siddiquee, S.F. Rehan, *Real Estate Financingin Bangladesh: Problems, Programs and Prospects.*
- KK. Rehman, *Development of Housing Finance and its Impact on Socio-Economc in the emerging economy in Bangladesh.*
- Kaplana Gopalan, *Affordable housing: Policy and Practice in India*

- Pablo Shiladitya, *Home and away: Diasporas Developments and displacements in globalizing World.*

- Mian, Riaz Ahmed, *Money Banking and Finance*, Azeem Academy Publisher and Book seller, Lahore.
- Moeen-ud-Din, *Banking Learning Basic Concepts*, Sysevgy Publisher, Islamabad.
- Muhammad Ayub, *Understanding Islamic Finance*, John Wiley and Sons Ltd. England, 2007.
- Muhammad Irshad, *Money Banking and Finance*, orient Publishers, Lahore.
- *National Assembly of Pakistan (Constitution Making) debates*, The Manager of Publication Government of Pakistan, Karachi.
- Qazi Shehzad Ehtesham and others, *Money Banking and Finance*, Azeem Academy Publisher and Book Sellers, Lahore.
- Qazi Shehzad and Muhammad Saeed, *Introduction to Business*, Azeem Academy, Lahore.
- Richard Hilderth, *The History of Banks*. Batoche Books, Kitchener, Ontario, 2001.
- Rosylin Yousaf, Norazlina Wahab, *Home Financing Promote affordability of Home Ownership in Malaysia*.
- Samdani, Ejaz Ahmed, *The Difference between Islamic Banking & Conventional Banking*, Al Baraka Bank & Conventional Banking, Al Baraka Bank (Pakistan) Ltd,Maktaba Kamilpoory, Krachi.
- *Selected Judgments of the Federal Shariat Court Pakistan*, Newline Printing Press, Lahore, 1992.

- Shehzad Ehtisham, *Principles of Banking*, Qazi, Azeem Academy, Lahore.
- Usmani, Muhammad Imran, *Ashraf, Meezan Bank's Guide to Islamic Finance*, Darul Ishaat, Karachi, 2002.
- Shakil Farooqi, *Glossary Banking & Finance*, Institute of Bankers, Pakistan.
- Shehzad Ehtisham, *Principles of Banking*, Qazi, Azeem Academy, Lahore.
- Pablo Shiladitya, *Home and away: Diasporas Developments and displacements in globalizing World.*
- Usmani, Muhammad Taqi, Mufti, *An Introduction to Islamic Finance*, Maktaba Ma'ariful Quran, Karachi, Rabi ul Awa 1419 A.D/ June1998.

## Websites:

- http://forum.mohaddis.com
- http://magazine.mohaddis.com
- http://.m-a-jinnah.blogspot.com
- http://marifaacademy.com
- http://www.sbp.org.pk
- http://www.deeneislam.com
- http://www.entrytest.com
- http://www.iap.net.pk
- http://bankislami.com.pk
- http://economictimes.indiatimes.com
- http://jamiaahsan.com
- http://nation.com.pk
- http://nit.com.pk

- http://hbfc.com.pk
- http://shamilaurdu.com
- http://tribune.com.pk
- http://www.abl.com
- http://albaraka.com.pk
- http://bankalhabib.com
- http://bankislami.com.pk
- http://banuri.edu.pk
- http://www.darsequran.com
- http://www.dibpak.com
- http://www.hbl.com
- http://www.mawazna.com
- http://www.mcb.com.pk
- http://www.meezanbank.com
- http://www.sja.gos.pk
- http://www.thenews.com.pk
- http://www.ubldirect.com